اللہ
رسول
محمد
میدان پکارتے ہیں
الشیخ عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ

میدان پکارتے ہیں

مؤلف

ڈاکٹر عبداللہ عزام

عزام پبلیکیشنز

نام کتاب: ـــــــــ میدان پکارتے ہیں

مؤلف: ـــــــــ ڈاکٹر عبداللہ عزام

قیمت: ـــــــــ -/300

عزام پبلیکیشنز

فہرست

	صفحہ

صفحہ	

انتساب

اُن بھائیوں کے نام ـــــــ جنھیں جہاد کے اصلی اور صحیح راستے پر گامزن دیکھنے کی توفیق میرے خدا نے مجھے رزق فرمائی اور جنھیں اللہ نے عین عنفوانِ شباب اور بالیدگیٔ عمر میں جہاد کے راستے پر چلنے کے لیے منتخب کر لیا۔

اُن کے نام ـــــــ جنھوں نے مجھے اس حقیقت سے آشنا کیا کہ زندگی کے میدان میں عقیدے روحوں سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں، اور اقدار جسموں سے زیادہ اہم، اور یہ کہ دین کی مضبوط اور مستحکم عمارت خون کی آبیاری سے ہی قائم رکھی جاتی ہے۔

اُن کے نام ـــــــ جن کی زبان سے بہادری کے قصے سُن سُن کر میں اپنے آپ کو چھوٹا محسوس کرتا تھا، یہ ہستیاں جنھیں دین کی چوٹیوں پر فائز دیکھ کر میں اپنے آپ کو حقیر لگتا تھا۔ آج میں انہی کے نقش قدم کو نشانِ راہ بناتا۔ انہی کی طرح دین کی بلندیوں کی طرف سفر کر رہا ہوں لیکن مجھے احساس ہے کہ ان میں اور مجھ میں ابھی بہت سا فرق باقی ہے۔

ان کے نام ـــــــ جن کے ساتھ جنت الفردوس کے اعلیٰ درجات میں، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی ہمراہی میں ملاقات کرنا میری خواہش بھی ہے اور میری دعا بھی، یقیناً یہ سب لوگ سب سے بہتر رفیق ہیں۔

ان بھائیوں کے نام ـــــــ جنھوں نے فلسطین کے صحراؤں اور کوہ ہندوکش کی چوٹیوں پر دین کا پرچم لہرانے کی کوشش میں اپنی عمریں کھپا دیں۔ اور

اُمّتِ مسلمہ کی رگیں خشک ہو جانے کے بعد اُن میں زندگی کی لہر لوٹانے کی کوشش میں اپنی جانیں نثار کر دیں اور جنھوں نے بشری استطاعت کے مطابق اُمّت کو جھنجھوڑنے اور اسے نیند سے جگانے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔

اُن بھائیوں کے نام ــــ جو اس راستے پر مجھ سے پہلے گذر گئے۔

جن کی زندگی مجسّم نور تھی۔

اور جن کی قبروں سے آج تک نور پھوٹتا ہے۔

اور ــــ میرے بھائیوں:

مروان حدید

صلاح حسن

سعود البحری (سعد الرشود)

عبد الوہاب الغامدی

ابو حمزہ (ماہر جودہ ابو شلبک)

عبد الواقفید کاوی

اور

اُن دوسرے بہت سوں کی پاکیزہ روحوں کے نام جن کا میں اس کتاب میں احاطہ نہیں کر سکا۔

میں اپنے اس بے مایہ عمل کا ثواب ان سب کے نام کرتا ہوں۔ اپنے رب سے اس امید کے ساتھ کہ وہ ہمیں صالحین کے ساتھ ملا دے گا۔

عبدِ فقیر

عبد اللّٰہ عزّام

۶ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ م ۱۱ اگست ۱۹۸۶ء

کچھ مصنّف کے بارے میں

افغانستان کی سرزمین پر جب سے روسی سامراجیت کے منحوس سائے پڑے ہیں، افغانستان کے بڑے بڑے عظیم المرتبت انسان کشتۂ تیغِ ستم ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا جو مجاھد شہیدِ اشتراکیت ہوا وہ منہاج الدین گہیذ تھا۔ اس کے بعد متعدد عالی قدر اہلِ علم و دعوت یکے بعد دیگرے ظلم و جور کا نشانہ بنتے گئے۔ غلام محمد نیازی، ذوالفقار غفوری، محمد عمر، اور مولوی حبیب الرحمان جیسے صالح اور پاکیزہ نفس حضرات دار و رسن اور تعذیب و تشدد کے مرحلوں سے گزر کر قافلۂ شہداء میں شریک ہو گئے۔

مجددی خانوادے کی نامور شخصیت حضرت ابراہیم مجددیؒ اپنے پورے افرادِ خانہ کے ساتھ قلعہ جوادیں اشتراکیت کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کر گئے۔ ببرک کارمل دسمبر ۱۹۷۹ء کے ورودِ نامسعود اور روسی فوجوں کے داخلے کے بعد تو ایسا طوفان چلا اور ہنگامہ رستاخیز برپا ہوا کہ اس نے یکایک افغانستان کے ہزاروں علماء و فقہاء، اربابِ رشد و ہدایت اور علم بردارانِ علم و دانش کے خون کی ندیاں بہا دیں۔ اور اب دس سال کے عرصے میں یہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ پندرہ لاکھ فرزندانِ اسلام روسی فوجوں اور ان کے افغانی دُم چھلّوں کی تباہ کن کارروائیوں کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ افغانستان کی کوئی وادی اور کوئی کوہ و دمن ایسا باقی نہیں رہا جس میں خونِ معصوم کے دھارے نہ بہے ہوں۔ آئندہ جو بھی گل و لالہ یہاں پھوٹیں گے وہ خونِ شہیداں کی سرخی کے مرہونِ منت ہوں گے۔

اس قافلۂ سخت جاں میں اب ایک اور قابلِ قدر شہید کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس

شہید کا تعلق افغانستان کی مٹی سے نہیں، فلسطین کی خاک پاک سے ہے۔ راہِ حق کا مسافر نسلی و وطنی تفریقوں اور آب و گِل کے امتیازات سے ماورا ہوتا ہے۔ وہ اپنے خالق و مالک اور اپنے دین و ملّت کی محبت سے ہٹ کر کسی مادی محبت کو اہمیت نہیں دیتا۔ علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں ؎

شہیدِ محبّت نہ ترکی نہ تازی

زمینِ فلسطین سے تعلق رکھنے والا شہید بھی ایسے ہی عالم گیر عاشقوں کی جماعت کا ایک فرد ہے۔

یہ ڈاکٹر عبداللہ عزّام ہیں۔ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء کو نمازِ جمعہ سے کچھ پہلے پشاور کی پُر رونق شاہراہ (جمرود روڈ) پر ایک بم کے دھماکے میں اپنے دو بچوں: محمد (۱۸ سالہ) اور ابراہیم (۱۷ سالہ) سمیت جامِ شہادت نوش کر کے خدا کے حضور پیش ہو گئے۔ شہید تو اپنی مراد پا گیا اور اپنے بچوں کے ساتھ بروزِ قیامت خون میں لت پت اٹھے گا اور شہادتِ حق کا منہ بولتا ثبوت پیش کرے گا۔ اس روز تمام راز آشکار ہو جائیں گے اور جو مجرم آج چھُپ گئے ہیں وہ بے نقاب ہوں گے اور انھیں نہ کوئی سفارش کام آئے گی اور نہ فدیہ کا موقع ہوگا اور نہ کوئی مددگار ملے گا۔

عبداللہ عزّام فلسطین میں پیدا ہوئے۔ اسرائیل کا ناپاک وجود ان کے سامنے بروئے کار آیا۔ بچپن ہی میں وہ ان لوگوں میں شامل ہو گئے جو انگریز فوجوں اور یہودی مسلح دستوں کے بے پناہ ظلم کی وجہ سے ترکِ وطن پر مجبور ہوئے اور شرقِ اُردن میں آ مقیم ہوئے۔ موصوف نے اپنی تعلیم اُردن میں حاصل کی۔ شریعت کالج سے فراغت کے بعد اُردن یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کر لی اور پھر یونیورسٹی میں لیکچرر مقرر ہو گئے۔ حق گوئی و بیباکی اللہ تعالےٰ نے غیر معمولی طور پر فطرت میں ودیعت کر رکھی تھی۔ یہ انداز ماحول ان کو گوارا نہ تھا۔ وہ کچھ عرصہ یونیورسٹی میں رہے اور پھر مجبوراً اسے خیر باد کہنا پڑا۔ ساٹھ کے عشرے میں جب فلسطین کی آزادی کی تنظیمیں وجود میں آئیں، تو ڈاکٹر صاحب بھی جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

مگر وہاں بھی یہ دیکھ کر کہ "جہاد" اسلامی جذبے اور اسلامی قیادت کے بجائے قومیت اور ترقی پسندی کی پرستش کے تحت ہو رہا ہے، مایوس ہو گئے اور دعوت و تبلیغ کا راستہ اختیار کیا، مگر یہ بے چین روح اور سیمابی شخصیت کسی جگہ بھی قرار نہ پا سکی اور اس پر مزید ان کی جرأتِ رندانہ جو مصلحت کوشی سے نا آشنا تھی، ان کے لیے ہر لمحہ آزمائش کو دعوت دیتی رہتی تھی۔ آخرکار اُردن کو چھوڑ کر مکہ معظمہ آ گئے اور اُمّ القریٰ یونیورسٹی میں لیکچرر لگ گئے۔ اس خیال سے کہ یہاں دنیا بھر سے نوجوان تعلیم کے لیے آتے ہیں، ان کی تعلیم و تربیت کرنے اور سچا مسلمان بنانے کے مواقع ملیں گے۔

۱۹۷۸ء میں جب اسلام آباد میں عالمی اسلامی یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا اور ذہین اساتذہ کی ضرورت محسوس کی گئی جو شریعتِ اسلامی کو جاندار مضمون کی حیثیت سے نوجوان نسل کے ذہنوں میں اتاریں، تو اس فہرست میں ڈاکٹر عبداللہ عزّام کا نام بھی شامل کیا گیا۔ (راقم الحروف کا ان سے پرانا تعارف تھا اور راقم کی تجویز پر ہی ڈاکٹر عزّام کو شاملِ فہرست کیا گیا) ڈاکٹر موصوف پاکستان آ گئے۔ ان کے جوہر جو دوسری کسی جگہ نہ کھل سکے تھے پاکستان میں کھلنے لگے۔ ان کا ذہن خالصتہً تحریکی تھا۔ اسلامی انقلاب ان کا راستہ تھا۔ روحانی تربیت اور ذوقِ جہاد کی نشوونما کو وہ اصل وسیلہ سمجھتے تھے۔ انتھک طبیعت کے مالک تھے۔ محبت اور سادگی ان کا شعار تھا اور تواضع اور کرم ان کے اخلاق کی نمایاں علامت تھی۔ ان کے یہی ہتھیار تھے۔ ان ہتھیاروں سے انھوں نے نوجوانوں کی ایک جماعت کو اپنا گرویدہ بنا لیا ؎

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

دسمبر ۱۹۷۹ء میں جب افغانستان کی تحریکِ اسلامی کی طرف سے روس اور روس نواز حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان ہوا تو ڈاکٹر موصوف بھی اس میں شامل ہو گئے، بلکہ ان

کا تو یہ حال تھا کہ دیوانہ را ایک ہُو بس است، کچھ عرصہ تک تو موصوف نے جہاد اور تدریس ساتھ ساتھ چلایا، مگر پھر ان کو جہاد کی چاشنی اس قدر لگی کہ نہ صرف پیشۂ تدریس بھول گئے بلکہ زندگی کی بہت سی ضرورتیں بھی انھیں فراموش ہوگئیں اور صرف ایک جہاد ہی ان کا اوڑھنا اور بچھونا رہ گیا۔

ڈاکٹر عبداللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ نے افغان جہاد میں کئی پہلوؤں سے حصّہ لیا ہے:

۱۔ موصوف عربی زبان کے بہترین خطیب تھے۔ خوش الحان تھے۔ احادیث اور اقوال کا بڑا ذخیرہ انھیں ازبر تھا۔ فقہ و شریعت کے احکام سے خوب واقف تھے۔ اپنی ان صلاحیتوں کی بدولت انھوں نے عرب نوجوانوں کے اندر زبردست روحِ جہاد پھونکی۔ مراکش سے لے کر خلیجی ممالک تک کے عرب نوجوان نشۂ جہاد سے سرشار ہوگئے بلکہ ان ممالک کے نوجوان بھی اس میدانِ عزیمت میں کود پڑے جنھوں نے عیش و تنعم میں پرورش پائی تھی اور قالینوں، ایر کنڈیشنڈ موٹروں اور مکانوں کے سوا کہیں قدم نہ رکھ سکتے تھے۔ یہ نوجوان پرندوں کی طرح اُڑ اُڑ کر پشاور آنے لگے۔ ڈاکٹر موصوف انھیں افغانستان کے اندر لے جاتے۔ انھیں جنگی تربیت دیتے۔ اور پھر محاذ پر بھیج دیتے۔ ان نوجوانوں نے جہادِ افغانستان میں بڑے قابلِ قدر کارنامے سرانجام دیے ہیں اور ان میں سے متعدد نوجوان شہادت پا چکے ہیں۔ شہدائے عرب کی فہرست پر نظر ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مراکش، الجزائر، تونس، مصر، اردن، عراق، سعودی عرب، یمن اور قطر کے ایسے ایسے نوجوان شامل ہیں جن کی ابھی مسیں بھی نہ بھیگی تھیں۔

۲۔ انھوں نے عرب ممالک کے مخیّر حضرات کو مالی جہاد میں حصّہ لینے کے لیے اکسایا۔ علی الخصوص خلیج کے باثروت لوگوں کو توجہ دلائی کہ ان پر بھی جہاد فرض ہے۔ وہ اگر جہاد بالنفس نہیں کرسکتے تو جہاد بالمال کریں، چنانچہ چاروں طرف سے لوگ ان کو

مالی امداد بھیجنے لگے جسے وہ مجاہدین اور مہاجرین کی خدمت میں صرف کرتے۔ انھوں نے خاص طور پر افغانستان کے اندر رہنے والے مجاہدین اور متعلقین کو ٹرک بھر بھر کر سامانِ ضرورت بھیجا۔ پشاور میں مکتب الخدمات کے نام سے ان کا دفتر تھا۔ اس میں عرب نوجوان کارکن کے طور پر کام کرتے تھے اور اس سے فردریاتِ زندگی کی فراہمی کی غیر منقطع سپلائی جاری رہتی۔

۳۔ جہاد کا سب سے اہم پہلو ابلاغِ عامہ پر توجہ دینا تھا۔ جہاد کی خبروں کو دنیا بھر میں پھیلانے کا کام کسی حد تک ایجنسی افغان پریس نے انجام دیا ہے۔ دنیا کی دوسری ایجنسیاں تو اپنے اپنے نقطۂ نظر کے مطابق جہاد کی تصویر پیش کرتی رہی ہیں، مگر ایجنسی افغان پریس جسے جماعتِ اسلامی پاکستان نے قائم کر رکھا ہے صحیح اور بروقت خبریں جاری کرتی رہی ہے اور کر رہی ہے۔ عربی زبان میں سب سے پہلے ڈاکٹر عبداللہ عزام نے اس میدان میں قدم رکھا۔ الجہاد کے نام سے ایک ماہانہ مجلّہ جاری کیا جس نے عرب دنیا اور عربی دان حلقوں میں بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اس کے بعد انھوں نے لهیب المعرکۃ کے نام سے ایک ہفت روزہ (خبرنامہ) جاری کر دیا تاکہ اُس کے ذریعے جہاد کی خبریں اور رپورٹیں مسلم عوام تک منتقل کی جائیں۔ یہ دونوں پرچے موصوف نے اعلیٰ معیار پر نکالے اور ترویجِ جہاد کے سلسلے میں ان سے خوب خدمت لی۔

ڈاکٹر موصوف کا نیا عزم یہ تھا کہ وہ تعمیرِ نو کے عنوان سے افغانستان کے اندر مختلف منصوبے جاری کریں گے اور ستم رسیدہ اور اجڑی ہوئی افغان قوم کو اپنی تعمیرِ نو کے لیے زیادہ سے زیادہ مدد دیں گے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی دس سالہ جد و جہد کو شرفِ قبولیت بخشا اور خلعتِ شہادت سے نواز کر اپنے مقبول بندوں کی صف میں شامل کر لیا۔ ہمیں امید ہے کہ آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ انھیں زمرۂ شہداء میں اٹھائے گا۔

میں سوچتا ہوں کہ ایسا مرنجاں مرنج انسان جس نے مظلوم افغانیوں کے لیے اپنی بہترین

صلاحیتیں کھپا دی ہوں، اور پاکستان کے لیے بھی وہ بڑا درد مند دل رکھتا تھا، اس نے
کسی کو نہیں ستایا کسی کے حق میں زبان سے نازیبا لفظ نہیں نکالا۔ اپنا وطن و آرام
چھوڑ کر پشاور میں آ بیٹھا اور پاکستان و افغانستان کی خدمت کے لیے وقف ہو گیا۔ ایسے
نرالے انسان کو ختم کر دینے والا کیسا پتھر اور انسانیت کے معمولی سے جذبات سے بھی کس
قدر عاری ہوگا۔ اب ایسی تڑپتی ہوئی روح، ایسا باا خلاص و باصفا انسان، ذکرِ خدا میں
ڈوبا ہوا ولی اور بیوی بچوں سمیت سر ہتھیلی پر رکھ کر فریضۂ جہاد ادا کرنے والا مردِ
قلندر کہاں روز روز دستیاب ہوگا۔ ڈاکٹر عبداللہ عزام اپنی مثال آپ ہی تھا۔ سو وہ دنیا
سے رخصت ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

جماعت اسلامی پاکستان کے زیرِ انتظام منعقد ہونے والے سیمینار (۱۱ر نومبر ۱۹۸۹ء)
میں موصوف نے شرکت کی۔ اس میں مختصر طور پر نہایت مؤثر تقریر کی اور جہادِ افغانستان
کے لیے نئی حکمتِ عملی تجویز کی۔ خاکسار نے عرض کیا۔ "یا دکتور اری فیک شہیدا"
(ڈاکٹر صاحب مجھے آپ کے چہرے پر شہادت کی علامات نظر آ رہی ہیں) میرا یہ کہنا
ایک بے تکلف دوست کے ساتھ مزاح کے انداز میں تھا، مگر ڈاکٹر صاحب نے فوراً
جواب دیا: "اللھم اجعلنا من الشھداء" (پروردگار ہمیں شہیدوں میں شامل کر)
۱۱ر نومبر ۱۹۸۹ء کو کی گئی یہ دعا ۲۴ر نومبر ۱۹۸۹ء کو رنگ لے آئی۔ ان کی شہادت
نے پوری دنیا کے اندر ایک تہلکہ برپا کر دیا:

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

خلیل احمد حامدی

عرضِ مترجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیّنا محمد المصطفیٰ۔ اللّٰھم لا سھل الا ما جعلتہ سھلا وانت تجعل الحزن اذا شئت سھلاً۔

آج دسمبر ۱۹۸۶ء کی ۲۷ تاریخ ہے۔ اس وقت جب میں اس ترجمے پر نظر ثانی کر کے فارغ ہوا ہوں تو ۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو شروع ہونے والی سرخ جارحیت اپنے نو سال مکمل کر کے دسویں سال میں داخل ہونے والی ہے۔

ان نو سالوں میں سرخ فوجوں نے کہاں کہاں اپنی ناک نہیں رگڑی۔ جنگ کے کس کس میدان میں اپنی شکست کے آثار نہیں چھوڑے اور سیاست کے میدان میں کون کون سے پینترے نہیں بدلے۔ کبھی جنیوا کے جال بچھائے جاتے، کبھی عبوری حکومت میں کمیونسٹ عنصر کو شامل کرانے کی کوشش کی جاتی رہی، کبھی سفارتی وفد کے چکمے دیے گئے اور کبھی فوجوں کی واپسی کا جھوٹا راگ الاپا گیا یہ سب کچھ کس لیے؟

صرف اس لیے تاکہ مجاہدین کی صاف اور واضح کامیابی کو کبھی ایک اور کبھی دوسرے بہانے سے شکست میں تبدیل کیا جا سکے، لیکن آپ اس کتاب کی حرف بحرف روشنی سے گزرتے ہوئے کتاب کے آخری صفحوں تک پہنچیں گے تو امید ہے کہ میری طرح آپ بھی یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ

فیصلہ اگر جنگ کے میدان میں ہی ہونا ہے تو روسی سامراج ۹ تو کیا ۹۰ سال میں بھی حریت پسند افغانستان پر اپنا استعماری قبضہ قائم نہیں کر سکتا۔ آخر وہ فرشتوں سے لڑنے والے روبوٹ کہاں سے لائے گا۔ بجلیوں کے لباس والوں کا مقابلہ کیسے کرے گا، اور سفید لباس والوں کے مقابلے میں کتنی دیر تک ثابت قدمی دکھا سکے گا؟؟

بات بڑی واضح ہے کہ روس ایک ایسی جنگ لڑ رہا ہے جس میں اس کے مقابلے پر خدائی لشکر اور غیبی طاقتیں ہیں۔ اور تاریخ کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی بڑی سے بڑی قوت و جبروت والا، ایمان، جذبے اور عقیدے کے مقابلے میں کبھی ایک بار بھی جیت سکا ہو۔ ایسی صورت میں نتیجہ بھی بڑا واضح ہے، یعنی یہ کہ روسی عزائم کو جلد یا بدیر بہر حال مکمل ناکامی سے دوچار ہونا ہے۔ اور اب وہ وقت زیادہ دور نہیں رہ گیا۔ ظلم کی بساط الٹنے والی ہے۔ شبِ تاریک اپنے مہیب سائے لپیٹ رہی ہے اور میدان کے چپے چپے پر پھیلی ہوئی یہ زندہ بشارتیں صبح کے ستارے کی طرح پیغام دے رہی ہیں کہ وہ صبح اب قریب آگئی ہے!

میں نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا ہے اور باہر جھانک کر دیکھا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ واقعی ....

الیس الصبح بقریب؟

(کیا صبح قریب نہیں آگئی؟)

فقط

مِنہاجُ الاِسلام فاروقی

بابِ اوّل

جہاد کے لُغوی اور اصطلاحی معنی

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ
فِي سَبِيْلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ
مَّرْصُوْصٌ (الصف: ۴)

(اللہ کو تو پسند وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ
میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ
ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں)

فصل اوّل

لغوی معنی

جہاد کا لفظ جھد، یجھد، جھداً سے مأخوذ ہے۔ خواہ یہ ضمہ (پیش) سے (جُہد) ہو یا فتح (زبر) سے (جَہد) معنی وہی ہیں۔ یعنی وسعت اور طاقت۔ کہا گیا ہے کہ جُہد کا مطلب ہے وسعت اور طاقت اور جَہد کا مطلب ہے مشقت۔ جَہد کو غایت کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

واقسموا باللہ جھد ایمانھم۔

(انھوں نے بڑی سے بڑی قسمیں کھائیں)

چنانچہ جہد اور جہاد کا لغوی معنی بنا:

کسی پسندیدہ چیز کے حصول یا ناپسندیدہ چیز کو دفع کرنے کی غرض سے انسانی استطاعت و طاقت کے مطابق ہر ممکنہ کوشش کرنا۔

(دیکھیے لسان العرب اور قاموس المحیط)

اصطلاحی معنی:

چاروں ائمہ اس پر متفق ہیں کہ جہاد کا مطلب ہے قتال اور اس میں مدد دینا!
آپ کے لیے چاروں فقہا کے نزدیک جہاد کی تعریفیں درج کی جا رہی ہیں:

حنفیہ:

ابن ہمام کی فتح القدیر جلد پنجم صفحہ ۱۸۷ پر وارد ہے کہ (ترجمہ) جہاد: دینِ حق

کی طرف کفار کو دعوت دینا اور اگر وہ قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کرنا۔ امام کاسانی بدائع جلد نہم صفحہ ۴۲۹۹ پر لکھتے ہیں:

ترجمہ: اللہ کے رستے میں جنگ کے لیے نفس، مال اور زبان وغیرہ کی پوری طاقت لگا دینا۔

۲۔ مالکیہ:

ترجمہ: مسلمان کا غیر ذمی عہد کافر سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جنگ کرنا، یا جنگ کے میدان میں حاضر ہوتا یا معرکے کی زمین میں داخل ہونا (حاشیہ عدوی صعیدی جلد دوم صفحہ ۲۔ اور شرح صغیر/ اقرب المسالک از دردیر جلد دوم صفحہ ۲۶۷)

۳۔ شافعیہ:

امام باجوری نے کہا۔ الجہاد، یعنی قتال فی سبیل اللہ (الباجوری/ ابن القاسم جلد دوم صفحہ ۲۶۱)

امام ابن حجر العسقلانی کہتے ہیں:

ترجمہ: شرعاً اس کا معنی ہے کفار سے جنگ میں کوشش صرف کرنا۔ (الفتح جلد ششم صفحہ ۳)

۴۔ حنبلیہ:

"قتال الکفار" کے معنی اولی النہی جلد دوم صفحہ ۴۹۷ پر دیکھیے۔

ترجمہ: "الجہاد" قتال ہے اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے تمام تر کوشش صرف کرنا ہے۔ (دیکھیے عمدۃ الفقہ صفحہ ۱۶۶، اور منتہی الادارات جلد اول صفحہ ۳۰۲)

ہم جہاد کیوں کریں؟

عرب ممالک سے ایمان کے سفر پر افغانستان آنے والے ایک سرگرم اور جذباتی

مسلم نوجوان نے مجھے اپنے سفر کی روداد سناتے ہوئے کہا۔ میں نے اپنے ایک دوست سے رخصت ہوتے ہوئے کہا میں تمھیں خدا کے سپرد کرتا ہوں اور خود پشاور کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔

اس نے یہ سن کر متأسفانہ اور دردمندانہ لہجے میں جواب دیا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ، خدا تمھیں ہدایت دے"۔ گویا کہ یہ نوجوان جو اپنے مجاھد بھائیوں سے ملاقات کرنا چاہ رہا ہے کسی خلافِ شریعت حرکت کا ارتکاب کر بیٹھا ہے۔ یا اس نے اپنے آپ کو کسی مصیبت میں گرفتار کر لیا ہے یا اس نے راہِ حق سے منہ موڑ لیا ہے جس کی وجہ سے اس پر لاحول ولا قوت پڑھنا، اس پر افسوس کرنا اور اس کی ہدایت اور صحیح راستے کی طرف لوٹ آنے کی دعا کرنا ضروری ہوگیا ہے اور گویا کہ سیدھا راستہ یہ ہے کہ مجاہدین کے بارے میں کوئی سوال نہ کیا جائے، ان سے ملاقات کی خواہش نہ کی جائے۔

ایک اور نوجوان نے مجھے بتایا۔ میں نے اپنے ایک دیندار دوست سے کہا میں افغانستان جانے والا ہوں۔ اس نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے کہا "تمھاری شکل تو مجاہدین سے نہیں ملتی"۔

اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ مسئلے کو شرعی نقطۂ نظر سے دیکھے بغیر چارہ نہیں اور ضروری ہے کہ ہم منصوصِ شرعیہ کی طرف رجوع کریں اور آیتوں سے اپنا فیصلہ مانگیں۔

فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر واحسن تاویلا

(النساء: ۵۹)

(پھر اگر تم کسی معاملے میں تنازعے میں پڑ جاؤ تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم واقعی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو کہ یہی صحیح طریقہ ہے اور یہی انجام کار بہتر ہے)

ہم جہاد کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

اوّل: اعمالِ صالحہ میں سے کوئی عمل جہاد کے برابر نہیں ہے۔ کتاب وسنت کی نصوص سے ثابت ہے کہ مجاہد کے اجر کا موازنہ ومقابلہ کسی دوسرے عمل سے نہیں کیا جا سکتا، چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ:

عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما قال:

کنت عند منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فقال رجل:

ما أبالی ان لا اعمل عملاً بعد الاسلام، إلا أن اسقی الحاج۔

وقال آخر:

الا ان اعمر المسجد الحرام

وقال آخر:

الجہاد فی سبیل اللہ أفضل ما قلتم

فزجرہم عمر رضی اللہ عنہ وقال:

لا ترفعوا اصواتکم عند منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یوم الجمعۃ، ولکن إذ صلینا الجمعۃ، دخلنا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فسألناہ، فنزلت:

اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ، لا یستوون عند اللہ (توبۃ: ۱۹)

(حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک (بیٹھا) تھا کہ ایک شخص نے

کہا: اسلام لانے کے بعد اگر میں حاجیوں کو پانی پلانے کے علاوہ کوئی کام نہ کروں تو مجھے کوئی پروا نہیں۔

ایک دوسرے شخص نے کہا: میں مسجد حرام کی تعمیر کے علاوہ کچھ نہ کروں تو مجھے کچھ پروا نہیں۔

ایک اور شخص نے کہا اللہ کے رستے میں جہاد کرنا ہر اس چیز سے افضل ہے جو تم نے ابھی کہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ان کو ڈانٹا کہ منبر رسول کے قریب اپنی آوازیں بلند نہ کرو۔

یہ جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا۔ اس وقت یہ سورہ نازل ہوئی:

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی تعمیر کو اس کے (عمل کے) برابر سمجھ لیا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہ سب لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔

یہ حدیث امام مسلم نے مختصر صحیح مسلم کے صفحہ ۱۰۷۷ پر اخراج کی ہے۔ گویا کہ یہ آیت (جیسا کہ بیان کیا گیا) صحابہ کے لیے اس بات کی وضاحت کرنے کے لیے نازل ہوئی تھی کہ جہاد مسجد حرام کے پڑوس اور حاجیوں کی ساقی گیری سے کہیں بہتر و افضل ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لأن ارابط ليلة في سبيل الله أحب إلى من أن أقوم ليلة القدر عند الحجر الاسود۔

(یہ کہ میں ایک رات اللہ کے راستے میں سرحدوں کا پہرہ دوں مجھے اس سے

زیادہ پسند ہے کہ میں شب قدر میں حجر اسود کے سامنے پوری رات قیام میں گزار دوں) (صحیح ابن حبان صفحہ ۱۳۸۱۔ الترغیب و الترہیب جلد دوم ص۲۴۶)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لأن أرابط ليلة في سبيل الله أحبّ إليّ من أن أوافق ليلة القدر عند حجر الاسود۔

(مجھے اللہ کے راستے میں ایک رات سرحدوں کی نگرانی کرنا، حجر اسود کے نزدیک شب قدر گزارنے سے زیادہ پسند ہے (یعنی حجر اسود کی قربت میں استجاب دعا کے بہترین موقعے سے بھی زیادہ)

اور فضیل بن عیاض اور دیگر دو علمائے سلف صالح کے لیے عبد اللہ بن مبارک کے یہ شعر بھی جو انھوں نے طرطوس کی سرحدوں پر نگرانی کے دوران لکھ کر بھیجے تھے اسی حکم کی تائید و تاکید کرتے ہیں ؎

يا عابد الحرمين لو ابصرتنا	لعلمت انك بالعبادة تلعب
من كان يخضب خده بدموعه	فنحورنا بدمائنا تتخضب
أو كان يتعب خيله في باطل	فخيولنا يوم الصبيحة تتعب
ريح العبير لكم ونحن عبيرنا	رهج السنابك والغبار الاطيب

(الجہاد از ابن مبارک ص۲۸)

عابد الحرمین! ہم کو دیکھ لو	جان لو گے تم عبادت کھیل ہے
آنسوؤں سے گال تر کرنا بھی خوب	خوب تر لیکن لہو کا سیل ہے
تم یونہی گھوڑے بھگاتے ہو عبث	جنگ میں لڑنا ہمارا کھیل ہے
اس قدر زیادہ تفاوت ہو تو پھر	کس قدر ممکن ہمارا میل ہے

جب فضیل نے یہ شعر پڑھے تو اس کے آنسو بہ نکلے۔ وہ پکار اٹھا: ابو عبد الرحمن نے

سچ کہا اور اس نے صحیح نصیحت کی۔

فضیل بن زیاد نے کہا: میں نے ابو عبداللہ احمد بن حنبل کو دشمن کے ذکر پر روتے اور یہ کہتے ہوئے سنا: "نیکی کا کوئی کام اس کے مقابلے سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔" انہی سے ایک اور شخص نے روایت کیا۔ دشمن کا سامنا کرنے کے برابر کوئی کام نہیں اور جنگ میں خود بنفسِ نفیس شرکت کرنا افضل ترین عمل ہے، جو لوگ دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں وہی اسلام اور اس کی حرمت کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو بھلا اس سے بڑھ کر عمل کیا ہو سکتا ہے۔ (المغنی مع شرح کبیر جلد دہم ص ۳۶۸)

دوم: مجاہد تمام لوگوں سے بہتر ہے۔

حدیث میں وارد ہے کہ:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رجلاً أتی النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقال:

ای الناس افضل؟ قال:

رجل یجاھد فی سبیل اللہ بمالہ ونفسہ! قال:

ثم مؤمن فی شعب من الشعاب یعبد ربّہ ویدع الناس من شرہٖ۔

(ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: لوگوں میں سے بہترین کون ہے؟ فرمایا وہ جو اللہ کے راستے میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرتا ہے۔ پھر فرمایا: پھر وہ مؤمن کہ کسی گھاٹی میں چھپ کر اپنے رب کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو ان کے شر کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے)

(اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے اخراج کیا۔ مختصر مسلم ص ۱۰۷۲)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہد اور عابدِ معتزل کو اس لیے

ملا دیا ہے کیونکہ اُن دونوں میں غربت اور اجنبیت مشترک ہے، وہ دونوں اس دنیا میں اجنبی بن کر رہ جاتے ہیں، دنیا ان کی نظروں سے گر جاتی ہے اور اس کے خزانے ان کی آنکھوں کو خیرہ نہیں کرتے۔ بقولِ امام ابن القیم:

"اس نے لوگوں سے ناطہ توڑ کر اللہ کی مصاحبت (و مقاربت) اختیار کی، اور نفسانی خواہش کے بغیر دنیا میں اپنا وجود قائم رکھا۔ حیرت ہے! (آخر) کس چیز نے اسے لوگوں کے درمیان اجنبی بنا دیا، اسے لوگوں سے کتنی وحشت ہوتی ہے۔ اور اللہ سے اس کا انس و محبّت کس درجہ کو پہنچا ہوا ہے۔ اس کی مصاحبت میں اسے کتنی خوشی، کتنا اطمینان اور کتنا سکون حاصل ہوتا ہے!"
(تہذیب مدارج السالکین ص۴۳)

جہاد مجاہد کے لیے سمندر ہوتا ہے جس میں وہ مچھلی کی طرح تیرتا پھرتا ہے۔ جنگ ہی اس کی روح ہوتی ہے اور جنگ ہی اس کی خوشبو۔ یہ رفیع اللہ ہے۔ ایک افغان کمانڈر اس کے تین بیٹے اور دو بھائی شہید ہو چکے ہیں اور خود اسے آٹھ جگہوں پر زخم آ چکے ہیں۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود وہ پشاور میں دو دن سے زیادہ نہیں بیٹھ سکتا — یعنی مجاہد اللہ کے راستے میں شہادت ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ اس نے اپنی روح کو اس کی مرضی پر چھوڑ رکھا ہے۔ اوّل تو جنت کے شوق اور دوسرے عورتوں اور بچوں کی حمایت و نصرت کرتے ہوئے وہ اپنا خون بہا دینا چاہتا ہے۔

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیاً واجعل لنا من لدنک نصیرا (النساء: ۷۵)

(تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اللہ کے راستے میں جنگ کیوں نہیں کرتے حالانکہ

کمزور لوگ، عورتیں اور بچے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے رب! ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال لے چل اور ہمیں اپنی طرف سے ایک دوست اور مددگار عطا فرما!)

ایک اور موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہد کی صفت یوں بیان کی:

عن ابی هریرة رضی الله عنه، عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال:

من خیر معاش الناس رجل ممسك بعنان فرسه فی سبیل الله، یطیر علی متنه کلما سمع هیعة أو فزعة طار علیه یبتغی القتل والموت مظانه ورجل فی غنیمة فی رأس شعفة من الشعف أو بطن واد من هذه الأودیة یقیم الصلوة ویؤتی الزکاة ویعبد الله حتی یأتیه الیقین لیس من الناس إلا فی خیر

(سب سے بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کے راستے میں ہمیشہ اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے تیار رہتا ہے، اور جونہی خوف و دہشت کی آوازیں یا مدد کی چیخ و پکار سنتا ہے اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر جنگ کے شوق میں اڑتا ہوا وہاں پہنچ جاتا ہے حالانکہ وہاں موت کا گمان غالب ہوتا ہے اور دوسرا وہ شخص جو کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا کسی وادی کے دامن میں اپنی بکریوں اور ساز و سامان کے ساتھ خوشحالی کی زندگی گزار رہا ہے۔ وہ نماز بھی پڑھتا ہے اور زکوٰۃ بھی دیتا ہے اور اسی طرح اپنے رب کی عبادت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے موت آلیتی ہے۔ لوگوں میں سے یہ آدمی سراسر نیکی پر ہے) (امام مسلم نے اخراج کیا۔ صحیح الجامع الصغیر ۵۷۹۱)

کبھی آپ نے ایسا آدمی دیکھا ہے جو موت کا متلاشی ہو اور موت کو خیال میں رکھ

کر جنگ کرنا چاہتا ہو، اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہر وقت جنگ کے لیے تیار رہتا ہو اور جونہی شور و غوغا اور مدد کی پکار سنتا ہو یا دشمن کا خوف طاری دیکھتا ہو لپک کر اس کو جا لیتا ہو۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا: "میں نے خیال ہی خیال میں اپنی موت (شہادت) طلب کی، لیکن میرے مقدر میں بستر کی یہ موت تھی۔ میرے پاس لا الہ الا اللہ کے بعد اس رات کے علاوہ کوئی (قابل ذکر) عمل نہیں ہے جو میں نے موسلا دھار بارش میں اپنے گھوڑے کو ڈھال بناتے ہوئے صبح کے انتظار میں گزار دی، یہاں تک کہ صبح ہوئی اور ہم نے کفار پر چڑھائی کی۔" (الجہاد از ابن مبارک ص۳۰)

اس میدان میں میرے استاد (عبد العزیز علی) اکثر کہا کرتے تھے: عبد اللہ میری ٹانگیں درد کرتی ہیں۔ میرا خیال ہے میں دوسری ٹانگیں لگوا کر بعض معرکوں میں داخل ہوں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کر دے۔

ہمارے سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس میدان میں اعلیٰ اور اونچی مثالیں قائم کی ہیں:

یہ مجزاۃ بن ثور السدوسی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ انھوں نے سو کافر مبارزت کی دعوت دے کر قتل کیے اور معرکے کی زمین پر جتنے کافر قتل کیے وہ اس کے علاوہ ہیں۔

یہ براء بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے مختلف کافروں کے قتل میں شرکت کے علاوہ ۹۹ رؤسائے کفار خود قتل کیے۔ انھوں نے مرزبان الزارہ کو دعوت مبارزت دی اور اسے قتل کر کے اس کا ترکہ حاصل کیا جو تیس ہزار کو پہنچتا تھا۔ (المغنی مع شرح کبیر جلد دہم صفحہ ۲۹۴)

یہ بیس بائیس سالہ افغانی نوجوان عبد المصور ہے۔ وہ مجھ سے کہتا ہے میں نے

وسط کابل میں ۲۹ کمیونسٹوں کو خود چھری سے ذبح کیا ہے اور ان کے علاوہ بیشمار کمیونسٹوں کو کلاشن کوف سے قتل کرنے میں شریک ہوا ہوں۔

سوم: مرابط (سرحدوں کی نگرانی کرنے والا) دشمنوں کو ڈرانے، شہروں کی حفاظت کرنے اور سرحدوں کی صیانت کی خاطر پہرہ دیتا ہے۔ وہ اپنی جان پر ستم برداشت کرتا ہے اور لوگوں کے لیے امن حاصل کرنے کی خاطر دن رات مصیبت میں پڑا رہتا ہے۔ اللہ کے اس راستے میں کتنی کڑواہٹیں اسے گھونٹ گھونٹ کر کے پینی پڑتی ہیں۔ تاکہ اس کے پیچھے مسلمان نیند اور کھانے کی مٹھاس سے لطف اندوز ہو سکیں!

وہ اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر پہاڑوں میں جا بستا ہے، حالانکہ اس کے گھر والے کھانے اور لباس کو ترس رہے ہوتے ہیں، بلکہ ان کے لیے اس کی جدائی، اس کی محبت و الفت سے محرومی اور اس کی رعایت و نگرانی اور تربیت سے محروم ہونا ہی بہت ہے۔

یہ سب کچھ کس لیے؟ محض اس لیے کہ وہ اپنے خاندان جیسے ہزاروں اور لاکھوں خاندانوں کی حفاظت کر سکے۔ وہ امتِ مسلمہ کو سعادت، عزت اور حقیقی زندگی بہم پہنچانے کے لیے جانے کتنی بار روزانہ موت کا سامنا کرتا ہے۔

وہ لوگوں کی نیند کی خاطر پوری پوری رات جاگتا ہے اور مسلمان کی خوشی کی خاطر حزن وبلا میں مبتلا رہتا ہے۔ ایسے عالم میں اس کی بندوق کی آواز اس کا دل پسند نغمہ بن جاتی ہے اور اللہ اکبر کی گونج اس کا پسندیدہ ترانہ۔

میرے دوستو! میدان میں آؤ! تمھیں اندازہ ہوگا کہ وہ دن کتنے خوبصورت ہوتے ہیں جو تم مجاہدین کے درمیان گزارتے ہو۔ ان میں سے ہر ایک اپنی اینٹی ایئر کرافٹ "دہ شکہ" یا "زکویک" کا پہرہ سنبھالنے اپنے اپنے پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاتا ہے اور جب رات چھا جاتی ہے تو محیط اندھیرے کی خاموشی کو کاٹتی ہوئی صدائے تکبیر وادی وادی کا ترانہ بن جاتی ہے۔ ٥

ایک رات میں سفید کوہ کے نزدیک کوہ سلیمان پر سو رہا تھا کہ رات کے کسی حصے میں میرے پہلو کے قریب سے دہشتکی خوفناک اور بلند ہوتی ہوئی آواز مجھے نیند سے بیدار کر گئی۔ میں نے فوراً اپنا اسلحہ سنبھالا۔ اسی وقت میرے ساتھ سویا ہوا شیخ ابوالحسن بھی جاگ اُٹھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک افغان نوجوان ہمارے خوف اور گھبراہٹ کو دور کر رہا ہے اور ہمارے دلوں کو اطمینان دلانے والی باتیں کر رہا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا فکر نہ کیجیے۔ پریشان مت ہوئیے!"

میں نے اس نوجوان کی طرف دیکھا۔ اس نے پھٹے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر ابوالحسن نے تقریباً روتے ہوئے کہا: "یہ بھوک کے شبر ہیں۔ پورا عالم اسلام ان کے بارے میں جواب دہ ہے!"

یہ اور اس قسم کے نوجوانوں کے گزشتہ آٹھ سال ایسے ہی واقعات اور مسائل کا سامنا کرتے گزر گئے ہیں۔ انھوں نے کبھی اپنے کمانڈر سے ایک درہم تک وصول نہیں کیا.... وہ صابر ہیں اور آخرت سے ڈرتے ہیں۔ وہ اپنے رب سے رحمت کی امید رکھتے ہیں اور پہرہ دے کر ثواب حاصل کرنے کی امید میں رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

۱۔ عن سھل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: رباط یومٍ فی سبیل اللہ خیرٌ من الدنیا وما علیھا، وموضع سوط احدکم فی الجنۃ خیر من الدنیا وما علیھا، والروحۃ یروحھا احدکم فی سبیل اللہ اُو الغدوۃ خیر من الدنیا وما علیھا.

(سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے راستے میں ایک روز پہرہ دینا پوری دنیا اور اس کے اوپر جو کچھ بھی ہے سب سے بہتر ہے، جنت میں تم

میں سے کسی کا کوڑے برابر جگہ حاصل کرنا دنیا اور دنیا کی چیزوں سے زیادہ بہتر ہے اور اللہ کے راستے میں گزاری گئی تمہاری ایک صبح یا ایک شام پوری دنیا وما فیہا سے بہتر ہے) (یہ حدیث امام بخاری نے اخراج کی)

۲۔ عن فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما من میّت یموت الا ختم علی عملہ إلا من مات مرابطا فانہ ینمولہ عملہ الی یوم القیمۃ، وأمن من فتنۃ القبر۔

(حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بھی کوئی شخص مرتا ہے، اس کے عمل پر (خاتمے کی) مہر لگا دی جاتی ہے سوائے اس کے کہ جو پہرہ دیتے ہوئے شہید ہو جائے۔ اس کا عمل قیامت تک نمو پاتا رہتا ہے اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہتا ہے)

اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے بھی انہی معنوں کی ایک حدیث بیان کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث "حسن صحیح" ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرابط کے فتنۂ قبر سے محفوظ رہنے کی علت اپنے اس قول میں واضح فرمائی ہے کہ:

۳۔ کفی ببارقۃ السیوف فوق رأسہ فتنۃ۔

(تلواروں کی بجلیوں کا اس کے سر پر چمکنا ہی اس کے فتنے (آزمائش) کے لیے کافی ہے) (یہ حدیث حسن ہے اور اسے امام نسائی نے روایت کیا ہے)

۴۔ عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من رابط لیلۃ فی سبیل اللہ کانت لہ کالف لیلۃ صیامہا وقیامہا۔

(حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جس نے ایک رات اللہ کے راستے میں پہرہ دیا اس کو ایک ہزار راتوں کے صیام وقیام کے برابر ثواب ہوگا)

(یہ حدیث ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اخراج کی۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی)

بعض اوقات انسان اس ثواب عظیم پر حیران ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے محض پہرہ دینے والے کے لیے طے کر رکھا ہے۔ ایک دن کا ثواب ہزار دنوں کے برابر۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ مجاہد اور مرابط (پہرہ دینے والا) بعض اوقات ایک رات میں اتنی مشقت اور تکلیف برداشت کرتے ہیں کہ انھیں گھر میں گزاری گئی ہزار راتوں میں ایسی تکلیف سے پالا نہیں پڑا ہوتا۔

ایک رات میں کابل سے واپسی پر کوئٹہ کے راستے میں تھا کہ سردی بے تحاشا بڑھ گئی، یہاں تک کہ میں نماز فجر پڑھنے کے لیے گاڑی سے اترتے ہوئے ڈر رہا تھا۔ اس روز میں نے اپنی قوت برداشت کو استعمال کرتے ہوئے جو نماز پڑھی وہ میری زندگی کی مختصر ترین نماز تھی۔ یہ نماز حقیقت میں مجھ پر گھر کی ہزار نمازوں سے زیادہ بھاری تھی، اس سردی کی وجہ سے، جو جوڑ جوڑ کاٹے دے رہی تھی، کوئٹہ پہنچتے پہنچتے مجھے شدید مرض اسہال لاحق ہوگیا۔

ایک روز میں دسمبر کے دنوں میں پکتیا (جاجی) میں تھا۔ اس روز میں نے پہلی بار دیکھا کہ جو نیم گرم پانی وضو کے لیے استعمال کیا جاتا تھا وہ چہروں پر فوراً جم جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس پانی نے استاد سیاف کی داڑھی کے بالوں کو برف کے باریک باریک تاروں میں تبدیل کر دیا ہے۔ پس اسی وقت مجھے مجاہد اور مرابط کے ثواب عظیم کے راز کا پتہ چل گیا۔

مرابط مسلمانوں کے صیام و قیام کے لیے امن مہیا کرتا ہے اور اللہ کے حکم سے ان کے دین اور ایمان کی حفاظت کرتا ہے:

وقاتلوھم حتّٰی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلّہ للّٰہ۔

(انفال: ۳۹)

(اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نابود ہو جائے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لیے ہو جائے)

کفر فتنہ ہے اور مرابطین اور مجاہدین اس فتنے سے شعائر اسلامی اور عبادت گاہوں کو گر جانے اور مٹ جانے سے بچاتے ہیں۔

۲۔ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا۔

(الحج: ۴۰)

(اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے، تو گرجے، کلیسا عبادت خانے اور وہ مسجدیں تباہ ہو جائیں جن میں اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے)

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مرابط کو ان سب لوگوں کی نمازوں اور روزوں کا ثواب بھی ملے گا جن کی وہ حفاظت کرتا ہے۔ طبرانی نے اچھی (جیّد) اسناد سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

۳۔ سُئِلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَجْرِ الرِّبَاطِ فَقَالَ: مَنْ رَابَطَ لَيْلَةً حَارِسًا مِنْ وَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ لَهُ اَجْرُ مَنْ خَلْفِهِ مِمَّنْ صَامَ وَصَلّٰى۔ (الترغیب والترہیب جلد دوم صفحہ ۲۴۵)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرحدوں کی حفاظت کے اجر کے بارے

میں پوچھا گیا۔ فرمایا: جس نے ایک رات مسلمانوں کے عقب میں پہرہ دیتے ہوئے گزار دی اسے اپنے پیچھے ہر نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے کا ثواب ملے گا)

چہارم: مجاہد اللہ تعالیٰ سے ثواب عظیم کی امید رکھتا ہے اور جہاد کا اجر رباط کے اجر سے بھی زیادہ ہے کیونکہ جہاد کی مشقت رباط کی مشقت سے زیادہ ہوتی ہے۔

حقیقت میں مجاہد کی بندوق کی نال کا چھوٹا سا دہانہ مسلمانوں کی سربلندی اور ان کی قیمتی جانوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اندھیری راتوں میں اس کی گولی بجلی کی طرح دور تک پھیل جانے والا شعلہ بن کر اندھیرے کی وحشتوں کو امن اور اطمینان سے بدل ڈالتی ہے۔ دشمن پر ہماری ہیبت اس جنگ اور قتال کے بغیر طاری نہیں ہو سکتی۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا۔ (النساء: ۸۴)

(پس (اے نبیؐ!) اللہ کے راستے میں لڑو۔ تم پر اپنے علاوہ کسی کی ذمہ داری نہیں ہے البتہ مومنین کو لڑنے کی ترغیب دو۔ ممکن ہے اللہ کفر کرنے والوں کا زور توڑ دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا زور سب سے زیادہ اور اس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے)

ایک مجاہد جہاد کر کے جو ثواب اور اجر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ وہی ہے جو اس نے بعض احادیث میں سن رکھا ہے مثلاً:

عَنْ أَبِي عَبْسٍ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَرَّمَهُمَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى النَّارِ۔

(ابوعبس عبدالرحمن بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کسی شخص کے) جو قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہوئے اللہ عز و جل نے ان پر آگ حرام کردی) (یہ حدیث امام بخاری نے روایت کی)

اور ایک مجاہد آگ سے نجات کے علاوہ اور کیا چاہتا ہے! اسی سے بچنے کے لیے تو وہ شہادت کی تمنا کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مجاہدین کی سوسائٹی میں فضیلت کا معیار زیادہ جنگیں، زیادہ معرکے، زیادہ شجاعت اور میدانِ جنگ کی زیادہ مصیبت ہوتی ہے۔

وہ افغان قبائل جو شہداء پیش نہیں کر پائے اپنے آپ میں شرمندہ و نادم رہتے ہیں اور اپنے قبیلے کے زیادہ سے زیادہ جوان شہید ہونے کے لیے بھیجتے ہیں۔ جہاد لوگوں کی حقیقی قدر و قیمت واضح کرتا ہے اور صبر، بہادری اور ابتلاء و مصیبت کے اعتبار سے انھیں مختلف درجوں میں تقسیم کرتا ہے۔

میں نے صدیق چکری کو دیکھا، اس نے ایک آپریشن پر جاتے ہوئے عین موقعے پر مطیع اللہ کو گاڑی سے اتار دیا تو وہ رونے لگا۔ میں حیران ہوا کہ یہ مجاہد جو سات سال سے معرکوں میں شرکت کر رہا ہے ایک معرکے میں پیچھے رہ جانے پر کیسے رو رہا ہے!

پنجم: عبادتوں کی اچھائیاں میدانِ جہاد میں اور زیادہ ہو جاتی ہیں، چنانچہ حضرت ابوسعید سے مرفوعاً ایک حدیث میں ہے کہ:

مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ بَاعَدَ اللهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔

(جس نے ایک روز اللہ کے راستے میں روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم کی آگ سے ۷۰ سال (کے فاصلے پر) دور کردے گا) (متفق علیہ)

کیونکہ میدانِ معرکہ کا روزہ نفس پر زیادہ گراں ہوتا ہے، اسی لیے خدائے بزرگ و برتر اس کا اجر و ثواب کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ روزہ نفس کی تہذیب کرتا ہے اور جہاد اس

کو پالش کر ڈالتا ہے۔ اور ارض رباط پر ذکر اور عبادات جتنی زیادہ ہوتی جاتی ہیں نفس انسانی کی صفائی اور شفافیت بھی اسی قدر بڑھتی رہتی ہے۔ میں نے معرکۂ کارزار میں دیکھا کہ بعض نوجوان میرے پیچھے تراویح پڑھتے پڑھتے رو پڑتے حالانکہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ انھوں نے کبھی عام نماز میں ایک آنسو بھی بہایا ہوگا۔ کیونکہ میں نے اکثر انھیں ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہوئے ہی دیکھا تھا، لیکن میدانِ کارزار کا خوف خصوصاً گرم معرکے کی طرف جانے سے پہلے تیاری کے وقت روحِ شجاعت رونگٹوں تک کو جھنجھوڑ ڈالتی ہے اور روحِ ایمان کو بیدار کر ڈالتی ہے اور جہاد کی پاکیزہ فضاؤں میں دل شفاف ہوکر نکھر جاتے ہیں اور پھر ان پر فیضانِ الٰہی کا نزول ہونے لگتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ مردوں کی قدر و قیمت عمل کی فضا میں زیادہ واضح ہوکر سامنے آتی ہے۔ کتنے ہی چھوٹے لڑکے ہیں جو نظروں میں بڑے ہو گئے ہیں اور کتنے ہی بڑے ہیں جو گرد و غبار میں اٹے ہوئے ان بہادروں کی قربانیاں دیکھ کر اپنی قدر و قیمت کو ہوا میں تحلیل ہوتا اور اپنے قد کو گھٹتا محسوس کرتے ہیں۔

پھر میدانِ جہاد میں جس طرح روزے کا ثواب زیادہ ہو جاتا ہے، اسی طرح نماز کا ثواب بھی کئی گنا ہو جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِشِعْبٍ فِیْ عُیَیْنَةٍ مِنْ مَاءٍ عَذْبَةٍ فَاَعْجَبَتْهُ لِطِیْبِهَا فَقَالَ: لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِیْ هٰذَا الشِّعْبِ وَلَنْ اَفْعَلَ حَتّٰی اَسْتَاْذِنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ سَبْعِیْنَ عَامًا، اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ وَیُدْخِلَکُمُ الْجَنَّةَ؟

اُغْزُوا فِي سَبِيْلِ اللهِ، مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيْلِ اللهِ فَوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابیٔ رسولؐ رضی اللہ عنہ ایک گھاٹی میں میٹھے پانی کے ایک چشمے کے پاس سے گزرے۔ اپنے میٹھے پانی کے ذائقے کی وجہ سے یہ چشمہ انھیں بہت پسند آیا۔ انھوں نے اپنے دل میں کہا اگر میں نے کبھی گوشہ نشینی اختیار کی تو اس گھاٹی میں قیام کروں گا لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کروں گا، چنانچہ انھوں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا: ایسا نہ کرو! تم میں سے کسی کا اللہ کے راستے میں ایک روز قیام کرنا یا ٹھہرنا اس کی گھر میں ادا کی گئی ستّر سالہ نمازوں سے بہتر ہے۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخش دے اور جنت میں داخل کردے۔ اللہ کے راستے میں لڑو! جس نے اونٹنی کے دو دودھوں کے درمیانی عرصے تک جنگ کی اس کے لیے جنت واجب ہوگئی) (یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے اور اسے "حدیث حسن" کہا ہے)۔

یہ ایک احسانِ عظیم ہے جو خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے کردے۔ جہاد اور عبادت کی محبّت بہت بڑی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ مؤمن دلوں کو اللہ تعالیٰ ایمان کی محبت عطا کرتا ہے اور ایمان کو (دلوں کو لبھانے کے لیے) خوبصورت بنا دیتا ہے:

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ

هُمُ الرَّاشِدُونَ۔ (الحجرات: ۷)

(اور جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسولؐ موجود ہے۔ اگر وہ اکثر امور میں تمہارے مشورے پر عمل کرے گا، تو تم راستہ بھٹک جاؤ گے، لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دی ہے اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے اور تمھیں کفر، فسق اور نافرمانی سے نفرت عطا کی ہے، ایسے ہی لوگ صحیح راستے پر چلنے والے ہیں)

یعنی جہاد کی محبت انسان کے آرزوئیں کرنے، یا اجتہاد استعمال کرنے یا جہاد کا مطالعہ کرنے سے نہیں آتی، بلکہ وہ تو شروع سے لے کر آخر تک محض اللہ کا فضل ہے۔

۲- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (المائدة: ۵۴)

(اے ایمان لانے والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرے گا، تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسے لوگ لے آئے گا جو اس کے پسندیدہ ہوں گے اور جو اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ مؤمنین کے لیے نرم مزاج ہوں گے۔ اور کفّار پر ہیبت و رعب رکھنے والے عزّت دار۔ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دے ڈالتا ہے اور اللہ وسعتوں والا ہے اور جانتا ہے)۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اکثر دُہرایا کرتے تھے مجھ سے کوئی چیز نہیں ہے (یعنی

مجھ سے کوئی خاص عمل سرزد نہیں ہوا) اور میری کوئی چیز نہیں ہے (یعنی میں کسی اجر کا حقیقی مستحق نہیں ہوں)۔

ابن تیمیہؒ نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا تو ان کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ وہ تاتاری حکمران قازان کے سامنے اپنے جلیل القدر، باوقار اور ربانی مؤقف پر ڈٹ گئے۔ جب تاتاری حاکم دمشق کے اطراف میں پہنچا، تو انھوں نے لوگوں کو اس کے مقابلے پر پکارا۔ ان کی دعوت کے جواب میں امرا نے سستی دکھائی، تو انھوں نے خود معرکۂ شقحب رمضان ۷۰۲ھ کی قیادت کی۔ وہ قسم کھایا کرتے تھے کہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں کامیابی عطا کر دی۔

ششم: جو چیز مجاہدین کو رستے کے مصائب جھیلنے اور معرکے کی ہولناکیوں کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ بخشتی ہے وہ شہادت کا شوق اور شہادت کا ثواب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ مَعْدِ يْكَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِلشَّهِيْدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَهُ فِيْ أَوَّلِ دَفْعَةٍ مِّنْ دَمِهٖ وَيَرَى مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَيُوْضَعُ عَلٰى رَأْسِهٖ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوْتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَفِيْ رِوَايَةِ أَحْمَدَ يُزَوَّجُ اِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ زَوْجَةً مِّنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَيُشَفَّعُ فِيْ سَبْعِيْنَ مِنْ أَقَارِبِهٖ۔

(حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس چھ چیزیں ہیں۔ اس کے خون کا پہلا قطرہ بہتے ہی اسے معاف کر دیا جائے گا۔ وہ (شہید

ہوتے ہی) جنت میں اپنا مقام دیکھ لے گا۔ وہ عذاب قبر سے محفوظ رکھا جائے گا۔ وہ (قیامت کے دن کی) عظیم ہولناکی سے بچا رہے گا۔ اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا (جس کا ایک ایک یاقوت دنیا و ما فیہا سے زیادہ قیمتی ہوگا)

امام احمد کی روایت میں ہے کہ بڑی بڑی آنکھوں والی ۷۲ (بہتّر) حوریں اس کے نکاح میں دے دی جائیں گی۔ اور وہ اپنے ۷۰ (ستّر) اقارب کی شفاعت کر سکے گا۔ (یہ حدیث ترمذی نے روایت کی اور "یہ حسن" حدیث ہے)

اس عظیم ثواب کے بعد انسان کس چیز کا انتظار کرتا رہتا ہے؟ کیا وہ گاڑیوں کے پہیوں کے نیچے آنے والی موت کا انتظار کر رہا ہے! یا وہ ذیابیطس، جلطہ، شریانوں کے کھنچاؤ اور ہڈیوں کے گودے کو ختم کر کے جسم کو کھا جانے والے امراض میں مبتلا ہو کر شکست رو موت کا انتظار کر رہا ہے؟ جب اس کی ساری قوت ذرہ ذرہ آلام کھا جائیں گے ؎

فَمِنَ الْعَجْزِ اَنْ تَمُوْتَ جَبَانًا فَاِذَا لَمْ يَكُنْ مِنَ الْمَوْتِ بُدٌّ

(سوائے موت کے چارہ ہی نہ ہو تو حیف ہے بزدلی کی موت مرنا)

موت تو ایک ہی بار آنی ہے، چنانچہ کوشش کرو کہ خدا کی راہ میں آئے۔ اگر تم شہادت کے مستحق ہوئے تو اللہ تمہیں شہادت کے لیے منتخب کرے گا۔

وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ط (آل عمران : ۱۴۰)

(تاکہ) تم میں سے کچھ شہید چھانٹے)

یہ (شہادت) ایسی منزل ہے جس پر معرکوں میں حصہ لینے والے سارے لوگ نہیں پہنچ پاتے، بلکہ شہادت تو اللہ واحد و قہار کا انتخاب و اختیار ہے ؎

عزتوں کی زندگی جی، عزتوں کی موت مر عزتیں نیزوں کی اندھی نوک میں ہیں سر بسر

عزتوں کی زندگی چاہے تو اے میرے پیسر   زندگی میدان کے نعروں میں کر لیتا بسر

اللہ کا حکم تھا کہ خالدؓ کو معرکے کی زمین پر موت نہ آنے پائے تاکہ بزدلوں کو یقین ہو جائے کہ لڑائی سے لکھی ہوئی مدت کم نہیں ہو جاتی۔ انھوں نے فرمایا: میں نے تقریباً سو جنگوں میں حصہ لیا۔ اور میرے جسم میں بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں تلوار کی ضرب، نیزے کا پھل یا تیر کا زخم نہ لگا ہو، مگر ہائے افسوس! کہ آج میں بستر پر ایسے مر رہا ہوں جیسے اونٹ سسک سسک کر مرتا ہے۔"

بزدلوں کی آنکھوں کو نیند نہ آئے۔ جنت نفس کی خواہش و آرزو اور اس کی سعی جہاد اور رضا کی انتہا ہوتی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ۔

(حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ فرمایا پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت کے دروازے تلواروں کے سائے کے نیچے ہیں) (یہ حدیث امام مسلم نے مختصر صحیح مسلم ص ۱۰۹۶ پر اخراج کی)

اور آخر میں یہ کہ وہ لوگ جن کو امت مسلمہ، اور اسلامی سوسائٹی کی تعمیر اور عالم بشریت کی صحیح سمت میں قیادت کے لیے تیار کیا جاتا ہے ضروری ہے کہ وہ شدائد اور مصائب کے امتحانوں سے گزریں، محنتوں کے تنور میں رنگ پکڑیں اور فتنہ اور راستے کی ہولناکیوں کی حرارت میں پک کر پوری طرح تیار ہو جائیں، چنانچہ وہ لوگ جو نسلوں کی تربیت اور اس کی قیادت کے بارے میں سوچتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ دعوت کے سلسلے میں اللہ کی وحی (قرآن مجید) کا مطالعہ کریں اور نظریات کے غلبے کے بارے میں اس کے قانون پر غور کریں۔

اللہ کا قانون:

اللہ کا قانون یہ ہے کہ نظریاتی لوگوں (اہلِ عقیدہ حضرات) کے لیے امتحان اور آزمائش سے گزرے بغیر چارہ نہیں:

الٓمّٓ ﴿ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ٥ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ٥ (العنکبوت:۱ تا ۳)

(ا۔ل۔م۔ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ "آمنّا" کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے اور ان کو آزمایا نہیں جائے گا۔ ہم ان سے پہلے والوں کو بھی آزما چکے ہیں اور ہمیں اب بھی یہ ضرور دیکھنا ہے کہ کن لوگوں نے راستی اختیار کی اور کون لوگ جھوٹے ہیں)

ان کو جاننا چاہیے کہ رفاہیت و تعیّش اور نعمتوں کے درمیان میں کروٹیں لینا انسانی قوّت کو اسی طرح آہستہ آہستہ چاٹ جاتا ہے جس طرح لکڑی کا کیڑا لکڑی کو ختم کر ڈالتا ہے، لیکن جب نفس زہد اور مشقت کی زندگی گزارتا ہے، تو بڑے بڑے حادثوں کا سامنا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ پھر جب زمانہ اسے سینے سے بھینچ کر کچل دینا چاہتا ہے، تو وہ بڑی بڑی مصیبتیں برداشت کرنے کے قابل ہو چکا ہوتا ہے۔ آپ کے لیے افغانی عوام کی مثال ہی کافی ہے۔ جنھوں نے بے شمار مصیبتوں کا سامنا کیا لیکن ان مصیبتوں کے باوجود یکے بعد دیگرے کئی سالوں تک کامیاب مزاحمت کی ایسی مثال بھی زمانے نے کبھی نہیں دیکھی، بلکہ افغان مجاہدین صابر و قانع رہ کر آج بھی جہاد جاری رکھنے کا عزمِ صمیم کیے نظر آتے ہیں۔

کابل کے ایک مجاہد کمانڈر صلاح الدین ثاقب نے مجھے بتایا کہ اس کے گھرانے سے ۱۷ افراد شہید ہو چکے ہیں اور اب اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے

دنیا میں کوئی چیز باقی نہیں بچی۔ میں نے اشارۃً انھیں بعض افغان ذمہ دار رہنماؤں کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا۔ کہنے لگے "میں کسی کی طرف رجوع نہیں کروں گا"۔ وہ آدھی رات تک میرے پاس بیٹھے رہے۔ میں نے کہا۔ "چلیے میں آپ کو گاڑی میں گھر چھوڑ آؤں"۔ کہا "میری گاڑی کبھی مجھ سے جدا نہیں ہوئی"۔ اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنی ٹانگوں کی طرف اشارہ کیا۔

یہ نوجوان جس نے کابل کا چپہ چپہ ہلا کر رکھ دیا ہے، جسے معرکے کی زمین پر دس سال گزر گئے ہیں، فقر نے جسے دانتوں سے پکڑ رکھا ہے، لیکن اس سب کچھ کے باوجود اس کی عزت و خودداری آج بھی اس کے سر پر سایہ فگن ہے۔ اس نے زمانے کی تند آندھی کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا ہے، اس کے نیزے کی انی آج بھی سلامت و مضبوط ہے اور پہاڑوں کو ہلا دینے والے ناگہانی حالات کے سامنے کبھی نہیں مڑی:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝ (آل عمران: ۱۴۲)

(کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ (ایسے ہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ اللہ نے ابھی یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون جہاد کرتے ہیں اور کون صبر کرنے والے ہیں)

جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بشیر بن الخصاصیۃ سے فرمایا جب وہ اسلام پر بیعت کرنے کے لیے آئے اور کہا کہ میں جہاد اور صدقے کے علاوہ ان سب امور پر آپ کی بیعت کرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا بُشَيْرُ! لَا صَدَقَةَ وَلَا جِهَادَ؟ فَبِمَ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ؟

(اے بشیر! نہ صدقہ نہ جہاد، تو تم جنت میں کس بنیاد پر داخل ہو گے)

(یہ حدیث حسن ہے)

مسئلہ کثرت نصوص کا نہیں ہے اور نہ آیات اور حدیثوں کی زیادتی کا ہے، بلکہ یہ سارا معاملہ محض اللہ کی توفیق پر منحصر ہے، جو آنکھیں کھول دیتی ہے تو احکام کا پتہ خود بخود چل جاتا ہے:

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(البقرۃ: ۲۱۳)

(پھر جس حقیقت کے بارے میں سب لوگ اختلاف میں پڑ گئے تھے اللہ نے اپنے حکم سے ایمان لانے والوں کو اس میں حق کی راہ دکھادی اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دے دیتا ہے)

کبھی دل دوبارہ بیمار ہو جاتے ہیں اور فطرت سلیمہ اندھی ہو جاتی ہے تو دل کے آئینے میں اشیاء کی صورتیں اپنی حقیقت کے ساتھ نمایاں نہیں ہو پاتیں۔ کبھی آدمی کو اچھائی برائی نظر آتی ہے اور کبھی برائی اچھائی۔ کبھی دلوں کو شہوت کی بیماری لگ جاتی ہے اور کبھی نفس حرص و ہوا کے پیچھے چل کر اپنا راستہ کھو کر بیٹھتا ہے ؎

کبھی آشوب کے باعث یہ آنکھیں ضیائے شمس سے نظریں چرائیں
کبھی ایسی بھی ہو جاتی ہے حالت وہی کڑوا لگے جو منہ سے کھائیں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○ (انعام: ۱۰۴)

(تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرتیں آچکی ہیں۔ اب جو کوئی انھیں دیکھ (کر عبرت پکڑ) لے گا تو وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو ان سے اندھا بنا رہے گا (گویا کہ اس نے انھیں دیکھا ہی نہیں) تو اس کی یہ کور چشمی

اسی پر پڑے گی اور میں تمھارا (پہریدار یا) محافظ نہیں ہوں)

علامہ مجاہد نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عبرت کی آنکھ عطا کرے، تاکہ وہ ان واقعات سے جو اللہ نے ہماری طرف نازل کیے ہیں، عبرت پکڑے اور پھر یہ بصیرت دلوں میں معرفت وادراک کے چشمے جاری کردے، ہاں یہ چیز واقعی کسب، یا تعلیم سے حاصل نہیں کی جاسکتی، بلکہ یہ تو ان کے دین اور اس کی کتاب کا فہم ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس کی بصیرتِ قلب کے مطابق عطا کرتا ہے۔ پھر یہ بصیرت دل کی زمین پر سچی فراست کا بیج ہوتی ہے۔ سچی فراست جو اللہ کا نور ہے اور اللہ اسے قلب میں صرف اس لیے القاء کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعے حق و باطل میں تمیز کی جاسکے اور سچ جھوٹ کو الگ الگ کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ۝ (الحجر: ۷۵)

(بے شک اس میں خردمندوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں)

ترمذی میں ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے جس میں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ فرمایا:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ، فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ قَرَأَ قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ "إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ"

(مومن کی فراست سے بچو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تلاوت کیا۔ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ

(اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں)

فضیلتِ رباط:

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : رِبَاطُ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ خَیْرٌ مِنْ صِیَامِ شَھْرٍ وَقِیَامِہٖ، وَاِنْ مَاتَ جَرٰی عَلَیْہِ عَمَلُہُ الَّذِیْ کَانَ یَعْمَلُہٗ وَاُجْرِیَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ وَاَمِنَ الْفَتَّانَ۔

(حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ ایک دن اور رات تک پہرہ دینا ایک ماہ تک روزے رکھنے اور قیام کرنے سے بہتر ہے، اور اگر کوئی اس دوران میں مر جائے، تو اس کا یہ عمل جو وہ آخری وقت کر رہا تھا جاری رہتا ہے، اس کا رزق اس کو ملتا رہتا ہے اور وہ منکر نکیر کی پرسش سے بچ جاتا ہے) (مختصر صحیح مسلم ص ۱۰۷۵)

منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو میت سے سوال و جواب کے لیے نازل ہوتے ہیں۔
اب بھلا اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ کسی کا عمل قیامت تک جاری رہے؟
اور مجاہد کے عمل کا دیوان تو مرنے کے بعد بھی ختم نہیں ہوتا۔

۴۔ صحیح حدیث میں ہے : رِبَاطُ شَھْرٍ خَیْرٌ مِنْ صِیَامِ دَھْرٍ وَمَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمِنَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ وَغُدِیَ عَلَیْہِ بِرِزْقِہٖ، وَرِیْحٌ مِنَ الْجَنَّۃِ، وَیَجْرِیْ عَلَیْہِ اَجْرُ الْمُرَابِطِ حَتّٰی یَبْعَثَہُ اللّٰہُ۔

(ایک مہینے کا رباط صیام الدہر سے بہتر ہے اور جو رباط کے فرائض سرانجام دیتا ہوا اللہ کے راستے میں مر جائے وہ (قیامت کے دن کی) عظیم گھبراہٹ سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس کا رزق جاری رہتا ہے اسے جنت کی ہوا پہنچتی رہتی ہے اور جب تک اللہ اس کو دوبارہ نہیں اٹھاتا اس کو رباط کا ثواب ملتا رہے گا)

(یہ حدیث "صحیح" ہے جسے طبرانی نے صحیح الجامع صفحہ ۳۴۷۲ پر روایت کیا ہے)

ہمارے رب کا کرم کتنا عظیم ہے! ایک ماہ کا رباط ساری عمر روزے رکھنے سے بہتر ہے۔ اس فرمان کے بعد بھلا نوجوان ایسا عظیم ثواب چھوڑ کر کہاں جاتے ہیں؟ اور اپنی تعطیلات سیر سپاٹے اور تفریح میں کیسے گزارتے ہیں؟ قیامت کے دن اُن سے اس کا یقیناً حساب لیا جائے گا۔ بھلا وہ اپنی رخصت بلکہ اپنی پوری زندگی، دنیا میں عزت اور آخرت میں رفعت کی خاطر ارضِ رباط پر کیوں نہیں گزارتے؟ یہ زندگی جو لوگوں کی دنیا اور ملائے اعلیٰ میں یکساں حسین یاد اور خوبصورت اور تعریفوں بھرے ذکر سے عبارت ہے۔

قتال کا اجر:

قِیَامُ سَاعَةٍ فِي الصَّفِّ لِلْقِتَالِ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ سِتِّينَ سَنَةً۔

(اللہ کے راستے میں قتال کی خاطر ایک ساعت صف میں کھڑے رہنا ساٹھ سال تک قیام کرنے سے بہتر ہے) (یہ حدیث "صحیح" ہے۔ اسے امام احمد، ترمذی اور حاکم نے ابوامامہ سے روایت کیا۔ سلسلہ احادیث صحیحہ صفحہ ۹۰۲ و صحیح الجامع صفحہ ۴۳۰۵)

جنگ میں نیند کا اجر:

صحیح الجامع صفحہ ۴۰۵۰ پر آیا ہے: اَلْغَزْوُ غَزْوَانِ، فَاَمَّا مَنْ غَزَا اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ تَعَالٰى، وَاَطَاعَ الْاِمَامَ، وَاَنْفَقَ الْكَرِيْمَةَ وَيَاسَرَ الشَّرِيْكَ، وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ مِنَ الْاَرْضِ فَاِنَّ نَوْمَهُ وَنُبْهَهُ اَجْرٌ كُلُّهُ ...... وَاَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَسُمْعَةً وَعَصَى الْاِمَامَ وَاَفْسَدَ فِي الْاَرْضِ فَاِنَّهُ لَنْ يَرْجِعْ

بِالْکِفافِ۔

(لڑائی دو طرح کی ہوتی ہے، جس شخص نے محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر جنگ میں حصّہ لیا، امیر کی اطاعت کی۔ اپنے پاکیزہ مال میں سے خرچ کیا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ نرمی کی اور زمین میں فساد پھیلانے سے اجتناب کیا، اس کا سونا اور اس کا جاگنا سارے کا سارا اجر و ثواب ہے اور جس نے فخر کر کے اور دکھاوا کر کے یا شہرت کی خاطر جنگ میں حصّہ لیا اور امام کی نافرمانی کی اور زمین میں فساد پھیلایا وہ خالی ہاتھ لوٹے گا)

(یہ حدیث "حسن" ہے اور اسے امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور حاکم نے معاذ سے روایت کیا ہے)

یعنی حدیث میں بیان کی گئی درج ذیل پانچ شرائط کے ساتھ اس کی نیند اور اس کا قیام سب کا سب اجر اور ثواب بن جاتا ہے:

۱۔ اعلائے کلمۃ کی نیتِ خالص کرنا۔

۲۔ امیر کی اطاعت کرنا کیونکہ جنگ میں امیر کی اطاعت واجب ہوتی ہے، جیسا کہ امام سرخسیؒ نے فرمایا کہ یہ اطاعت ایسی ہونی چاہیے جیسی کہ عورت کی اطاعت اپنے شوہر کے لیے اور غلام کی اطاعت اپنے امیر و آقا کے لیے۔

۳۔ اپنے مال میں سے ستھرا مال خرچ کرنا چاہیے یہ گھوڑا ہو، سونا ہو یا باغ ہو۔

۴۔ ساتھیوں کے ساتھ نرمی اور سہولت سے پیش آنا، یعنی جنگ میں اپنے ساتھیوں اور اپنے کمانڈر کے ساتھ حُسنِ خلق برتنا۔

۵۔ فساد سے اجتناب کرنا: غیبت، چغل خوری اور مالِ غنیمت کے سرقے سے بچنا۔

لیکن اگر وہ دکھاوے کے لیے، امیر کی نافرمانی کرتا رہا اور زمین میں فساد پھیلاتا رہا تو وہ اجر کے بجائے گناہ ہی کما کر لوٹے گا۔

جنت کے درجات مجاہدین کے لیے

بخاری جلد ششم صہ ۹ پر حدیث ہے: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔

(جنت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے سو درجے بنا رکھے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے)

نبوت اور شہادت کا فاصلہ

المسند جلد چہارم ص۱۸۵ پر حضرت عتبہ بن عبد السلمی سے مرفوعاً آیا ہے کہ اَلْقَتْلٰى ثَلَاثَةٌ:

رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى يُقْتَلَ۔ فَذَاكَ الشَّهِيدُ الْمُمْتَحَنُ فِي خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ لَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّونَ إِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ: وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ فَرَقَ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنَ الذُّنُوبِ مِنَ الْخَطَايَا۔ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ، قَاتَلَ حَتّٰى يُقْتَلَ فَتِلْكَ مُصَمْصِمَةٌ مَحَتْ ذُنُوبَهٗ وَخَطَايَاهُ، إِنَّ السَّيْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَايَا وَأُدْخِلَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ، فَإِنَّ لَهَا ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ وَلِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ أَبْوَابٍ، وَبَعْضُهَا أَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ۔ وَرَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ، حَتّٰى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ، قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى يُقْتَلَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ فِي النَّارِ۔ إِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحُو النِّفَاقَ۔

(مقتولین تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ مرد مومن جس نے اپنے جان اور

مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ جب دشمن سے سامنا ہوا تو وہ لڑتا رہا یہاں تک کہ خود قتل ہوگیا۔ یہ وہ شہید ہے جس کا امتحان لیا گیا اور جو عرش کے نیچے خدا کے خیمے میں ہوگا، نبیوں کو اس پر درجۂ نبوت کے علاوہ کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ ایک وہ مردِ مومن جو اپنی جان پر گناہوں اور غلطیوں کے بوجھ سے کانپ اٹھا اور اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکل آیا۔ پھر جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو وہ لڑتا رہا، یہاں تک کہ خود مارا گیا۔ وہ دھل دُھلا کر صاف ستھرا ہو چکا ہے۔ اس کی خطائیں اور گناہ مرٹ چکے ہیں کیونکہ شمشیر گناہوں کو مٹا دینے والی ہے۔ وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے گا داخل ہو جائے گا اور اس کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں اور بعض دروازے دوسرے دروازوں سے بڑھ کر ہیں۔

ایک وہ منافق آدمی جس نے اپنے جان اور مال سے جہاد کیا جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو وہ اللہ کے راستے میں لڑتا رہا یہاں تک کہ خود قتل ہوگیا۔ یہ جہنّم میں جائے گا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹا سکتی) (یہ حدیث دارمی نے اخراج کی اور "یہ حسن" حدیث ہے)۔

جہاد میں عدم شرکت کی سزا:

ابو داؤد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے قوی اسناد کے ساتھ ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ:

مَنْ لَّمْ يَغْزُ اَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا اَوْ يُخَلِّفْ غَازِيًا فِىْ اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔

(جس نے نہ تو خود جنگ میں حصّہ لیا نہ کسی غازی مجاہد کو تیار کیا نہ اس کے پیچھے اس کے اہل وعیال کی خیر خیریت دریافت کی، اسے اللہ تعالیٰ قیامت

سے پہلے ایک بڑی مصیبت سے دو چار کرے گا) (ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔ زاد المعاد جلد سوم تخریج الارناؤوط۔

مجاہد کے لیے مدد الٰہی:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثَلَاثَۃٌ حَقٌّ عَلَی اللّٰہِ عَوْنُھُمْ اَلْمُجَاھِدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالْمُکَاتَبُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْاَدَاءَ وَالنَّاکِحُ الَّذِیْ یُرِیْدُ الْعَفَافَ۔

(تین افراد کی مدد کرنا اللہ پر واجب ہے: مجاہد فی سبیل اللہ، وہ غلام جس نے مکاتبت کا معاہدہ کر رکھا ہو اور اب اپنے مالک کو مال ادا کر کے آزاد ہونا چاہتا ہو، نکاح کا وہ خواہشمند جو عفت کی حفاظت کرنا چاہتا ہو) (یہ حدیث "حسن" ہے۔ احمد، ترمذی اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی)

گولی۔ جنّت کا راستہ:

امام نسائی کی صحیح میں ہے: مَنْ بَلَغَ بِسَھْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَلَہٗ دَرَجَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ۔

۱۔ (جس کو اللہ کے راستے میں ایک تیر بھی لگا اس کو جنت میں ایک درجہ ملے گا) (اب بندوق کی گولی تیر کے قائم مقام ہے)

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ رَمٰی بِسَھْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَھُوَ عَدْلُ مُحَرَّرٍ وَمَنْ شَابَ شَیْبَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَانَتْ لَہٗ نُوْرًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

(جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر چلایا وہ گویا کہ غلام آزاد کرنے والے کے برابر ہے اور جس کے بال اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے سفید

ہو گئے تو یہ (سفیدی) قیامت کے روز اس کے لیے نور بنے گی۔ امام نسائی نے "درجہ" کی تفسیر "سو سال" سے کی ہے) (اسے احمد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور اس کی اسناد صحیح ہیں)

جنگ کی دہشت جہنم سے بچا لیتی ہے:

امام احمدؒ نے اپنی "مسند" جلد ششم صفحہ ۸۵ پر صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مَا خَالَطَ قَلْبُ امْرِئٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔

(کسی شخص کے دل میں اللہ کے رستے میں خوف و دہشت آتے ہی اللہ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے) (دیکھیے زاد المعاد جلد سوم صفحہ ۸)

جہاد اور نیت:

نیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے لیے خالص ہو اور اس میں ریا اور طلب شہرت کا کوئی شائبہ بھی نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضح فرما چکے ہیں کہ مجاہد ماجور (ثواب کا مستحق مجاہد) وہی ہے جس کی نیت عزتوں اور جلالتوں والے خدا کے لیے خالص و صادق ہو اور اس میں لوگوں کے درمیان مشہوری کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ مختصر صحیح مسلم صفحہ ۱۰۰۱ پر ایک حدیث ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! الرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَىٰ مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ أَعْلَىٰ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا اے اللہ کے رسولؐ! ایک شخص
غنیمت کے لیے لڑتا ہے۔ ایک شخص شہرت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص
اپنی اہمیت جتانے کے لیے لڑتا ہے۔ ان میں سے کون اللہ کے راستے میں ہے؟
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑے،
وہی اللہ کے راستے میں (لڑتا) ہے"۔ (مسلم جلد ششم ص۴۶)

۱۰۸۹ ویں حدیث میں ہے: عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
قَالَ: تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فَقَالَ لَهُ: نَاتِلُ اَهْلِ
الشَّامِ اَيُّهَا الشَّيْخُ: حَدِّثْنَا حَدِيْثًا سَمِعْتَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ
رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا
عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ
قَاتَلْتَ لِاَنْ يُقَالَ جَرِيٌّ فَقَدْ قِيْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى
وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَاَ
الْقُرْاٰنَ، فَاُتِيَ بِهٖ، فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ، فَعَرَفَهَا قَالَ: فَمَا
عَمِلْتَ فِيْهَا؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَاْتُ الْقُرْاٰنَ
قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَاْتَ
الْقُرْاٰنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيْلَ۔ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ
عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ
مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَاُتِيَ بِهٖ، فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا

جنت کے درجات۔ مجاہدین کے لیے

بخاری جلد ششم ص۹ پر حدیث ہے: اِنَّ فِی الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔

(جنت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے سو درجے بنا رکھے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے)

نبوّت اور شہادت کا فاصلہ

المسند جلد چہارم ص۱۸۵ پر حضرت عتبہ بن عبد السلمی سے مرفوعاً آیا ہے کہ اَلْقَتْلٰی ثَلَاثَةٌ:

رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰی یُقْتَلَ۔ فَذَاکَ الشَّهِیْدُ الْمُمْتَحَنُ فِیْ خَیْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهٖ لَا یَفْضُلُهُ النَّبِیُّوْنَ اِلَّا بِدَرَجَةِ النُّبُوَّةِ:

وَرَجُلٌ مُؤْمِنٌ قَرَفَ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنَ الذُّنُوْبِ مِنَ الْخَطَایَا۔ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ، قَاتَلَ حَتّٰی یُقْتَلَ فَتِلْکَ مُصْمَصَةٌ مَحَتْ ذُنُوْبَهٗ وَخَطَایَاهُ، اِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا وَاُدْخِلَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ، فَاِنَّ لَهَا ثَمَانِیَةَ اَبْوَابٍ وَلِجَهَنَّمَ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ، وَبَعْضُهَا اَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ۔ وَرَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ، حَتّٰی اِذَا لَقِیَ الْعَدُوَّ، قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یُقْتَلَ، فَاِنَّ ذٰلِکَ فِی النَّارِ۔ اِنَّ السَّیْفَ لَا یَمْحُوا النِّفَاقَ۔

(مقتولین تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ مرد مومن جس نے اپنے جان اور

مال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ جب دشمن سے سامنا ہوا تو وہ لڑتا رہا یہاں تک کہ خود قتل ہوگیا۔ یہ وہ شہید ہے جس کا امتحان لیا گیا اور جو عرش کے نیچے خدا کے خیمے میں ہوگا، نبیوں کو اس پر درجۂ نبوّت کے علاوہ کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ ایک وہ مردِ مومن جو اپنی جان پر گناہوں اور غلطیوں کے بوجھ سے کانپ اٹھا اور اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکل آیا۔ پھر جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو وہ لڑتا رہا یہاں تک کہ خود مارا گیا۔ وہ دھل دُھلا کر صاف ستھرا ہو چکا ہے۔ اس کی خطائیں اور گناہ مرٹ چکے ہیں کیونکہ شمشیر گناہوں کو مٹا دینے والی ہے۔ وہ جنت میں جس دروازے سے چاہے گا داخل ہو جائے گا اور اس کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں اور بعض دروازے دوسرے دروازوں سے بڑھ کر ہیں۔
ایک وہ منافق آدمی جس نے اپنے جان اور مال سے جہاد کیا جب دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو وہ اللہ کے راستے میں لڑتا رہا یہاں تک کہ خود قتل ہوگیا۔ یہ جہنّم میں جائے گا کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹا سکتی) (یہ حدیث دارمی نے اخراج کی اور "یہ حسن" حدیث ہے)۔

جہاد میں عدم شرکت کی سزا:

ابوداؤد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے قوی اسناد کے ساتھ ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ:

مَنْ لَمْ یَغْزُ اَوْ یُجَهِّزْ غَازِیًا اَوْ یَخْلُفْ غَازِیًا فِیْ اَهْلِهٖ بِخَیْرٍ اَصَابَهُ اللّٰهُ بِقَارِعَةٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

(جس نے نہ تو خود جنگ میں حصّہ لیا نہ کسی غازی مجاہد کو تیار کیا نہ اس کے پیچھے اس کے اہل وعیال کی خیر خیریت دریافت کی، اسے اللہ تعالیٰ قیامت

سے پہلے ایک بڑی مصیبت سے دو چار کرے گا) (ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا۔ زاد المعاد جلد سوم تخریج الارناؤوط۔

مجاہد کے لیے مدد الٰہی:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللهِ عَوْنُهُمُ الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْمُكَاتِبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ۔

(تین افراد کی مدد کرنا اللہ پر واجب ہے: مجاہد فی سبیل اللہ، وہ غلام جس نے مکاتبت کا معاہدہ کر رکھا ہو اور اب اپنے مالک کو مال ادا کر کے آزاد ہونا چاہتا ہو، نکاح کا وہ خواہشمند جو عفت کی حفاظت کرنا چاہتا ہو) (یہ حدیث "حسن" ہے۔ احمد، ترمذی اور نسائی نے اسے روایت کیا۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی)

گولی۔ جنّت کا راستہ:

امام نسائی کی صحیح میں ہے: مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَلَهُ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ۔

۔ (جس کو اللہ کے راستے میں ایک تیر بھی لگا اس کو جنت میں ایک درجہ ملے گا) (اب بندوق کی گولی تیر کے قائم مقام ہے)

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَهُوَ عَدْلُ مُحَرَّرٍ وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي سَبِيلِ اللهِ كَانَتْ لَهُ نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(جس نے اللہ کے راستے میں ایک تیر چلایا وہ گویا کہ غلام آزاد کرنے والے کے برابر ہے اور جس کے بال اللہ کے راستے میں لڑتے ہوئے سفید

ہو گئے تو یہ (سفیدی) قیامت کے روز اس کے لیے نور بنے گی۔ امام نسائی نے "درجہ" کی تفسیر "سو سال" سے کی ہے) (اسے احمد، نسائی اور ترمذی نے روایت کیا اور اس کی اسناد صحیح ہیں)

جنگ کی دہشت جہنم سے بچا لیتی ہے:

امام احمدؒ نے اپنی "مسند" جلد ششم ص۸۵ پر صحیح اسناد کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مَا خَالَطَ قَلْبُ امْرِئٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔

(کسی شخص کے دل میں اللہ کے رستے میں خوف و دہشت آتے ہی اللہ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے) (دیکھیے زاد المعاد جلد سوم ص۱۸)

جہاد اور نیت:

نیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے لیے خالص ہو اور اس میں ریا اور طلب شہرت کا کوئی شائبہ بھی نہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واضح فرما چکے ہیں کہ مجاہد ماجور (ثواب کا مستحق مجاہد) وہی ہے جس کی نیت عزتوں اور جلالتوں والے خدا کے لیے خالص و صادق ہو اور اس میں لوگوں کے درمیان مشہوری کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ مختصر صحیح مسلم ص۱۰۸۰ پر ایک حدیث ہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اَلرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِلْمَغْنَمِ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُذْكَرَ، وَالرَّجُلُ يُقَاتِلُ لِيُرَى مَكَانُهُ، فَمَنْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ أَعْلَى فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔

(حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بولا اے اللہ کے رسولؐ! ایک شخص غنیمت کے لیے لڑتا ہے۔ ایک شخص شہرت کے لیے لڑتا ہے اور ایک شخص اپنی اہمیت جتانے کے لیے لڑتا ہے ان میں سے کون اللہ کے راستے میں ہے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑے، وہی اللہ کے راستے میں (لڑتا) ہے)۔ (مسلم جلد ششم ص ۴۶)

۱۰۸۹ ویں حدیث میں ہے: عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ یَسَارٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ فَقَالَ لَهُ: نَاتِلُ اَهْلِ الشَّامِ اَیُّهَا الشَّیْخُ: حَدِّثْنَا حَدِیْثًا سَمِعْتَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰى یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلَیْهِ رَجُلٌ اِسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِهٖ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰى اِسْتُشْهِدْتُ، قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُقَالَ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ، ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهُ، وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ، فَاُتِیَ بِهٖ، فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ، فَعَرَفَهَا قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا؟ قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَاْتُ الْقُرْاٰنَ قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِیُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِیْلَ۔ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِیَ فِی النَّارِ وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهٖ، فَاُتِیَ بِهٖ، فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا

قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ: كَذَبْتَ، وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ۔

(حضرت سلمان بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز عام لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں سے اُٹھ گئے تو ایک شامی سردار نے کہا، ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ فرمایا: ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے جس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا وہ ایک شہید ہو گا۔ اسے لایا جائے گا اور نعمتیں گنوائی جائیں گی۔ وہ ان سب نعمتوں کا اقرار کرے گا۔ پھر پوچھا جائے گا۔ تم نے ان نعمتوں کا کیا کیا؟ وہ کہے گا۔ میں تیرے رستے میں لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ کہا جائے گا: نہیں، بلکہ تم اس لیے لڑے کہ تمھیں بہادر اور جری کہا جائے۔ سو تم دنیا میں بہت بہادر کہلا چکے۔ پھر اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا اور تدریس میں مشغول رہا ہو گا۔ قرآن کی قرأت کرتا رہا ہو گا۔ اسے بھی یہ ساری نعمتیں گنوائی جائیں گی۔ وہ ان کا اقرار کرے گا۔ پھر پوچھا جائے گا: تم نے ان نعمتوں کا کیا کیا؟ وہ کہے گا۔ میں نے خود علم حاصل کیا، دوسروں کو سکھایا اور قرآن کی تلاوت کی۔ کہا جائے گا تم جھوٹ بول رہے ہو بلکہ تم نے علم حاصل کیا تاکہ عالم کہلاؤ اور تم نے قرآن کی قرأت کی تاکہ قاری کہلاؤ۔ سو تم (دنیا میں) خوب عالم و قاری کہلا چکے۔

پھر اس کے بارے میں حکم جاری کر دیا جائے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جسے اللہ نے ہر قسم کے مال میں وسعت و فراخی دی ہوگی۔ اس سے بھی سوال کیا جائے گا اور اسے بھی ساری نعمتیں گنوائی جائیں گی۔ وہ ان سب کا اقرار کرے گا۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا: ان نعمتوں کا کیا کیا؟ وہ کہے گا ہر راستہ جس میں تجھے خرچ کرنا پسند تھا میں اس میں بے دریغ خرچ کرتا رہا۔ کہا جائے گا جھوٹ بول رہے ہو، بلکہ تم نے یہ سب کچھ اس لیے کیا کہ "سخی" کہلاؤ، پس کہلائے جا چکے۔ پھر اس کے بارے میں بھی حکم جاری کر دیا جائے گا اور اس کو بھی چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔)

روایت کیا جاتا ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سیدنا امیر معاویہؓ کے سامنے بیان کی تو امیر رو پڑے یہاں تک کہ ان کی ڈاڑھی تر ہوگئی۔ ان پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور جب ہوش آیا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

عزتوں اور جلالتوں والا خدا فرماتا ہے: مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (ہود: ۱۵، ۱۶)

(جو دنیا کی زندگی و زینت چاہے گا ہم اس کے (نیک اعمال) اسے دنیا میں ہی لوٹا دیں گے اور اس میں اس کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں (جہنم کی) آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ انھوں نے جو کچھ کیا وہ ضائع ہو گیا اور جو عمل کیا وہ سب غلط تھے)

جہاد کے راستے میں موت:

عبداللہ بن عتیک سے مرفوعاً روایت ہے کہ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ مُجَاهِدًا فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ قَالَ بِاَصَابِعِهٖ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَ الْوُسْطٰی وَالسَّبَابَةَ وَالْاِبْهَامَ فَجَمَعَهُمْ فَقَالَ: وَ اَیْنَ الْمُجَاهِدُوْنَ؟ فَخَرَّ عَنْ دَابَّتِهٖ وَمَاتَ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ اَوْ لَدَغَتْهُ دَابَّةٌ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ اَوْ مَاتَ حَتْفَ اَنْفِهٖ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَمَنْ مَاتَ قَعْصًا فَقَدِ اسْتَوْجَبَ الْمَاٰبَ۔

(جو شخص اللہ کے راستے میں جہاد کی خاطر اپنے گھر سے نکلا، پھر اس نے تین انگلیوں، (درمیانی انگلی، انگشتِ شہادت اور انگوٹھے) کے ذریعے، اپنی ذات، اپنے ہتھیار اور اپنے گھوڑے کی طرف اشارہ کر کے کہا: اس وقت مجاہدین کہاں نبرد آزما ہیں؟ اور مجاہدین کے ساتھ جا ملنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ پھر اگر وہ اپنی سواری سے گر کر مر جائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اگر اسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، بلکہ اگر وہ اپنے بستر پر بھی مر گیا تو بھی اس کا اجر اللہ کے ذمّے ہے۔ اور جو اچانک موت مر گیا وہ بھی جنت کا مستحق قرار پائے گا۔)

(امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، اور اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ فتح ربانی جلد ۱۴ ص ۱۹)

یہ حدیث شریف اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتی ہے: وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (النساء: ۱۰۰)

(جو اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور اس کے رسول کی طرف چلا، پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے)

ہجرت کی راہ میں موت :

امام طبری نے حضرت عبداللہ بن حجدم الخولانی سے روایت کیا کہ فضالہ بن عبید کے سامنے سمندر میں دو جنازے لائے گئے۔ ان میں سے ایک منجنیق کا شکار ہوا تھا اور دوسرا طبعی موت مرا تھا، فضالہ طبعی موت مرنے والے متوفی کی قبر کے کنارے جا بیٹھے۔ کہا گیا کہ آپ شہید کو چھوڑ کر اس کے پاس آ بیٹھے ہیں؟ کہا مجھے پروا نہیں کہ میں قیامت کے روز ان دونوں میں سے کس کی قبر سے اٹھایا جاؤں گا (دونوں کے انجام خوب ہیں) اللہ تبارک و تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ۝ (الحج: ۵۸، ۵۹)

(اور جنھوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی پھر قتل کر دیے گئے، یا طبعی موت مر گئے، اللہ تعالیٰ ان کو ستھرا رزق دیتا رہے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ سب سے بہترین رزق دینے والا ہے، وہ ان کو ایسے مقام میں داخل کرے گا جسے وہ پسند کریں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا علم رکھنے والا اور بہت حلیم ہے)۔

تو خدا کے بندے! اگر تمھیں ایسے مقام میں داخل کر دیا جائے جو تمھیں پسند ہو اور تمھیں بہترین رزق عطا کر دیا جائے تو اس کے بعد تم اور کیا چاہتے ہو؟ خدا کی قسم! مجھے بالکل پروا نہیں ہے کہ میں دونوں میں سے کس کی قبر سے اٹھایا

بجا دیں گا۔

صحیح الجامع صفحہ ۶۲۸۹ پر حضرت ابو مالک الاشعری سے روایت آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ فَصَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَاتَ اَوْ قُتِلَ وَ قَصَتْهُ فَرَسُهُ اَوْ بَعِيْرُهُ اَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ اَوْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهِ بِاَيِّ حَتْفٍ شَاءَ اللّٰهُ فَاِنَّهُ شَهِيْدٌ وَاِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(جو اللہ کے راستے میں اپنے شہر سے نکلا، پھر مرگیا یا مارا گیا یا اس کے گھوڑے یا اونٹ نے گرا کر اس کی گردن توڑ دی یا اسے کسی چیز نے ڈس لیا، یا وہ اپنے بستر پر اللہ کی مشیت کے مطابق کیسی بھی موت مر گیا۔ بس وہ شہید ہے اور اس کے لیے جنت طے ہے) (یہ "حسن" حدیث ابو داؤد اور حاکم نے روایت کی ہے)۔

لوگوں کی دو قسمیں:

امام بخاریؒ نے جلد چہارم صفحہ ۴۱ پر ابو ہریرہؓ سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَاْسُهُ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ، اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ، وَ اِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ۔

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تباہ ہوا دینار و درہم اور زرتی بر

لباس کا پجاری۔ کہ اگر اُسے دیا جائے تو راضی ہو جاتا ہے۔ اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے، اور سر کو بزدلوں کی مانند نیچے کر لیتا ہے۔ اگر اُسے کانٹا چبھ جائے تو نہ نکالا جائے۔ اور کتنا اچھا ہے وہ بندہ کہ بکھرے ہوئے قدموں اور اُلجھے ہوئے سر (کے بالوں) کے ساتھ اللہ کے راستے میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے (تیار) رہتا ہے۔ اگر اسے پہرہ داری پر مقرر کر دیا گیا، تو وہ پوری دلجمعی کے ساتھ پہرہ دیتا رہتا ہے، اور اگر اسے پچھلی صفوں میں رکھا جائے تو وہ چپ چاپ پچھلی صفوں میں ہی رکا رہتا ہے اور بظاہر اس کی حیثیت یہ ہے کہ اگر وہ اجازت مانگے تو اسے اجازت نہیں ملتی اور اگر وہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش سنی نہیں جاتی۔"

فصل دوم

جہاد: اسباب و وجوہ

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُقَاتِلُ شُجَاعَةً وَیُقَاتِلُ حَمِیَّةً وَیُقَاتِلُ رِیَاءً اَیُّ ذٰلِکَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَالَ: مَنْ قَاتَلَ لِتَکُوْنَ کَلِمَةُ اللّٰہِ هِیَ الْعُلْیَا فَهُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

(حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شجاعت، حمیت اور ریا کی خاطر لڑنے والے افراد کے متعلق پوچھا گیا کہ اس میں سے کس کی جنگ فی سبیل اللہ ہے؟ فرمایا ”جو اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑے (صرف) وہ فی سبیل اللہ ہے)۔
(پانچوں ائمہ نے اس کا اخراج کیا)

۲- وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! رَجُلًا یُرِیْدُ الْجِهَادَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یَبْتَغِیْ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا فَقَالَ: لَا اَجْرَ لَہٗ فَاَعَادَ ثَلَاثًا کُلَّ ذٰلِکَ یَقُوْلُ لَا اَجْرَ لَہٗ۔

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ۔ ایک شخص فی سبیل اللہ جہاد کرنا چاہتا ہے اور اس کے ذریعے دنیا کی کوئی متاع بھی حاصل کرنا چاہتا ہے (تو ایسے

شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔ پھر اس کو تین بار دہرایا۔ اس کے لیے کوئی اجر نہیں) (ابوداؤد نے روایت کیا)

آیات:

۱۔ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ۔

(البقرۃ: ۱۹۳)

(اور ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نابود نہیں ہو جاتا اور دین اللہ کا نہیں ہو جاتا)

۲۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ (الصف: ۹)

(وہی ہے جس نے ہدایت اور دینِ حق دے کر اپنا رسول بھیجا تاکہ اُسے ہر مذہب پر غالب کر دے۔ چاہے یہ امر مشرکوں کو ناگوار ہی گزرے)

۳۔ اِس سے پہلے والی آیت: يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (الصف: ۸)

(وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمّل (غالب) کرنے والا ہے، چاہے یہ کفّار کو ناپسند ہی کیوں نہ ہو)

۴۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۝ (سبا: ۲۸)

(اور ہم نے تمھیں تمام لوگوں کی طرف بشیر (خوشخبریاں دینے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے)

۵۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ ۝ (الانبیاء: ۱۰۷)

(اور ہم نے تمھیں دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے)

یہ دین پورے عالم بشریت کے لیے ایک اعلانِ عام بن کر آیا ہے، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس (دین) کے عمل کا میدان زمین پر بسنے والے انسان ہیں — ساری زمین پر بسنے والے — سارے انسان — پھر جب بھی ہم چاہیں گے کہ اس (دین) کو لوگوں تک پہنچائیں یا سارے جہانوں کے تمام گوشوں اور کونوں میں پھیلا دیں تو جہاد اس کی حتمی اور لازمی ضرورت بن جائے گا، کیونکہ (تبلیغ دین کے) اس کام میں سخت اور دشوار گزار گھاٹیاں شروع ہی میں اس کا راستہ روکنے آکھڑی ہوں گی۔ یہ وہی گھاٹیاں ہیں جن پر "جاہلیت" کا محل قائم ہے۔ جاہلیت کی اس چٹان سے معرکہ آرائی کے دوران میں ادارات، سیاست، اجتماعیت اور اقتصادیات کے عفریت اور نسلی اور جغرافیائی رکاوٹیں اس کا راستہ روکیں گی۔ رکاوٹوں کی اس بھرمار اور جاہلیت کی اس شدید مزاحمت کی صورت میں اس دین کے لیے جو انسانیت کو بچانے کے لیے آیا ہے، یہ ممکن نہیں کہ انسان گردن سے ہاتھ باندھے محض زبان سے تبلیغ کرتا رہے اور شمشیر و سنان اس جاہلیت کے لیے چھوڑ دے جو پہلے ہی اپنی حفاظت اور اسلام کے پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے حرکت میں آچکی ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ۔ (الصف: ۸)

(وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا دیں)

لیکن جاہلیت حرکت میں آئے یا نہ آئے اسلام کے لیے ضروری ہے کہ قانونِ تدافع:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ (البقرۃ: ۲۵)

(اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے بعض دوسرے لوگوں کو دور نہ کرتا رہتا، تو زمین میں فساد مچ جاتا لیکن اللہ سارے جہانوں پر فضل و مہربانی کرنے والا ہے)

کے تحت اپنی ذاتی حرکت کا آغاز کرے۔ حق اور باطل کے درمیان کارفرما یہ قانونِ تدافع ہی وہ اصل ہے جو زندگی کی صحت و صلاحیت کی حفاظت کرتا ہے ورنہ زندگی کمزور اور تعفن آمیز ہو جاتی اور لوگوں کی کرتوتوں سے بحر و بر میں فساد برپا ہو جاتا:

إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ (الانفال: ۷۳)

(اگر تم یہ (جہاد) نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا)

یعنی اگر مومنین کے درمیان محبت و دوستی نہ ہو، جہاد نہ کیا جائے اور اللہ کے راستے میں ہجرت نہ ہو تو زمین میں شر عام ہو جائے گا۔

قانونِ تدافع:

قانونِ تدافع اصل میں تاریخ اور واقعاتِ عالم کی اسلامی تفسیر ہے۔ اسلام صرف جزیرۂ عرب یا صرف عربوں کا دین بننے کے لیے نہیں آیا کہ اس جزیرے کی چار سمتوں میں محدود ہو کر بیٹھ جائے اور اپنی سرحدوں کا دفاع اور اپنی حدود کی حفاظت کرتا رہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیاہ و سرخ سب کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اور شعائر کی حفاظت، عبادتی فرائض اور ان کے مقام ادائیگی کی صیانت کے لیے جہاد ایک ضرورت ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ...... (الحج: ۴۰)

(اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے بعض لوگوں کو دفع نہ کرتا رہتا تو کنیسا، خانقاہیں، عبادت کدے اور وہ مسجدیں تباہ ہو جاتیں جن میں اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا)

چنانچہ زمین پر تمکنت و اقتدارِ عبادت کی حفاظت کے لیے جہاد ایک فرض

لازم اور ضرورت حتمی ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۔(الحج:۴۱)

(ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں گے)

لیکن اللہ کے دشمنوں کی جرأت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اتاترک مسجد آیا صوفیہ کو عجائب گھر میں تبدیل کرنے کا اعلان کرتا ہے۔ عربی میں اذان دینا ممنوع قرار دے دیتا ہے اور لوگوں کے سامنے نماز پڑھنے کی ممانعت کر دیتا ہے اور سرکاری دفتروں میں ملازم اور مدرسوں کی استانیوں پر بے نقابی لازمی کر دیتا ہے اور عبدالحکیم عامر کی جرأت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ وہ مساجد کے خطیبوں کو حکم جاری کرتا ہے کہ فرعون اور سیدنا موسیٰ کا موضوع چھیڑنے سے باز رہیں۔ اور شام کے نصیری حکمرانوں کا غرور یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ وہ اخوان المسلمون سے تعلق ثابت ہونے پر پھانسی دینے کا اعلان کرتے ہیں۔

ان میں سے بعض کا اسلامی اقدار کے ساتھ مذاق اور ٹھٹھا اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ وہ (بے لگام عیاشی کے لیے) ننگوں کی تنظیم قائم کرتے ہیں اور اس کا نام رکھتے ہیں "اخلاق ہیں صفر"۔

جمال سالم علانیہ قرآن کا مذاق اڑاتا ہے اور استاذ ہضیبی کو الٹی فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔

حمزہ البسیونی تعذیب کے دوران اللہ کو مدد کے لیے پکارنے والوں سے کہتا ہے:

"اگر اللہ بھی آ گیا تو میں اسے اس قید خانے میں ڈال دوں گا" (نعوذ باللہ)

اسلام کے بارے میں اس کے دشمنوں کے درمیان اس رائے کا پایا جانا اسلام کے ساتھ ایک سنگین مذاق اور خطرناک جرم ہے کہ

"اسلام کا کام یہ ہے کہ وہ محض زبان سے نصیحت کرنے والوں کی طرح فقط وعظ کرتا رہے۔ شمشیر و سناں سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہے، کیونکہ:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ : ۲۵۶)

(دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے)۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ اسلام کے پاس زبان سے بیان و تعلیم کرنے اور پھر اس دعوت کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو شمشیر سے دور کرنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ ہاں! دین میں واقعی کوئی اکراہ و جبر و زبردستی نہیں ہے (یعنی کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا جا سکتا) لیکن یہ ان چٹانوں کو منہدم اور زمین بوس کر چکنے کے بعد ہے جو اسلام کے لوگوں تک پہنچنے کے راستے میں حائل ہیں اور لوگوں کو اس دین میں داخل ہونے سے روکتی ہیں اور رب العالمین کے علاوہ ان کو دوسری چیزوں کی عبادت پر مجبور کر رہی ہیں۔

حق جغرافیائی حدود کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے اور ان تنگ حدود میں محبوس و مقید ہونے کو قبول نہیں کرتا جو علمائے جغرافیہ نے گھڑی ہیں۔ حق صاف ستھری بشری عقلوں کو چیلنج کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے، تمہاری فہم و فراست کو کیا ہو گیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ فلاں معاملہ پہاڑ یا دریا کے اس جانب تو صحیح اور راست ہے لیکن اگر وہ ایک ساحل سے دوسرے ساحل کی طرف منتقل ہو تو وہ غلط اور باطل ہے!

جہادِ اسلامی کے کام کو مندرجہ ذیل تین نکات میں ملخص کیا جا سکتا ہے:

۱۔ دعوتِ اسلامی کا پھیلاؤ۔ اور یہ سب سے اہم اور بنیادی نکتہ ہے۔

۲۔ دارالاسلام کی حفاظت، تاکہ وہ اسلام کی دعوت کے لیے آزاد خطہ اور اس کی فکر کے لیے پُرامن گودین سکے۔

۴۔ زمین میں کمزوروں اور ضعیفوں کی نجات:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۝ (النساء: ۷۵)

(تمہیں کیا ہوا ہے، کہ تم اللہ کے راستے میں نہیں لڑتے، حالانکہ کمزور لوگ، عورتیں اور بچے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال لے چل اور ہمیں بچانے کے لیے اپنا کوئی ولی اور کوئی مددگار بھیج)۔

اسلام کی نظر میں زمین کی اپنی ذاتی کوئی قیمت نہیں۔ اگر وہاں اللہ کا قانون غالب نہیں، وہاں کا نظام اور پالیسی شریعت کے مطابق نہیں، اور وہاں دینِ اسلام کی نگرانی موجود نہیں۔

سید کہتے ہیں: "اسلامی نظام میں زمین کا قیمتی ہونا صرف اسی صورت میں معتبر ہے جبکہ وہ عقیدے کی گود، نظامِ شریعت کی کھیتی، اسلام کا گھر اور آزادیٔ انسانیت کا نقطۂ آغاز ہو۔"

"اور حقیقت یہ ہے کہ دارالاسلام کی حفاظت اصل میں اس عقیدے، نظام اور معاشرے کی حفاظت ہے، جس پر اسلام کا سکہ چلتا ہے، لیکن عقیدے کی یہ حمایت یا دارالاسلام کی یہ حفاظت اسلام کی تحریکِ جہاد کا ہدفِ آخر یا مقصدِ نہائی نہیں ہے۔ بلکہ اس کی حفاظت تو وہاں مملکت اللہ قائم کرنے کا ایک وسیلہ ہے، تاکہ اس کے بعد وہاں سے پوری زمین اور جملہ نوعِ انسانی کی طرف دعوتِ دین لے کر نکلنے والے دستے کا انتخاب کیا

جا سکے، چنانچہ نوعِ انسانی اس دین کا اصل موضوع ہے اور زمین اس کا وسیع میدان۔

"مکّہ باوجود اس کے کہ وہاں بیت العتیق ہے اور باوجود اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی بے پایاں محبت پنہاں ہے اگر نیکی کا سبزہ اُگانے سے انکار کردے اور بھلائی کے پھل دینے سے منکر ہوجائے، تو اسے چھوڑ دیا جاتا ہے کیونکہ جہادِ اسلامی کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی خطۂ زمین، کسی نسل یا کسی قومیت کے دفاع کے لیے کھڑا ہو، بلکہ وہ اس دعوت اور عقیدے کا دفاع ہے جو پوری زمین پر چھائی ہوئی ہونی چاہیے اور وہ اس دین کا دفاع ہے جس کو اللہ تعالیٰ تمام ادیان و مذاہب پر غالب کردینا چاہتا ہے۔ اسلام کسی (مخصوص) قوم کا دین یا کسی وطن کا نظام نہیں ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور کل عالم کا نظام ہے۔ اس کا حق ہے کہ وہ حرکت کی ابتدا کرے، اس کا حق ہے کہ انسان کی آزادئ اختیار پر قابض نظاموں اور حالات کی رکاوٹوں کا سر کچلنے کے لیے اپنی حرکت کا آغاز کرے!!"

اسلام دینِ واقعی ہے جو باطل تصورات اور عقائد کے بگاڑ کا واضح دلائل کے ساتھ سامنا کرتا ہے اور جاہلیت کی قوّت و سلطنت کا مقابلہ قوت، حرکت اور شمشیر سے کرتا ہے، لیکن راہِ جہاد کے بعض اہم (مندرجہ ذیل) نکات پر توجہ رہنی چاہیے:

راہِ جہاد:

۱۔ سارے جہانوں کے تمام گوشوں میں دینِ الٰہی کی نشر و اشاعت کے لیے جہاد کے رستے کا آغاز بہر حال لوگوں کے سامنے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ، توحیدِ خالص، توحیدِ ربوبیّت (معرفت و اثبات) اور توحید افعال کی وضاحت سے ہونا چاہیے

جس کی صورت یہ ہے کہ رزق، عمر، زندگی، موت اور تقدیر کے معاملات میں صرف اللہ کی وحدانیت کو تسلیم کریں (یعنی یہ سب چیزیں صرف اسی کے ہاتھ میں ہیں)۔

۲- توحیدِ الوہیت: (عبادت صرف اللہ کے لیے) یعنی خلق کے افعال میں اللہ کی وحدانیت، یعنی ہم صرف اللہ کے لیے نماز پڑھتے ہیں، اسی کے لیے روزے رکھتے ہیں، اسی کی نذر مانتے ہیں، اسی سے فیصلہ لیتے ہیں اور اسی کی قسم کھاتے ہیں۔

۳- توحیدِ اسماء و صفات: ہم تمام اسمائے حسنہ اور صفاتِ عالیہ کو بغیر کسی تاویل و تعطیل و تشبیہ و تمثیل کے، اور جیسی وہ کتاب و سنت میں وارد ہوئی ہیں، اپنی طرف سے نئے نام گھڑے بغیر اللہ کے لیے ثابت کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالیٰ جابر ہے کیونکہ اس کا نام "جبّار" ہے۔ اسی طرح ہم "عبد الجابر" جیسے نام بھی نہیں رکھتے اور نہ ہم اسے "ساتر" کہتے ہیں کیونکہ سنّت میں جو نام وارد ہے وہ "ستّیر" ہے۔ یہی دعوت تمام رسولوں (علیہم السلام) کی دعوت رہی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝ (الانبیاء: ۲۵)

(ہم نے تم سے پہلے بھی کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس کی طرف ہم نے یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے علاوہ کوئی الٰہ نہیں ہے، چنانچہ میری ہی عبادت کرو)

یہ دعوت اپنے پہلے لمحے سے توحید کی طرف پکار سے شروع ہوتی ہے اور لوگوں کو اس ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرتی ہے۔ پھر جب لوگوں کا ایک گروہ اس دعوت پر لبیک کہہ کر اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتا ہے۔ اس کی خاطر قربانیاں دینا شروع کر دیتا ہے اور اس کو غالب کرنے کی کوشش میں عمر کھپانے لگتا ہے، تو ارد گرد کی جاہلیت اس دعوت اور اس گروہ کو سبق سکھانے کے لیے حرکت میں

آجاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی حق و باطل میں معرکہ آرائی شروع ہو جاتی ہے۔ پھر کچھ لوگ راستے میں ہی رہ جاتے ہیں، کچھ آزمائے جاتے ہیں۔ کچھ شہید ہو جاتے ہیں اور کچھ صبر کرتے ہیں اور حق کا پرچم اٹھائے رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن کی اللہ مدد کرتا ہے۔ انھیں زمین پر اقتدار و تمکنت دیتا ہے، انھیں ستارہ بنا دیتا ہے اور انھیں اپنی شریعت کی مدد کرنے کا ذریعہ بنا لیتا ہے:

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ (یوسف: ۱۱۰)

(حتّٰی کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور لوگ سوچنے لگے کہ انھیں جھوٹ (ڈرایا) گیا تھا تو اچانک ہماری نصرت آپہنچی، پھر ان کو بچا لیا گیا، جن کو ہم چاہتے تھے اور مجرم لوگوں سے ہماری بلا دور نہیں کی جا سکتی)

اللہ کے دین کے قیام کے لیے کوئی مناسب قطعۂ ارضی ڈھونڈے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ داعیوں کو چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں اپنے جہد و جہاد کو مرتکز کریں، تاکہ اللہ تعالیٰ ان کی نصرت کا حکم جاری کرے اور کسی قطعۂ ارضی پر ان کی فتح کے دروازے کھول دے۔ پھر یہ قطعۂ ارضی اسلام کا گھر بنے، دعوتِ اسلامی کا نقطۂ آغاز، اس کی فکر کا گہوارہ اور اس کے پودے کے لیے مناسب زمین اور کھیتی اور تکمیل کے ان مراحل سے گزرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ دعوت کی ناقابلِ فہم عبارت کے حروف پر نقطے لگا کر عبارت کو مکمل اور قابلِ فہم بنا دیا جائے۔

۱۔ حق کے معاملے میں جاہلیت کا خاموش بیٹھ رہنا، یا مزاحمت سے دستبردار ہو جانا جیتی جاگتی دنیا میں ناممکن، سنت اللہ کے خلاف اور اس کے بنائے ہوئے قانونِ تدافع کے برعکس ہے۔ اگر اس طرف سے کبھی سکوت ہو تو یہ عارضی امر

ہے اور محدود وقت کے لیے ہے کہ قرآن میں ہمیں یہی کچھ بتایا گیا ہے:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝ (البقرۃ : ۱۲۰)

(یہودی اور نصرانی تم سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے، جب تک کہ تم ان کے دین کی پیروی نہیں کرنے لگتے، کہو کہ اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہی ہے، اور (دیکھو) اگر تم نے علم (ہدایت) کے آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو تمھارے لیے اللہ کی طرف سے کوئی دوست اور مددگار نہیں (رہے گا)

اس کے مقابلے میں فطرتِ صالحہ کے لیے یہ بھی ناممکن ہے کہ کسی فاسد معاشرے میں اس کو بدلنے اور اس کے فساد کو ختم کرنے کی کوشش کیے بغیر کسی لمبی مدت تک وہاں رہ سکے۔

۲۔ اللہ کی نصرت طویل آزمائش اور شدتِ امتحان کے بعد ہی نازل ہوتی ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا یَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ ۝ (البقرۃ : ۲۱۴)

(کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بس ایسے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تم پر وہ حالات تو آئے ہی نہیں ہیں جو تم سے پہلے گزرنے والوں پر آچکے ہیں، ان پر مصیبتیں اور تکلیفیں آئیں اور وہ ہلا مارے گئے۔ یہاں

یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے پکار اٹھے کہ خدا کی مدد آخر کب آئے گی؟ (کہا گیا) خبردار اللہ کی مدد بس قریب ہی ہے۔)

وہ لوگ جو اپنے اپنے دفتروں اور اپنے ڈیسکوں اور کرسیوں پر بیٹھے خدا کی مدد کے نازل ہونے کا انتظار کر رہے ہیں شاید معاشرتی انقلاب کے سلسلے میں خدا کی سنت اور دعاؤں کے سلسلے میں اس کا قانون نہیں جانتے۔

افغانی آج تک دس بارہ لاکھ سے بھی زیادہ شہداء کی قربانی دے چکے ہیں، لیکن وہ ابھی تک خدا کے دین کی کامل مدد نہیں کر سکے اور زندگی میں اس کی شریعت قائم کرنے پر قادر نہیں ہو سکے۔

۳۔ جاہلیت کے ظلم پر طویل صبر نے گرم نفوس کو گہرائیوں اور پہنائیوں سے نکلنے اور سینے کھولنے سے پلٹا کر اندھا کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ "طویل صبر" جسے کچھ لوگ دعوت کے لیے مفید سمجھتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ نفوس کے لیے انتہائی مہلک ہے، خصوصاً جب کہ اس کے ساتھ موت کی حد کو پہنچنے والا شدید خوف و دہشت اور سست اور تدریجی موت کی طرف دھکیلنے والی خالص بزدلی بھی شامل ہو۔

غیرت پہلے پیچ و تاب کھا کر رہ جاتی ہے، پھر پگھلنے لگتی ہے پھر مضمحل اور خستہ ہو جاتی ہے اور پھر مر جاتی ہے، جب غیرت مر جاتی ہے، تو انسان ایک بے روح جثہ بن کر رہ جاتا ہے، جو کسی برائی کو دور نہیں کر سکتا اور کسی اچھائی کی تعریف نہیں کر سکتا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

اِنَّهُ لَمْ يَتَمَعَّرْ وَجْهُهُ يَوْمًا غَضَبًا لِلّٰهِ۔

(اس کا چہرہ کسی ایک دن بھی اللہ کے نام پر سرخ نہیں ہوا)

بزدلوں کی رائے ہے کہ بزدلی ہی خوب ہے۔ ایسا دھوکہ نیچ طبیعت ہی کو

مرغوب ہے۔ اپنی مہلک مصلحتوں میں غرق رہ کر برائیوں میں اتنی طویل مدت تک صبر کرنا ظالم اور باغی جاہلیت سے آہستہ آہستہ یوماً فیوماً مفاہمت اور مصالحت کی طرف لے جاتا ہے۔ اور آخر کار اس الفت و محبت کا راستہ دکھا دیتا ہے جو فطرتوں کو مسخ کر دیتی ہے اور وجہت نظر کو یکسر پلٹ ڈالتی ہے:

كَيْفَ بِكُمْ إِذَا رَأَيْتُمُ الْمَعْرُوفَ مُنْكَرًا وَّالْمُنْكَرَ مَعْرُوفًا۔

(اس وقت تمہارے ساتھ کیا ہوگا جب تم اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھنے لگو گے۔)

یہی الفت جو دلوں میں غیرت اسلامی کو ختم کر دیتی ہے اکثر خاموش مبلغین اور صابر داعیان دین کی بیماری بن جاتی ہے — بلکہ اس سے بھی بڑھ کر وہ داعیوں کے درمیان اختلاف اور اس نہج پر عمل کرنے والوں کے درمیان انتشار پیدا کر دیتی ہے:

لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ فِي الْمَعَاصِيْ نَهَتْهُمْ عُلَمَاؤُهُمْ فَلَمْ يَنْتَهُوْا فَوَاكَلُوْهُمْ وَشَارَبُوْهُمْ فَضَرَبَ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ وَلَعَنَهُمْ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ، ثُمَّ تَلَى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَةَ وَقَالَ: كَلَّا وَاللّٰهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ وَلَتَأْخُذُنَّ عَلٰى يَدِ الظَّالِمِ وَلَتَأْطُرَنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ اِطْرًا وَلَتَقْصُرَنَّهٗ عَلَى الْحَقِّ قَصْرًا أَوْ لَيَضْرِبَنَّ اللّٰهُ قُلُوْبَ بَعْضِكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُكُمْ كَمَا لَعَنَهُمْ۔

(جب بنی اسرائیل گناہوں اور معاصی میں پڑ گئے تو ان کے علماء نے انھیں روکا، لیکن جب وہ باز نہ آئے، تو انھوں نے بھی ان کے ساتھ کھانا اور پینا شروع کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے بعض کے قلوب کو بعض کے قلوب کے ساتھ خلط ملط کر دیا (یعنی ان کے دلوں کو بھی یہی بیماری لگا دی اور حضرت

داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبانی ان پر لعنت بھیجی)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ مائدہ کی آیت ۷۸، ۷۹

تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا:

" ہرگز نہیں! خدا کی قسم، تم نیکی کا حکم دیتے رہو، برائی سے روکتے رہو، ظالم کا ہاتھ پکڑتے رہو، حق کی طرف کھینچ کھینچ کر لاتے رہو! اور برائیوں سے ہٹا ہٹا کر نیکی کی طرف بلاتے رہو، ورنہ اللہ تمھارے دلوں کو بھی دوسروں کے دلوں کی طرح کر دے گا اور تم پر بھی اسی طرح لعنت بھیجے گا جس طرح ان پر لعنت بھیجی "۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ محرماتِ دین پر غیرت کھانے والے اور حق کی خاطر تہوّر و اندفاع دکھانے والے کو شرمندہ کیا جاتا ہے اور ساکت کو ایمان دار، اور صاحب الرائے جیسے خطابات سے نوازا جاتا ہے۔

مجھ سے ایک داعی صاحب نے کہا: میں ایک دفتر میں دو سال تک رہا، مگر دوسرے کسی ملازم کو میرے عقیدے کا پتہ نہ چل سکا۔ میں نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے دو سال کے دوران میں اس "حق" کے بارے میں ایک کلمہ تک نہیں کہا جو تم اٹھائے پھرتے ہو!

آپ کا کیا خیال ہے اگر صحابہ بھی ایسا ہی کرتے جیسا کہ ہمارے نام نہاد "خاموش مبلغین" کرتے ہیں تو کیا آپ کے خیال میں اسلام مکہ کی حدود سے نکل سکتا تھا؟ اگر بلال خاموش رہتے۔ یاسر اور سمیہؓ مداہنت کر لیتے۔ عثمان بن مظعون ظاہری طور پر سر تسلیم خم کر لیتے اور ابو بکرؓ، پناہ دینے والے ابن الدغنہ کی یہ شرط قبول کر لیتے کہ وہ تلاوتِ قرآن کے وقت اپنی آواز بلند نہ کیا کریں کیونکہ وہ قریش کے محلوں کے نوجوانوں پر بڑی بُری طرح اثر انداز ہوتی ہے، تو کیا دین کو غلبہ حاصل ہوتا؟

میں کہتا ہوں اگر یہ لوگ جاہلیت کی طغیانی و جبروت کے سامنے خاموش رہتے، تو اسلام کے لیے بطحا سے نکلنا ممکن نہ ہوتا اور وہ غذور اراکی وادیوں سے باہر نہ جا سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ بلال رض کی شدید عذاب کے دوران "احد، احد" کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کرتی ہوئی انگلی کفر کی گہرائیوں میں زلزلہ پیدا کر دینی تھی اور جاہلیت کے پودے کو تنے سے ہلا ڈالتی تھی۔

دعائیں پہلے مرحلے میں قبول نہیں ہوتیں (سوائے اس کے کہ روح کی گہرائیوں سے اٹھی ہوں) نہ ہی وہ عقل کی بنیاد پر قبول ہوتی ہیں جیسا کہ مالک بن نبی نے کہا ہے کہ:

"مرحلۂ عقل آوازِ پہنائیٔ روح کے بعد آتا ہے۔ روح کی پہنائیوں کی اس آواز کے بعد جو سخاوت پر اکساتی اور قربانیوں پر آمادہ کرتی ہے۔"

عقل کی آواز تو بلال رض سے کہتی ہے "امیہ بن خلف کو دھوکہ دے دو، اس سے کہو کہ میں تو لات و عزیٰ کے دین پر ہوں، اور رات کو اپنے حقیقی قائد، دوست اور رہنما محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجاؤ اور انھیں بتاؤ کہ:

"میں نے امیہ کو خوب پٹایا، میں نے اسے خوب دھوکہ دیا۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں، چنانچہ اس نے مجھے ہر معاملے میں چھوٹ دے رکھی ہے۔ لیکن دعائیں اس سیاست اور عقلمندی کی بنیاد پر قبول نہیں ہوتیں، بلکہ ایسی دعائیں قبولیت کا شرف حاصل کیے بغیر واپس آجاتی ہیں اور اگر کوئی انھیں خون سے سیراب نہ کرے اور ان کی (قبولیت) کی خاطر کھوپڑیوں اور اعضاء کے ڈھیر مہیا نہ کرے تو وہ خود بخود ضائع اور ختم ہو جاتی ہیں۔

داعیانِ کرام اپنی زبان سے اکثر دہراتے رہتے ہیں۔ یہ میرا خیال ہے، یہ

اچھا ہے، یہ مناسب ہے، اور وہ صفات جن پر یہ جہاد حقیقی قائم ہے۔ دعوتوں کا طریقہ اور قانون نہ جاننے والوں کی نظر میں باعثِ شرم و ملامت ہو جاتی ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ دعوت کے آغاز میں پوشیدگی کے بغیر، اس راہ پر چلنے کے دوران میں ہوشیاری اور خبرداری کے بغیر اور دعوت کے اپنے راستے پر چل پڑنے کے بعد ضبطِ نفس کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے پہلے مرحلے (یعنی خفیہ دعوت) کا وقت انتہائی کم تھا۔ ان کی دعوت جلد ہی یہ مرحلہ طے کر کے اعلان کی طرف نکل آئی، لیکن اعلان اور خروج کے اس مرحلے میں داخل ہوتے ہوئے خبرداری اور ہوشمندی نہایت ضروری ہے:

خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوا جَمِيْعًا ۝

(النساء: ۷۱)

(متنبہ رہو اور (حسبِ ضرورت) الگ الگ اور ٹولیوں میں اکٹھے ہو کر نکلو!)

یاد رہے یہاں جو خبرداری مطلوب ہے وہ بے ہمتی نہیں ہے جو بازوؤں کو شل کر دیتی ہے۔ خوف میں مبتلا کر دیتی ہے اور آخر کار مار ڈالتی ہے۔

پھر دعوت کے چل پڑنے کے بعد جو ضبطِ نفس مطلوب ہے وہ یہ نہیں ہے کہ عقیدے کے اعلان یا نظریے کی وضاحت سے شرم کھائی جائے۔ جی نہیں۔ اسلام کی اصطلاح میں اسے ضبطِ نفس نہیں کہتے بلکہ یہ تو ایسی ذمہ داری ہے جس سے کسی ایک صحابی نے بھی "ضبطِ نفس" نہیں برتا ہے۔ یعنی دعوت کو پیش کرنا اور دین کی نشر و اشاعت تو ہمارا بنیادی فرض ہے جس سے پہلو تہی کسی سزا کا مستوجب بھی کر سکتی ہے!

قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (مدثر: ۲)

(اٹھو اور خبردار (کرنا شروع) کرو)

کی آیت نازل ہونے کے بعد تو (اعلانِ دعوت) ہر مسلمان کا بنیادی فریضہ بن چکا ہے۔ یعنی صبر کی کچھ حدود ہیں اور خاموشی کا کوئی وقت مقرر ہے، ورنہ فطرت کے مسخ ہونے اور غیرت کے (اپنی موت آپ) مرجانے کا نتیجہ سامنے ہے!

۴۔ جاہلیت کے ساتھ شمشیر و سنان کا معرکہ بپا کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اس سے پہلے زبان و بیان کا مرحلہ مکمل نہیں ہو چکتا اور جنگ کے میدان میں نفس کی قربانی اور روح کی سخاوت کا مظاہرہ کرنے سے پہلے وقت اور مال کی قربانی اور روح کی سخاوت کا مظاہرہ کرنے سے پہلے وقت اور مال کی قربانی کے ایک مستقل، مسلسل اور مقرر مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے تب کہیں جا کر انسان میدانِ جنگ میں قربانی پیش کرنے کا اہل قرار پاتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ لوگ جو چند میٹر چلنے سے عاجز ہوں اگر میلوں کا سفر طے کرنے کی کوشش کریں گے، تو ظاہر ہے اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے۔

وہ لوگ جو چند مٹھی بھر فوجی افسروں سے زمین میں دین اللہ قائم کرنے کی توقع کر رہے ہیں اور خود ان کے بچوں اور عورتوں پر حکم چلا رہے ہیں اور مال گننے کا مشغلہ اپنائے بیٹھے ہیں یا عمارتوں کو رجسٹر کرنے میں مشغول ہیں وہ شاید اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ معاشروں کی تشکیل، دلوں کا انقلاب، انسانوں اور طبیعتوں کی تغییر، روحوں کی تعمیر اور تہذیب قربانیاں پیش کیے بغیر بھی کسی طرح ممکن ہے۔

۵۔ جہاد فی سبیل اللہ کے معرکے، قیادتوں کو نکھارنے اور قربانیوں کے حوالے سے "رجالِ کار" کو ابھارنے میں کام آتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال پہ جب ساری امت خلیفہ کے انتخاب کے لیے جمع تھی، تو چند ہی لمحوں میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت پر اجماع یونہی، ایسے ہی، اتفاقاً اور حادثتہً نہیں ہو گیا تھا، بلکہ ابو بکرؓ کی شخصیت مختلف حادثات کے موقع پر ان کی بیش بہا اور قابلِ قدر قربانیوں نے نکھاری تھی اور انھیں موقع بہ موقع پیش آنے والی نئی صورتِ حالات، نئی آزمائشوں اور نئی

مصیبتوں نے ابھارا تھا۔ تبوک کے موقع پر عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بازی لے جانے کے خیال سے اپنا نصف مال میدان میں لے آئے لیکن وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لے آئے ہیں اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ:

ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟

تو بتاتے ہیں کہ ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔

یہ ماجرا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ تاریخی بات کہنے پر مجبور ہو گئے کہ میں نے اور ابوبکرؓ نے کبھی کسی ایسے معاملے میں مقابلہ نہیں کیا جس میں ابوبکرؓ مجھ سے بازی نہ لے گئے ہوں۔

ابوبکرؓ کو اپنے انتخاب کے لیے کسی "انتخابی مجلس کی، یا مجوزہ افراد کی فہرست میں شرکت کرنے کی ضرورت نہیں پڑی کیونکہ ان کی قدر و قیمت، دعوت کے سفر کے دوران میں ہی اُبھر کر سامنے آ چکی تھی۔ انھیں اس پورے راستے میں کبھی اس چیز کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی کہ مال کے ذریعے ضمیر خریدتے یا نشر و اشاعت کے زور پر اپنے کارناموں کا ڈھنڈورا پیٹتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے۔ ٹھہرے ہوئے اور جامد معاشرے رُکے ہوئے پانی کی طرح ہوتے ہیں جس کی سطح پر عفونتیں، گندگیاں اور بدبودار چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں تیرتا۔ اسی طرح ان ترقی پذیر معاشروں کی قیادت، جو جنگ کے لیے حرکت میں نہیں آتے، متعفّن، بدبودار اور فاسد ہو کر رہ جاتی ہے، جبکہ مجاہد معاشرہ بہتے ہوئے پانی اور چلتے ہوئے دریا کی طرح ہوتا ہے جو عفونتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے اور اپنی سطح پر خباثت کو اُبھرنے نہیں دیتا۔

ایسی صورت میں میرے لیے بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک عام تاجر کو سعودی عرب یا دوسری پٹرولی ریاستوں سے آنے والے اس دلِ درد مند رکھنے والے سنجی کے

برابر قرار دے دوں جو اپنا مال مہاجرین میں تقسیم کرنے، مجاہدین میں بانٹنے یا محض مجاہدین کا حال معلوم کرنے اور ان کے ساتھ چند گھڑی کی رفاقت کی سعادت سمیٹنے کی خاطر افغانستان آیا ہے۔ بھلا میں اس کو اور اس داعی کو کس طرح برابر سمجھ سکتا ہوں جو یہاں کسی یونیورسٹی میں امتحان دینے پاکستان آیا ہے اور ماہ دو ماہ تک اپنے ایم اے کے انٹرویو یا اپنی رجسٹریشن کے انتظار میں گزار کر واپس چلا جاتا ہے اور اس دوران اسے مجاہدین کے درمیان گزارنے کے لیے ایک ہفتے تک کی فرصت نہیں ملتی۔

میں اپنے آپ سے کہتا ہوں کہ اس داعی کے سینے میں اس دین کے لیے کوئی کڑھن یا غیرت نہیں ہے جو اسے مسلمانوں کے معاملات پر غور کرنے پر اُبھار سکے اور میرا دل اُسے داعی تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ میرے خیال میں ایک عام انسان اس داعی سے کئی درجے بہتر ہے جس کا دل مسلسل لاپرواہیوں کا مظاہرہ کرنے کے بعد اب بالکل سخت ہو چکا ہے، مجھے خدشہ ہے کہ کہیں خدا کی کتابوں میں یہ شخص (داعی) فاسقین میں شمار نہ ہونے لگے:

مَنْ لَّمْ يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔

(جس نے مسلمانوں کے معاملات میں دلچسپی نہ لی وہ ان میں سے نہیں)

فصلِ سوم

قضیۂ افغانستان

(یہ رپورٹ مساجد کی بین الاقوامی کانفرنس منعقدہ ۳۰ نومبر تا ۲ دسمبر ۱۹۸۵ء مالدیپ میں پیش کی گئی)

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۞ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۞ (النساء: ۷۴-۷۶)

(چنانچہ جن لوگوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی فروخت کر دی ہے انھیں اللہ کے راستے میں جنگ کرنی چاہیے اور جو اللہ کے راستے میں جنگ کرتا ہوا مارا جائے گا یا غالب آ جائے گا ہم اس کو اجرِ عظیم سے نوازیں گے۔

تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں نہیں لڑتے۔ حالانکہ کمزور لوگ عورتیں اور بچے پکار رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کی اس بستی سے نکال لے چل اور اپنی طرف سے ہمارے لیے اپنا کوئی ولی اور مددگار بھیج۔ جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور کفر کرنے والے طاغوت کے راستے میں لڑتے ہیں، چنانچہ شیطان کے چیلے چانٹوں سے لڑو، یقیناً شیطان کی چال بودی ہے)

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کی عمارت کی چوٹی ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے بعد جہاد تمام اعمال سے افضل ہے۔ وہ مسجدِ حرام کے پڑوس سے بھی بہتر ہے اور اس کی تعمیر کرنے سے بھی، جیسا کہ نصِ قرآن سے ثابت ہے:

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ (التوبۃ: ۱۹-۲۰)

(کیا تم لوگوں نے حاجیوں کی ساقی گیری اور مسجد حرام کی تعمیر کو اس شخص کے (عمل کے) برابر قرار دے لیا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا رہا۔ اللہ کے نزدیک وہ کبھی برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (البتہ) جو لوگ ایمان لائے انھوں نے ہجرت کی اور جو اللہ کے راستے میں اپنے جان و مال سے جہاد کرتے رہے یہ اللہ کے نزدیک اونچے (عظیم) درجے کے لوگ ہیں اور یہی کامیاب لوگ ہیں)

جہاد واحد راستہ ہے جو اس اُمت کی عزت کی حفاظت کرتا ہے اور اس کی ہیبت طاری رکھتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ:

وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ قُلُوبِ أَعْدَائِكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ قَالُوا: وَمَا الْوَهْنُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ!

(اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت کھینچ نکالے گا اور تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ پوچھا: یا رسول اللہ! وہن کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت)

جہاد ہی کفار کے شر، شرک کی قیادت اور فتنے کے پھیلاؤ کو روکنے کا واحد رستہ اور کامیاب علاج ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ۔

(البقرۃ: ۱۹۳)

(اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے)۔

دین کی قیادت خواہ وہ کتنی بھی چھوٹی سے چھوٹی کیوں نہ ہو زمین پر اس (جہاد) کے بغیر قائم کی ہی نہیں جا سکتی، نہ ہی اس کی عمارت کی مضبوط بنیاد رکھی جا سکتی ہے:

حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ۔ (انفال: ۳۹)

(یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین مکمل طور پر اللہ کے لیے ہو جائے)

کا یہی مطلب ہے:

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللّٰهُ أَشَدُّ بَأْسًا

وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ٥ (النساء : ۸۴)

(اللہ کے راستے میں لڑو، تم پر اپنی جان کے علاوہ کسی کا ذمہ نہیں ہے (البتہ) مومنین کو (جہاد پر) اُبھارو، شاید اللہ (تمھارے ذریعے) کفر کرنے والوں کا زور روک دے گا اللہ زیادہ زور والا اور شدید تر سزا دینے والا ہے)

اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کے لیے تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں فرمایا:

بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ حَتّٰى يُعْبَدَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَجُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَجُعِلَ الذِّلُّ وَالصِّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ وَمَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

(مجھے قیامت تک کے لیے شمشیر کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے، یہاں تک کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت (خالص) ہونے لگے۔ میرا رزق میرے تیروں کے سائے میں رکھا گیا ہے۔ میرے حکم کے خلاف چلنے والوں کے لیے ذلّت اور پستی مقدر کر دی گئی ہے۔ اور جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا)

(یہ صحیح حدیث امام احمد نے روایت کی/صحیح البخاری)

اللہ تعالیٰ نے بشریت کی اصلاح کی بنیاد ہی اس قانون، قانونِ تدافع ــــ قانونِ کشمکش حق و باطل پر رکھی ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ٥ (البقرۃ : ۲۵۱)

(اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین میں فساد برپا ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ سارے جہانوں پر بڑا فضل و کرم) کرنے والا ہے)

بلکہ تمام شعائرِ دینی کی حفاظت ہی اس قانون کے ذریعے کی جاتی ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ٥ (الحج: ۴۰)

(اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے ذریعے بعض لوگوں کو دفع نہ کرتا رہتا، تو گرجے، خانقاہیں، عبادت گاہیں اور وہ مسجدیں تباہ ہو جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد ضرور کرے گا)

اس کتاب میں ہم جہاد کے فوائد، نفسِ انسانی پر اس کے اثرات اور بشری زندگی میں اس کے نتائج کا تفصیلی اور کلی احاطہ نہیں کر سکتے، جو اس سلسلے میں تفصیل کا خواہشمند ہو وہ احادیث کی کتبِ صحیحہ کی طرف رجوع کرے، فضائلِ جہاد کا خود مطالعہ کرے اور اس سلسلے میں، فقہاء، محدثین اور مفسرین کے اقوال کا خود جائزہ لے۔

تمام زمانوں میں اُمّتِ مسلمہ کے یہاں عزم بیٹے، فقہاء، محدثین اور مفسرین اس بات پر متّفق رہے ہیں کہ اگر کفّار اراضیِ مسلمین میں سے ایک بالشت بھر زمین پر بھی قبضہ کر لیں (یعنی ہماری حالت کی طرح) تو جہاد ہر ایک (مسلمان) پر فرضِ عین ہو جاتا ہے، حتّٰی کہ (ایسی صورت میں) عورت کا اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، غلام کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر بیٹے کا اپنے والد کی اجازت کے بغیر، اور قرض دار کا اپنے قرض خواہوں کی اجازت کے بغیر نکل آنا ضروری ہو جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن التیمیہؒ کتاب الاختیارات العلمیہ ضمیمہ فتاویٰ الکبریٰ جلد چہارم ص۶۰۸ پر فرماتے ہیں؛

ترجمہ: "دفاعی جنگ دشمن کو دین کی عصمت اور عزت کو پائمال کرنے سے روکنے کے لیے سب سے مشکل طریقۂ جنگ ہے اور اجماع کی رو سے واجب ہے، بلکہ ہمارے دین میں فتنہ و فساد مچانے کی غرض سے حملہ آور رہنے والے دشمن کا مقابلہ کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ ایمان لانے کے بعد اس سے بڑھ کر کوئی عمل ہی نہیں ہے"۔

مجموع الفتاویٰ ۲۸/۳۸۵ پر فرماتے ہیں؛

ترجمہ: "اگر دشمن مسلمانوں پر حملے کا ارادہ کرے تو متاثرہ اور غیر متاثرہ سب مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کی مزاحمت کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔ ہر مسلمان پر اس فریضے کی ادائیگی کا وجوب اس کی امکانی قدرت کے مطابق ہے، چنانچہ کم مال والا، زیادہ مال والا، پیدل اور سوار سب اپنی قدرت و طاقت کے ساتھ میدان میں نکل آئیں گے جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر ہوا کہ اللہ نے کسی کو جہاد چھوڑنے کی اجازت نہیں دی"۔

امام قرطبی جلد دوم صفحہ ۲۵۳ پر کہتے ہیں:

ترجمہ: "جس کسی کو بھی دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کی کمزوری کا علم ہو اور اسے خدشہ ہو کہ دشمن انھیں (مسلمانوں کو) ہڑپ کر جائے گا، ایسا شخص اگر کسی بھی صورت میں مسلمانوں کی مدد کر سکتا ہے تو اس کے اوپر لازم ہے کہ مسلمانوں سے جا ملے"۔

یہ ہے وہ واضح اور صاف حکم شرعی جو دشمن کے پاؤں تلے روندی جانے والی مسلمانوں کی ہر زمین کے بارے میں ہے، لیکن مسلمان اب بھی بکھرے ہوئے اور

مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں جبکہ صالحینِ امّت ایسے غیر اسلامی نظریات میں پڑے ہوئے ہیں جن کی اونچائی ایک پہاڑ سے بلند نہیں اور گہرائی ایک وادی سے زیادہ نہیں۔ اُدھر باقی مسلمان بھی بے ہوشی کی نیند سو رہے ہیں، دشمن ان کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹ رہا ہے اور حصے کر کے پھاڑ رہا ہے، لیکن وہ ذرا آہٹ محسوس نہیں کرتے اور چھری کی کاٹ پر ذرا نہیں چونکتے۔ ان میں سے اکثر پستی کی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں اور بہت سوں نے روٹیوں کی ذلّت قبول کر لی ہے۔

بزدلوں سے کیا ہمارا واسطہ
بزدلوں کا ایک ہی ہے راستہ
ان کو کچھ مطلوب ہو سکتا نہیں
ان سے مطلب کچھ کوئی رکھتا نہیں
ہاں مگر ذلّت کے ماروں کے سوا
جن کے سب مفلوج ہو جائیں قویٰ

مسلمانوں کی ساری زمین ٹکڑے ٹکڑے کر کے نگلی جا چکی ہے اور باقی ماندہ ریاستیں کھلی آنکھوں سے اپنے خاموش مگر بھیانک انجام کا انتظار کر رہی ہیں۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اس مصیبت سے بچ جائیں گے جس کا شکار ان کا ہمسایہ ہو چکا ہے، لیکن سفید ریچھ باری باری ان سب کو نگل جائے گا۔ جیسا کہ جو کچھ اندلس میں ہوا وہی فلسطین میں دُہرایا گیا۔ جو ڈرامہ سیناء میں کھیلا گیا وہ منظر جولان میں دیکھا گیا۔ جس کا چلن چاڈ میں عام ہوا وہی لبنان کو بھی لے بیٹھا۔ جس نے اریٹیریا کو جلا ڈالا اُسی نے افغانستان اور ترکستان میں بھی زلزلہ پیدا کر دیا۔

مصیبتیں یکے بعد دیگرے آتی چلی گئیں اور مسلمان ذلّتوں کو سینے سے لگاتے چلے گئے۔ اور مآل کار مسلمانوں کی عظیم الشان قوّت کسی یتیم کے مال کی

طرح لیمپوں کے قدموں تلے آ کر ضائع ہو گئی اور یہ ہندوکش اور کوہ سلیمان کی چوٹیوں پر لچک کیسی ہے؟ کیا سرخ کمیونزم نے اپنے ناپاک پنجے فخر الدین رازی کی زمین اور بیہقی و ابن حبان کے وطن پر بھی گاڑ دیے:

قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ۝ أَنتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُونَ ۝ (ص: ۶۷-۶۸)

(کہو یہ ایک بہت بڑی خبر ہے، لیکن تم اسے قبول کرنے سے انکاری ہو)

قصۂ افغانستان

افغانستان کی کہانی، وہ غم انگیز المیہ ہے کہ زمانے کی آنکھ نے اس سے بڑا حادثہ کبھی نہیں دیکھا اور اس سے بڑھ کر قربانیاں کبھی ملاحظہ نہیں کیں۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ پچاسویں دہائی کے آغاز میں دشمنوں نے شاہِ افغانستان شاہ ظاہر شاہ کو مشورہ دیا کہ افغانستان کی ترقی کے لیے افغانی عوام کے دلوں میں اسلامی شعائر سے گہری دلچسپی ختم کرنے کے لیے ثقافتی انقلاب برپا کرے۔ مشورہ بادشاہ کو پسند آیا اور وہ ہاتھ دھو کر عورتوں کے پردے کے پیچھے پڑ گیا۔ اور ایک عوامی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ "تاریکی کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا ہے۔" اور جب اہلِ قندھار نے عورتوں کے سر سے برقع نوچ پھینکنے سے انکار کر دیا تو خان محمد کی قیادت میں ان پر فوج کشی کروا دی گئی۔ فوج نے قندھار کے سینکڑوں باشندوں کو بھون ڈالا۔

پھر ظاہر شاہ کا چچا زاد بھائی اور بہنوئی محمد داؤد خاں وزیراعظم بنا، جو سوشلسٹ تھا اور کمیونسٹوں کے بہت قریب تھا۔ وہ مسلسل گیارہ سال تک وزیراعظم رہا۔ اس کے گیارہ سالہ دور میں نور محمد ترہ کئی، ببرک کارمل اور حفیظ اللہ امین کمیونزم کے لیڈر بن کر ابھرے۔

اس سوشلسٹ اور کمیونسٹ گروہ کے مقابلے میں پروفیسر غلام محمد نیازی نے

تحریک اسلامی کی بنیاد رکھی، تاکہ کمیونزم کا مقابلہ کیا جا سکے، چنانچہ یونیورسٹی کے نوجوانوں نے ایک جماعت بنائی اور اس کا نام "جوانانِ مسلمان" رکھا۔ نوجوانوں میں سے اس کی قیادت عبدالرحیم نیازی کر رہے تھے۔

سیاف اور ربانی وہ استاد تھے جو ان طلباء کے پشت پناہ تھے اور اس نومولود تحریکِ اسلامی کی نگرانی کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ ۱۹۷۲ء میں اس اسلامی دستے نے یونیورسٹی فتح کرلی، چنانچہ روس نے فوراً ایک انقلاب کے ذریعے ظاہر شاہ کا تختہ اُلٹ کر اس کے چچازاد محمد داؤد کو افغانستان کا سربراہ بنا دیا تاکہ اس نئی قوت، تحریکِ اسلامی کو کچلا جا سکے۔ داؤد نے جو انتقامی کارروائیاں کیں اس کے باعث صورتِ حال کو نازک حد تک بگڑتے دیکھ کر حکمت یار اور ربانی چند نوجوانوں کے ساتھ پشاور کی طرف ہجرت کر گئے، لیکن سیاف اور غلام محمد نیازی کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔

ادھر حکمت یار اور ربانی کے ساتھ پشاور پہنچنے والے نوجوانوں نے طے کیا کہ داؤد کا مقابلہ کیا جائے، چنانچہ وہ پاکستان کے سرحدی علاقوں سے پستول اور دستی بم خرید کر افغانستان میں داخل ہوتے اور کمیونسٹوں کے کسی سرکاری دفتر اور کسی پولیس سٹیشن وغیرہ پر ہلہ بول دیتے۔ حکومت نے ان حملوں کا سختی سے نوٹس لیا اور بہت سے نوجوانوں کو گرفتار کر کے ان میں سے ڈاکٹر محمد عمر، خواجہ محفوظ، انجینئر حبیب الرحمان اور مولوی حبیب الرحمٰن کو پھانسی دے دی، لیکن اس سب کچھ کے باوجود یہ کمزور مزاحمت اپنے سادہ مزاج کے ساتھ جاری رہی، یہاں تک کہ ۷ ثور بمطابق ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء کو نور محمد ترہ کئی کا سرخ کمیونسٹ انقلاب ظہور پذیر ہوگیا اور اب تمام کے تمام افغان عوام اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مولوی عبدالغنی نے ۷ ثور کو درای تحصیل میں جہاد کا اعلان کر دیا۔ پھر کشمیر کی وادیوں میں بھی یہی کچھ شروع ہوگیا اور نورستان

کے لوگوں نے جو اپنی مردانگی اور شہسواری کی وجہ سے مشہور ہیں ۲۹ ر ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ کو اعلانِ جہاد کر دیا۔ اس کے ۳۸ روز بعد اوائل صفر ۱۳۹۸ھ میں سمنگان کی ولسوالی درائی یوسف میں اور جمادی الآخر ۱۳۹۸ھ ہرات میں بھی جہاد شروع ہو گیا۔ ہرات کا ۲۴ حوت (۱۵ ر مارچ ۱۹۷۹ء) کا قتلِ عام تو بہت مشہور ہے جس میں ۲۰ ہزار مسلمان مارے گئے تھے۔

پھر رجب ۱۳۹۸ھ میں بدخشان اور پنجشیر میں بھی جہاد کا آغاز ہو گیا۔

ان معرکوں میں سادہ لوح نہتے مسلمانوں کو بڑی بڑی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ ٹینک شکست کھا گئے اور مجاہدین طیاروں سے خوفزدہ ہوئے بغیر کابل کے نواح تک جا پہنچے۔ اس موقعے پر حفیظ اللہ امین اور نور محمد ترہ کئی کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے جس کے نتیجے میں حفیظ اللہ امین نے نور محمد ترہ کئی کو قتل کر کے ستمبر ۱۹۷۹ء میں حکومت پر قبضہ کر لیا۔ پھر ۲۷ ر دسمبر ۱۹۷۹ء کو روسی عساکر اپنے آہن و آتش کے ساتھ افغانستان میں در آئے اور اس کے بعد کوئی گاؤں ایسا نہ رہا جہاں جہاد کا نقارہ نہ بج چکا ہو۔ بس اس وقت سے اب تک جنگ کی آگ انسانوں کو چاٹے جا رہی ہے جو نہ بھاگنے دیتی ہے اور نہ زندہ چھوڑتی ہے۔

اب کیا صورتِ حال ہے:

اوّل: جہاد کی صورتِ حال اس وقت کیا ہے؟

دوم: جہاد کو درپیش داخلی اور خارجی مشکلات کیا ہیں؟

سوم: افغانی عوام کو افغانستان کے اندر کیا مشکلات درپیش ہیں؟

چہارم: وہ کونسی مشکلات ہیں جو ایران اور پاکستان میں مہاجرین کا دَم گھونٹے دے رہی ہیں؟

پنجم: افغانیوں کی معاشرتی، ثقافتی اور طبّی صورتِ حال کیا ہے؟

جہاد کی موجودہ صورت حال :

بے شک مجاہدین نے روس کے خلاف بیشمار کامیابیاں حاصل کر کے انسانی عقل کو حیران کر دیا ہے۔ اُن کی ان کامیابیوں کی تفسیر مشکل ہو گئی ہے اور اس سے زیادہ اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ سب اللہ ہی کا فضل ہے جو معرکوں کو اپنے ہاتھ سے چلاتا اور اپنی آنکھ سے اس کا مشاہدہ کرتا ہے۔ ان حیرت انگیز کامیابیوں کو دیکھ کر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ مثلاً ایک اطالوی صحافی، ایک فرانسیسی ڈاکٹر (ملسن) اور فرانس کی ہی ایک لیڈی ڈاکٹر (ایفلین گوتی) نے خود میرے سامنے اسلام قبول کیا۔ اس کے علاوہ بھی میں نے اس جہاد میں تائیدِ الٰہی کے بہت سے عجیب و غریب واقعات سنے ہیں، جن میں کچھ کا ذکر میں اپنی کتاب "جب خدا کی مدد آ پہنچی" میں کر چکا ہوں۔ مثلاً طیاروں کے نیچے پرندوں کا نظر آنا جو طیاروں سے مجاہدین کا دفاع کرنے آتے ہیں۔ شہداء کے عجیب و غریب قصے، اجنبیوں کا معرکوں میں شرکت کرنا اور معرکے کے فوراً بعد غائب ہو جانا، طیاروں کا خود بخود گر پڑنا، ٹینکوں کا محض دعا سے تباہ ہو جانا، لیکن یہ موقع ان عجیب و غریب قصوں کو بیان کرنے کا نہیں ہے۔ اس وقت تو میں آپ کے سامنے ٹھوس حقائق بیان کرنے چلا ہوں۔

اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ مجاہدین افغانستان کا تقریباً ۹۰ فی صد علاقہ آزاد کروا چکے ہیں۔ وہ جنوبی سرحدوں سے اپنے ذخائر گدھوں اور خچروں پر لادتے ہیں اور عین حالتِ جنگ میں ماہ، دو ماہ کا سفر کر کے بڑے اطمینان سے روسی سرحدوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جنوب سے شمال بعید تک اُس کے راستے مجاہدین کے لیے کھلے ہوتے ہیں اور وہ بغیر روک ٹوک کے جہاں چاہیں سفر کر سکتے ہیں، بلکہ بعض موقعوں پر تو شمالی سرحدوں کے مجاہدین روس کی جنوبی سرحدوں پر واقع اسلامی جمہوریتوں میں جا گھستے اور وہاں موجود روسی فوجی ٹھکانوں پر اپنا غصہ اتار آتے

ہیں۔ تاشقند میں زیرِ تعلیم ایک مسلمان نوجوان نے مجھے بتایا کہ ایک بار میں نے خود ریلوے سٹیشن کے باہر کھلی جنگ ہوتے دیکھی۔

مجاہدین کئی بار بحیرہ خزر پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ بیشمار بار ترمذ کے ایئرپورٹ کو نشانہ بنا چکے ہیں اور کئی بار بادغیس کے قریب واقع "فستق" کے روسی جنگل میں داخل ہو چکے ہیں۔ مولوی عبدالجبار کئی دفعہ ازبکستان تک ہو آیا ہے۔

روسی سرحدوں میں مجاہدین کے ان حملوں سے سرحدی شہر "آقینا" اور "کتا قشلاق" باشندوں سے خالی ہو چکے ہیں۔ ایک بار قلعی خم کے ایئرپورٹ پر مجاہدین کے اچانک حملے سے ایک ہیلی کاپٹر، تین نقل و حمل کے لیے استعمال ہونے والے طیارے اور ایک پٹرول پمپ تباہ ہو گیا تھا۔ میر حمزہ اپریل ۱۹۸۶ء میں سرحدی علاقوں میں داخل ہو کر ۲۵ آدمی اور بھیڑوں کا ایک ریوڑ پکڑ لایا تھا۔ اسی طرح انجینئر بشیر عام طور پر تاخار سے سوویتی سرحدوں میں داخل ہوتا اور وہاں فوجی کارروائیاں کرتا رہتا ہے۔

افغانستان کی جنگ میں روس بے شمار جانی اور مالی نقصان اٹھا چکا ہے، صرف اگست ۱۹۸۵ء میں پورے افغانستان میں گرائے جانے والے طیاروں کی تعداد ۴۸ تھی۔ ستمبر ۱۹۸۵ء میں تقریباً ۶۰ طیارے گرائے گئے۔ جبکہ طیاروں کے مقابلے میں دیگر زمینی گاڑیوں کی تباہی کا اوسط ۵ گنا زیادہ ہے۔

۲۰ اکتوبر سے ۶ نومبر ۱۹۸۵ء کے درمیان موصول ہونے والی رپورٹوں کے مطابق تقریباً ۹ سو روسی کمیونسٹ مارے گئے۔ ۵۰ ٹینک اور دوسری گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ نومبر کے وسط میں مزارشریف اور بلخ کے صرف ایک معرکے میں ۵۰۰ (پاکستان ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق) روسی اور افغان کمیونسٹ مارے گئے۔ وادیٔ پنجشیر میں روسیوں کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا۔ مجاہدین نے وہاں ۹ مراکز پر قبضہ کر کے ۳۰ افسروں کو گرفتار کر لیا۔

متواتر شکستوں سے جھنجلائے ہوئے روسیوں نے یہ کوشش بھی کر دیکھی ہے کہ افغانستان کے سارے درّے بند کردیے جائیں اور ان سارے رستوں پر پہرہ بٹھا دیا جائے جہاں سے مجاہدین اپنا اسلحہ اور ذخائر لے کر داخل ہوتے ہیں، لیکن ان کی یہ سب کوششیں بھی فاش ناکامی کا منہ دیکھ چکی ہیں اور وہ کوئی ایک راستہ بھی بند نہیں کر سکے۔ مارچ اپریل ۱۹۸۶ء میں روسیوں نے نازیان ننگرہار پر بڑا حملہ کیا جو ۲۴ روز جاری رہا اور آخر کار روسیوں کی شکست پر منتج ہوا۔ جنوری ۱۹۸۶ء میں انھوں نے مرکز "ژاور" پر بڑا حملہ کیا، یہ حملہ بھی ایک ماہ جاری رہنے کے بعد حملہ آوروں کی شکست اور پسپائی پر انجام پذیر ہوا، اسی طرح اپریل ۱۹۸۶ء میں جاجی پر حملہ کیا گیا۔ یہاں بھی دشمن کو شکستِ فاش ہوئی۔

مجاہدین کے نقصانات

لیکن ان عظیم الشان فتوحات کے مقابلہ میں ہمیں مجاہدین کے نقصانات کا کھلا اعتراف کرنا ہوگا اور ان قربانیوں کو بھی بیان کرنا چاہیے جو مجاہدین اب تک پیش کر چکے ہیں اور جن کی کہیں مثال نہیں ملتی۔

ہمیں یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ اس سال (۱۹۸۵-۸۶ء) میں مجاہدین کو بہت سے گلاب دشمن جیسے بھرپور نوجوانوں اور بہترین قائدین سے ہاتھ دھونا پڑے ہیں۔ بلخ میں ذبیح اللہ شہید ہوا، کابل میں مولوی شفیع اللہ شہید ہوا۔ ہرات میں غوث الدین، لوگر میں ڈاکٹر عبدالولی، لغمان میں عبدالواحد، خوست میں احمد گل اور فتح اللہ، لوگر میں غیاط اور جاجی میں گل آغا اور اور بہت سے بانکے نوجوان شہید ہو گئے۔

جنگ سے دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں کہ ایک قائد کی شہادت سے پورا محاذ کس طرح کمزور ہو کر رہ جاتا ہے اور منطقے میں جہاد جاری رکھنا کتنا دشوار ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات کمانڈر کی شہادت کی صورت میں پورا محاذ ہی تحلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔

یہ اعتراف کرنا بھی ضروری ہے کہ روسیوں نے اب دفاعی جنگ کی پالیسی ترک کر کے جارحیت اور پیشقدمی کی پالیسی اپنالی ہے تاکہ اپنی دل چھوڑ کر بیٹھی ہوئی فوجوں کا گرا ہوا مورال بلند کیا جاسکے۔ اگرچہ اس پالیسی سے روسیوں کو شدید نقصان بھی اٹھانا پڑا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا ہے کہ دوسری طرف روسی فوجیوں کے حوصلوں میں کسی قدر اضافہ ہوا ہے اور ان کو اکھڑتی ہوئی سانسیں درست کرنے کا موقع مل گیا ہے۔

ہمیں یہ اعتراف بھی کرنا ہوگا کہ روس کی اس نئی پالیسی کے ساتھ ہی افغانستان سے ہجرت کے واقعات میں بھی بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے اور یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ۷ سالہ جنگ کے بعد اب بعض مجاہدین میں اکتاہٹ کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوگئے ہیں اور انھوں نے اپنے محاذ چھوڑ کر زرق نگار دنیا اور اس کی پرفریب چکا چوند میں کچھ وقت گزارنے کا موقع ڈھونڈھنا شروع کر دیا ہے۔

اسی طرح ہمیں یہ بھی کہنا ہے کہ بہت سے علماء اپنی خندقیں چھوڑ کر اور محاذوں کی قیادت و سیاست ترک کر کے پشاور آبیٹھے ہیں اور یہاں اپنے اہل و عیال کے لیے روٹی کمانے میں مشغول ہوگئے ہیں۔ جو انھیں افغانستان میں بہرحال میسر نہیں۔

ہجرت کیوں؟

آج کل ہجرت، جہادِ افغانستان کے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھی جاتی ہے، کیونکہ

لہ کتاب اس وقت لکھی گئی جب روسی فوج افغانستان میں موجود تھی، اور بہت شدت سے جنگ جاری رکھے ہوئے تھی۔ اب (فروری ۱۹۹۰ء) روس کی باقاعدہ فوج تو افغانستان میں موجود نہیں، لیکن وہ کٹھ پتلی حکومت کی حمایت اور امداد اسی طرح کر رہا ہے۔

(ادارہ)

وہ جہاد جاری رکھنے، اس کی حقیقت کو قائم رکھنے اور پیش قدمی کے عزم پر بری طرح اثرانداز ہوتی ہے۔ اگر ہم ہجرت کے اسباب و وجوہ تلاش کرنے کی کوشش کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ ہجرت کے اس سیلِ رواں کے پیچھے بہت سی حقیقی وجوہ اور درج ذیل واقعی اسباب موجود ہیں:

ا۔ "اجتماعی قتلِ عام" کی روسی پالیسی:

روسیوں نے افغانی باشندوں سے اپنی نفرت کا اظہار کرنے، سینے میں چھپے ہوئے بغض و حسد کا غبار نکالنے اور میدان میں اپنی شکستوں کا بدلہ لینے کے لیے افغانستان کو "اجتماعی مذبح خانہ" میں تبدیل کرنے کی پالیسی اپنا لی ہے اور ان کے اس غضب بے لگام سے کوئی صوبہ اور ولایت بچ نہیں سکی ہے۔

مثال کے طور پر:

۱۔ ولسوالی آچین کا قتلِ عام: ولایت ننگرہار میں ۵۲ عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو یوں قتل کیا گیا کہ پہلے ان کو جمع کیا گیا۔ پھر ان پر مضحک گیس چھڑکی گئی جس سے سب لوگوں پر ایک نیند طاری ہو گئی اور پھر ان سب پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی۔

۲۔ قصاب کلے اور علیشی خیل کا قتلِ عام: کندوز کے ان دو دیہات میں روسیوں نے ۴۰۰ افراد کو قتل کر دیا۔

۳۔ خان آباد کا قتلِ عام: یہاں روسیوں نے ۱۸۰ افراد قتل کیے۔

۴۔ مذبح لغمان: لغمان کی ولسوالی (ضلع) قرغئی کے ایک گاؤں چمن گل میں پورے کے پورے گاؤں کو قتل کر دیا گیا۔

۵۔ مذبح زرغون شہر (لوگر) یہاں روسیوں نے ضعیف عورتوں اور بوڑھے مردوں کی ایک بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

۶- ہرات کا قتلِ عام : زندہ جان میں روسیوں نے ۱۰۰ ضعیفوں کو ہلاک کر دیا۔

۷- مذبحِ ہرات : روسیوں نے لوگوں کو ایک مسجد میں جمع کر کے اوپر سے طیاروں سے بمباری کر دی جس سے ۷۰ افراد شہید اور ۱۰۰ کے لگ بھگ زخمی ہو گئے۔

ب- عورتوں پر حملے :

روسی جان چکے ہیں کہ خواتین کے سلسلے میں افغانیوں کی غیرت مثالی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ افغانی اپنی بہو بیٹی کی آبرو کی خاطر موت کو بآسانی گلے لگا لیتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اس نازک رگ کو چھیڑنا شروع کر دیا ہے۔ روسی دور دراز علاقوں کے دیہات میں داخل ہوئے اور وہاں کی عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کیا۔ اس قسم کی کارروائیوں کے باعث "علینگر" میں بہت سی عورتیں (اپنی عزت بچانے کے لیے) دریا کے کنہر میں کودنے پر مجبور ہو گئیں۔ یہی کارروائی ولسوالی قلعہ زال میں بھی دہرائی گئی، جہاں عورتوں کو ٹینکوں میں بٹھا کر اغوا کیا گیا۔

یہی کچھ لوگر اور لغمان میں ہوا، وہاں روسی فوجی ہیلی کاپٹر سے گاؤں میں اترے اور عورتوں کو پکڑ کر لے گئے۔ غیور افغانیوں کے ساتھ یہ ایک انتہائی سنگین حرکت ہے، چنانچہ اسی باعث مسلمانوں کا افغانستان میں رہنا دوبھر ہو گیا ہے۔ لوگ اپنی عزت بچانے کی خاطر اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے ساتھ ہجرت پر مجبور ہو گئے۔

ایک کمیونسٹ افغانی وزیر (رفیع) نے ان واقعات کے خلاف آواز اٹھائی اور یہ مسئلہ وزارتی کونسل میں پیش کیا تو روس کے حمایتی ایک وزیر نے جس کا نام "اناہیتا راتب زاد" ہے گرم ہو کر رفیع پر اپنے پستول سے فائر کیا۔ خیریت یہ ہوئی کہ نشانہ خطا گیا۔ یہی "اناہیتا" ہے جس کا (اسلامی ملک) مصر میں شاندار استقبال کیا گیا اور جسے ازہر کے شیخ نجار الازہری کی طرف سے عزت بخشی گئی۔

ج ۔ قحط اور بھوک :

مغربی مناطق خصوصاً ہرات پچھلے دو سال بھوک اور قحط کی ہلاکت خیزیوں میں مبتلا رہے۔ وہاں کے کمانڈر نے مجھے ایک خط میں لکھا۔ ہم مجاہدین کے لیے روٹی خریدنے کے لیے اپنی بیویوں کے کپڑے فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔" یہ ہرات وہی صوبہ ہے جسے افغانستان میں "گندم کا گودام" سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح قندھار بھی ایک اہم زراعتی صوبہ ہے جس کی ہریالی افغانستان میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی، لیکن روسیوں نے قندھار اور ہرات میں کھیتوں اور کھلیانوں کو آگ لگا دی ہے اور اس آگ نے پورے افغانستان کو بھوک اور قحط کا شکار کر دیا ہے، کیونکہ ہرات میں کھیتوں کے ضائع ہونے کا مطلب ہے بادغیس، غور، فراہ، نیمروز اور نصف فاریاب کا بھوک کے مر جانا اور قندھار کے کھیتوں سے بلند ہونے والے شعلوں کا مطلب ہے زابل، ہلمند اور اُرزگان کی ولایات کا قحط کی آگ میں جل جانا۔ ایسے میں عالم اسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ بھوک کے ہرات کی مدد کو پہنچے جو بیک وقت دو مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے۔ اس کی مغربی سرحدوں پر شیعی دعوت منہ کھولے کھڑی ہے اور شمالی سرحدوں پر روسی عفریت کھڑا ہے۔ نیز مشرق کی سمت سے اسے تیسری مصیبت، یعنی افغانستان کی کٹھ پتلی افغان کمیونسٹ حکومت نے گھیر رکھا ہے۔

عالم اسلام کا فرض ہے کہ ہرات، بادغیس، فراہ اور قندھار کا قحط دور کرنے کے لیے جلد دستِ تعاون دراز کریں کیونکہ روٹی کے بجائے فروط (خشک دہی) کھا کھا کر اہل ہرات معدے کی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

اس سلسلے میں رابطۂ عالم اسلامی نے نصف ملین ریال (تقریباً ۲ ملین پاکستانی روپے) کی مدد بعض عرب نوجوانوں کے ذریعے ہرات کے جنرل کمانڈر کو بھجوائی ہے، مگر اس امداد کی حیثیت ہی کیا ہے؟ کیا اس سے ہرات کا قحط دور ہو جائے گا!

احمد شاہ مسعود نے پنجشیر میں اپنے مجاہدین کو کہہ رکھا ہے "جو ہمارے ساتھ رہنا چاہے وہ ایک آدھ یوم پر گزارہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ برف باری کا موسم قریب ہے جس سے آمد و رفت کے راستے بند ہو جائیں گے اور تورا کے پہنچنے کی آخری امیدیں بھی دم توڑ جائیں گی۔ اس ہولناک تصور کے ساتھ مجاہدین کا محاذوں پر ڈٹے رہنا مشکل ہو جائے گا۔ احمد شاہ مسعود نے اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے کچھ مجاہدین کو گندم لانے کی مہم پر روانہ کیا ہے، دیکھیے وہ کیا کما کر لاتے ہیں۔

د۔ رہنماؤں کا پشاور میں قیام

بہت سی جماعتوں کے سربراہ پشاور میں رہ کر اپنے کمانڈروں کے لیے رسد کا انتظام کرنے میں لگے رہتے ہیں، جہاں دنیا بھر کی ریلیف ایجنسیاں جوتیوں میں ڈال بانٹتی ہیں۔ مثلاً پاکستانی ریلیف کی طرف سے غذا فراہم کی جاتی ہے۔ بعض مغربی تنظیمیں، ریڈ کراس انٹرنیشنل، کارتاس وغیرہ مہاجرین کی امداد و اعانت کرتی ہیں، کچھ اسلامی تنظیمیں ساز و سامان کے ساتھ مہاجرین کی بحالی کا کام کر رہی ہیں۔ مثلاً لجنة الاغاثة المسعودية، جس کے پاس زکوٰۃ اور صدقات کے بہت سے فنڈز ہیں۔ ھلال احمر السعودی جو سعودی حکومت کے اخراجات پر چلتی ہے لیکن اس کا بجٹ بہت کم ہے اور لجنة الاغاثة کے بجٹ سے اس کا کچھ موازنہ نہیں کیا جا سکتا ھلال احمر کویتی جو چھ بلین ڈالر کے بجٹ سے قائم ہے، اس کا سارا سرمایہ اہل خیر سے جمع کیا گیا ہے اور اس میں حکومت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ مختلف تنظیمیں مہاجرین کو خیمے اور غذائی اجناس فراہم کرتی ہیں جو افغانستان میں دستیاب نہیں۔

ھ۔ بیروزگاری:

ان بین الاقوامی تنظیموں کے دفاتر میں کام کرنے کے علاوہ خود افغانوں کے

اپنے تنظیمی دفاتر میں رہنماؤں کے ساتھ کام کرنے کے مواقع، زندگی کی گاڑی کھینچنے سے عاجز آئے ہوئے بیروزگار افغانوں کے لیے زبردست کشش رکھتے ہیں۔ یہاں انھیں مناسب روزگار میسر آتا ہے جس سے وہ غریب الوطنی کے عالم میں رمق زندگی پاتے ہیں۔

و۔ آہستہ رو اکتاہٹ:

مجاہدین کے بعض حلقوں میں اکتاہٹ کا احساس بھی ہوتا ہے جو انہی مندرجہ بالا اسباب اور قربانیوں کی کثرت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو مجاہدین اب تک پیش کر چکے ہیں۔ آج ہر افغان مجاہد زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ ؎

ہم پہ وہ آلام آئے ہیں کہ آہ
دن پہ پڑ جاتے تو دن ہوتے سیاہ

آپ کو شاید ہی کوئی ایسا گھر یا خیمہ ملے گا جو ماتم کدے یا یتیم کدے میں تبدیل نہ ہو چکا ہو۔ یہ گھرانے کا سربراہ ہے جو ایک ٹانگ یا بازو گنوائے بیٹھا ہے۔ یہ بچہ ہے جس کی آنکھیں ضائع ہو چکی ہیں، یہ بچی ہے جس کا خوبصورت چہرہ نیپام بم سے جھلس چکا ہے۔ یہ ایک بیوہ ہے جس کا شوہر شہید ہو چکا ہے۔ یہ ایک یتیم ہے جس سے اس کا باپ بچھڑ چکا ہے۔ آپ کو کم ہی لوگ ایسے ملیں گے جو اپنے عزیزوں اور اپنے خاندان کی بہت سی بیواؤں، یا کئی کئی یتیموں کا پیٹ نہ پال رہے ہوں گے۔

ز۔ سربراہوں کے اختلافات:

پارٹیوں کے سربراہوں کے اختلافات بھی مجاہدین کے حوصلوں پر اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ اور ان کی نفسیات پر اثرانداز ہوتے ہیں یہ مصیبت ان سب مصیبتوں کے علاوہ اور ان سب سے بڑی ہے۔

ح۔ علماء کی ہجرت:
بہت سے علماء اپنی خندقیں اور مورچے چھوڑ کر اپنی عزتیں بچا کر روٹی کے ٹکڑے کمانے کے لیے پشاور بیٹھے ہیں)

ہجرت کا سیلاب کیسے روکا جائے؟

سب سے پہلے تو مجاہدین کے لیے کھانے کا انتظام کرنا ہوگا۔ جس کے لیے تقریباً ۴۵ ملین روپے کی ضرورت ہے، یعنی اگر ایک مجاہد کا صرف روٹی کا خرچ ۳ روپے یومیہ لگایا جائے تو گویا ایک مجاہد کو مہینہ بھر میں (صرف سوکھی روٹی کے لیے) ۹۰ روپے کی ضرورت پڑے گی۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ افغانستان میں مسلح مجاہدین کی تعداد تقریباً نصف ملین ہے۔ گویا مہینے بھر میں ان کی خشک روٹی کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے ۴۵ ملین روپے درکار ہیں جو تقریباً دس ملین سعودی ریال یا ۳ ملین امریکی ڈالروں کے برابر ہیں۔

دوسرے نمبر پر علماء کی واپسی کے لیے سنجیدہ کوششیں کرنا ہوں گی۔ اگر ہم سو ریال فی مہینہ، یعنی ۱۲۰۰ ریال فی سال فی عالم پر خرچ کر سکیں تو بہت سے علماء واپسی کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ یہاں واضح رہے کہ اگر ایک عالم کسی منطقے میں ٹکا رہے تو اس کے ساتھ کم از کم ۵۰ مجاہدین اور بیچے رُکے رہ سکتے ہیں۔ وہ ان کو تعلیم دیتا ہے۔ استقامت کا رستہ دکھاتا ہے اور ان میں جہاد، شہادت اور قربانی کی روح پھونکتا ہے۔

اگر ہم ایک ہزار علماء کو معرکے کے میدان میں جمے رہنے اور ٹکے رہنے پر آمادہ کر سکیں، تو اس کا مطلب ہے کہ کم از کم پچاس ہزار افغانوں کو ہجرت سے روک کر وہیں ٹکے رہنے پر آمادہ کر لیا گیا ہے۔

تیسری چیز جو ضروری محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ محاذوں کے کمانڈروں کو تنخواہیں دی جائیں تاکہ وہ اپنے مورچے چھوڑنے اور انھیں متزلزل کر دینے پر مجبور نہ ہوں۔ فرض کیا جائے کہ کسی دستے کے سربراہ سے لے کر چھاؤنیوں کے جنرل کمانڈر تک ہمارے پاس ایک ہزار مجاہد ہیں۔ اگر ان کو بھی وہی وظیفہ دیا جائے جو ایک عالم کو دینا طے پایا ہے، یعنی ۵۰۰ روپے (۱۰۰ سعودی ریال) تو اس طرح سالانہ میزانیہ ۱۲۰۰۰۰۰ ریال بنتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس سے ہجرت کا سیلاب بہت حد تک روکا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں میری چوتھی تجویز یہ ہے کہ غیور اور جذباتی عرب نوجوانوں کو جو قربانی اور شہادت کی تمنا لے کر گھروں سے نکلتے ہیں نہ صرف میدان معرکہ تک پہنچ لینے دیا جائے، بلکہ انھیں ہر قسم کے دخول اور خروج کی سہولت دی جائے کیونکہ دین کا علم رکھنے والے عرب نوجوانوں کا جہاد افغانستان میں بڑا کردار ہے۔ مثلاً:

ا۔ وہ افغانستان میں تعلیم دیتے ہیں اور اپنے کردار سے نفوس کی تربیت کرتے ہیں۔

ب۔ وہ مجاہدین کے حوصلے بڑھانے اور ان کا قدم جمانے کا سبب بنتے ہیں کیونکہ افغانی اس بات سے بڑی حیا کرتے ہیں کہ اپنے درمیان ایک عرب نوجوان کے ہوتے ہوئے پسپائی اختیار کریں اور اپنی جگہیں چھوڑ دیں۔

ج۔ مختلف جماعتوں کے جھگڑے چکا کر انھیں متحد کرتے ہیں۔ صرف ایک عرب ہی ایسا ہوتا ہے جو بلا کسی خوف و جھجھک کے ہر جماعت اور ہر حزب کے مرکز میں پہنچ جاتا ہے۔

د۔ اکتاہٹ اور مایوسی کے وقت وہ دلوں میں پھر سے شہادت اور جہاد کی روح پیدا کرتے ہیں۔

ہ۔ جہاد افغانستان میں دلچسپی لینا اور مشکلات حل کرنے میں سرگرمی دکھانا ان

کی خصوصیت ہے، کیونکہ وہ جب بھی میدان سے لوٹتے ہیں، تو انتہائی جذباتی اور سرگرم ہوتے ہیں اور مستقر پر پہنچ کر رسد اور امداد کا دیگر سامان اکٹھا کرنے لگتے ہیں اور دوبارہ محاذ پر جاتے ہوئے اور بھی بہت سی مشکلات کا حل لے کر جاتے ہیں۔

و۔ وہ عرب مخیرین کے دیے ہوئے صدقات مختلف محاذوں پر پہنچاتے ہیں۔

ز۔ اور بعض ماہرین کے تجربوں کو معرکے تک منتقل کرنے کا کام کرتے ہیں، بلکہ بعض نوجوانوں نے تو اس سے بھی بڑھ کر اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کے کسی منطقے میں پہنچنے سے جیسے وہاں زندگی لوٹ آتی ہے۔ رگوں میں خون دوبارہ پوری روانی کے ساتھ بہنے لگتا ہے۔

افغانوں کی نظر میں بھی عرب کی بڑی عزت ہے۔ ان کے چھوٹے بڑے، جاہل اور عالم اس کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "اگر عربوں کی تکریم میں بیٹوں کو ذبح کرنا جائز ہوتا تو ہم اپنے بیٹے ذبح کر دیتے"۔

ایک دفعہ دور کے ایک گاؤں سے ایک بوڑھا برف پر چلتا ہوا ہمارے محاذ پر پہنچا، صرف ایک عرب کو دیکھنے اور اس سے مصافحے کا شرف حاصل کرنے کی خاطر، لیکن یہ ادب اس شرط پر ہے کہ انھیں یقین ہو کہ ان کا عرب بھائی بھی ان سے محبت کرتا ہے، ان کا احترام کرتا ہے، ان کے ساتھ مسلمان بھائیوں والا سلوک کرتا ہے۔ اور ان کو اطمینان ہو کہ وہ ان کا مذہب منہدم کرنے یا ان کے شعائر میں ان کی مخالفت کرنے نہیں آیا ہے۔

یہاں یہ اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ عرب ممالک میں سیکیورٹی کے تمام نہیں تو اکثر ادارے اپنے باشندوں کے پاکستان جانے سے خوف محسوس کرتے ہیں اور معرکے کی سرزمین کی طرف پیش قدمی کرنے والوں کے بارے میں ایک عجیب

تشویش میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بعض تو پاسپورٹ پر پاکستان کا ویزا لگا ہوا دیکھ کر ہی بھڑک اٹھتے ہیں اور ایسے لوگوں کے بارے میں تحقیقات کا آغاز ہو جاتا ہے۔ ان کے بارے میں معلومات جمع کی جاتی ہیں اور پوری فائل تیار کر کے رکھ لی جاتی ہے (تاکہ بوقت ضرورت کام آئے)

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ بعض مخلص اور صادق نوجوان ایسے بھی آئے جن کو اللہ تعالیٰ نے واضح عقیدہ تو عطا فرمایا مگر جو دانائی، حکمت اور فقہ الدعوت سے محروم ہیں، وہ معاشروں میں تبدیلی لانے کے طریقے نہیں جانتے۔ میں کہتا ہوں کہ ان نوجوانوں نے افغانستان جا کر بالکل برعکس اور سلبی نتائج پیدا کیے ہیں۔ جب یہ جہاد سے لوٹے تو مجاہدین کے ساتھ ساتھ جہاد میں بھی تشکک کر رہے تھے۔ یہ مجاہدین کے گلے میں تعویذ دیکھتے ہی یا کسی قبر پر جھنڈا لگا ہوا دیکھ کر فوراً ہی مجاہدین پر شرک کی تہمت لگا دیتے ہیں۔

میری تجویز ہے عربوں کے افغانستان میں داخلے پر سے پابندیاں ہٹائی جائیں۔ افغانوں میں کام کرنے کے لیے خدا سے ڈرنے والے داعیوں کو بھرتی کیا جائے نہ کہ افغانوں کی صفوں میں کام کر کے نفع کمانے والے ملازمین کو۔

اسلامی خیراتی انجمنوں پر بھی لازم ہے کہ اس طرف توجہ رکھیں۔

جن عرب داعیوں کو محاذوں اور افغان مورچوں پر بھیجا جائے چاہے وہ دارالافتاء کے حوالے سے جائیں، رابطہ کے خرچ پر، اصلاحی انجمنوں کے حوالے سے یا مرکز اسلامی کی طرف سے، ان کو تنخواہ بہرحال اتنی دی جائے جو آسان گزربسر کے لیے کافی ہو۔

بیرونی مشکلات

اس سلسلے میں سب سے پہلے تو یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ مراکز جہاد کے

ار دگرد کون کون سے مناطق و ممالک ہیں اور پھر یہ دیکھا جائے کہ دوسرے ممالک جہاد میں کس قدر معاونت کر رہے ہیں۔

جہادِ افغانستان سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والے ممالک حسبِ ذیل ہیں:

اوّلاً: پاکستان:

پاکستان کی حدود افغانستان کے ساتھ ڈیورنڈ لائن کے ساتھ ساتھ تقریباً ۲۲۵۰ میل تک پھیلتی چلی گئی ہیں۔ یہ ڈیورنڈ لائن مشرق اور جنوب سے افغانستان کو پاکستان سے جدا کرتی ہے۔ یہ حدود قبائلی منطقے کی ایک پٹی سی تشکیل دیتی ہیں جو اگرچہ رسمی طور پر پاکستان کا حصہ ہے، مگر وہاں جان، مال اور عزت و حرمت کے سلسلے میں فیڈرل گورنمنٹ آف پاکستان کے قوانین نہیں چلتے، بلکہ وہاں وہی قوانین چلتے ہیں جو انگریز کے زمانے میں قبائل نے خود بنائے تھے۔

یہ قبائلی علاقہ جہادِ افغانستان کی حفاظت کے لیے ایک حفاظتی پٹی کی سی حیثیت رکھتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ خطرے کی پٹی بھی ہے، کیونکہ روس بہت سی قبائلی شخصیتوں کو خریدنے اور انھیں جہاد کے خلاف بھڑکانے کی مسلسل کوششیں کرتا رہا ہے۔

اگرچہ قبائلی پٹھانوں میں پشتون (افغان) خون گردش کر رہا ہے اور مجاہدین اور ان افغانوں کے درمیان خونی رشتے پائے جاتے ہیں، مگر کمیونزم اور اس کے زرخرید ایسی سی کوششیں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

میں یہاں فیڈرل پاکستان کی ۴ صوبوں پر مشتمل ہے۔ تفصیلی وضاحت کرنا چاہتا ہوں:

۱۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ:۔ یہ پشاور، کوہاٹ، بنوں وغیرہ اور قبائلی علاقے

پر مشتمل ہے۔

۲۔ پنجاب: جس میں لاہور، اسلام آباد، فیصل آباد، ملتان وغیرہ ہیں۔

۳۔ سندھ: جس کا دارالحکومت کراچی ہے۔

۴۔ بلوچستان: جس کا صدر مقام کوئٹہ ہے۔

۱۔ منطقۂ پشاور: یہاں عبدالولی خان پشتونوں کا سب سے مقبول لیڈر مانا جاتا ہے۔ اگرچہ عوام میں اس کی قوت کم ہے، مگر وہ افغان مجاہدین کے راستے میں بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔

۲۔ منطقۂ پنجاب:۔ یہاں مسٹر بھٹو کے سابق وزراء رہتے ہیں، جن میں حنیف رامے وغیرہ شامل ہیں جو گرم پانیوں تک روس کا راستہ چھوڑ دینے کے حامی ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ روس کو گرم پانیوں تک پہنچ تو جانا ہے، پھر ہمیں اس سے دشمنی مول لینے کا کیا فائدہ!

۳۔ منطقۂ سندھ: یہاں جی۔ ایم سید کی تنظیم "جیے سندھ" موجود ہے جو سندھ کا بھارت سے الحاق چاہتی ہے۔ یہیں کراچی کے ایک بریلوی عالم دین مولانا شاہ احمد نورانی ہیں جو یہ بیان دیتے ہیں کہ جہادِ افغانستان امریکہ کے مفادات کی جنگ ہے۔ حکومت پاکستان امریکی مفادات کی خاطر اس کی حمایت کر رہی ہے اور جماعت اسلامی کو امریکی ڈالروں کا لالچ اس کے حق میں نعرے لگانے پر مجبور کرتا ہے۔

۴۔ منطقۂ بلوچستان: پاکستان کے چاروں صوبوں میں سے یہ سب سے بڑا صوبہ ہے، لیکن امن و امان کے نقطۂ نظر سے یہ سب سے کمزور منطقہ ہے کیونکہ یہاں کا بیشتر حصہ صحرا پر مشتمل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس لمبے چوڑے منطقے میں آبادی بہت کم ہے۔ روس مدت سے اس

علاقے پر نظریں لگائے بیٹھا ہے، اور وہاں کمیونزم کے سُست رَو مگر گہرے بیج بو رہا ہے، چنانچہ اصل خطرہ بلوچستان کے اسی منطقے میں پوشیدہ ہے کیونکہ:

۱۔ یہی وہ منطقہ ہے جو افغانستان کے بعد گرم پانیوں کے درمیان حائل ہے۔

۲۔ یہاں بیرونی حملے کی صورت میں علاقے کی حفاظت بہت مشکل ہے، خصوصاً روسی حملے کی صورت میں اس کی لمبی چوڑی حدود، وسیع رقبے اور کم آبادی کی وجہ سے یہ دفاع مشکل ہی نہیں ناممکن نظر آتا ہے[1]۔

۳۔ کمیونزم کا وجود منطقے میں اپنا بیج بو چکا ہے اور پاکستان اور خلیج کے مستقبل کے لیے خطرے کا باعث بن چکا ہے۔ یہاں قبیلوں کے سربراہ کمیونسٹوں کی تنظیمی اور فکری راہنمائی کرتے ہیں۔ ان میں سے چند سرکردہ حسب ذیل ہیں:

ا۔ مری قبائل: ان کا سربراہ نواب خیر بخش مری ہے جس کی عمر ۵۰ سال ہے اور وہ پکا کمیونسٹ ہے۔

ب۔ مینگل قبائل: ان کا سربراہ عطاء اللہ مینگل ہے جو پچاس ساٹھ سال کا ایک کمیونسٹ ہے۔

---

[1] ضروری نہیں کہ فاضل مصنف کا تجزیہ سو فی صد درست ہو۔ پہلی غور طلب بات تو کمیونزم کے رسوخ پانے کی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض عناصر گمراہ ہوئے ہیں، لیکن صوبے کی غالب اکثریت خلوص دل سے مسلمان ہے اور حُبّ الوطنی کے جذبات سے سرشار بھی۔ چنانچہ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ کمیونزم کا اثر افراد تک ہی ہے۔ عام آبادی اسے رد کرتی ہے۔ (ادارہ)

ج - بگٹی قبائل : ان کا سربراہ محمد اکبر بگٹی ہے جو فکری لحاظ سے تو کمیونسٹ ہے، مگر تنظیمی طور پر اس کا کوئی کام موجود نہیں ہے۔ اس کی عمر ۶۰، ۷۰ سال ہے۔

د۔ بزنجو قبائل : ان کا لیڈر غوث بخش بزنجو ہے، جو فکری، نظری اور تنظیمی کمیونسٹ ہے۔ اس کی عمر ۷۰ سال ہے۔ اسے پاکستان کا خطرناک ترین کمیونسٹ سمجھا جاتا ہے وہ بلوچستان کا نمبر ایک کمیونسٹ ہے۔ اس نے کمیونزم کو ۱۹۳۵ء میں ہندوستان کی علیگڑھ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران قبول کیا تھا۔

غوث بخش بزنجو بھٹو کے دورِ حکومت میں ۹ ماہ کے لیے بلوچستان کا گورنر رہا تھا۔ ان دنوں وہ اور عبدالولی خان ایک ہی تنظیم "نیشنل عوامی پارٹی" (نیپ) کی سربراہی کر رہے تھے۔ پھر پارٹی ٹوٹ گئی اور عبدالولی خان نے "نیشنل ڈیموکریٹک پارٹی" بنالی اور بزنجو نے "پاکستان نیشنل پارٹی" کے نام سے اپنی پارٹی قائم کرلی۔

بلوچی شاعر رحیم بخش آزاد نے ۲۷ اپریل ۱۹۸۵ء کو افغانستان کے سرخ انقلاب کی یاد میں کراچی کی بار کونسل میں عیش و طرب کی ایک تقریب منعقد کی۔

یہی وہ علاقہ ہے جو دفاعی لحاظ سے پاکستان اور عرب ممالک کے لیے خطرناک ترین علاقہ ہے کیونکہ عطاء اللہ مینگل کا شہر نوشکی بالکل قندھار کی سرحد پر واقع ہے اور بحیرۂ عرب پر پاکستانی بندرگاہ گوادر سے زیادہ دور نہیں ہے۔ روس اس منطقے کو پاکستان سے علیحدہ کرنے کی عرصے سے کوشش کر رہا ہے اور کسی مناسب موقعے کے انتظار میں ہے اور شاید یہی دن روس کے لیے بہترین ہوں!

خصوصاً یہ بات مزید قابلِ ذکر ہے کہ بلوچستان میں ایک طلبہ تنظیم "بلوچ

سٹوڈنٹس آرگنائزیشن" کے نام سے ابھر رہی ہے۔ گزشتہ برس ۲۷ دسمبر ۱۹۸۴ء کو اس نے یونیورسٹی پر سے پاکستانی پرچم اتار پھینکا تھا اور وہاں سوویتی جھنڈا لہرا دیا تھا، چنانچہ پڑوسی ممالک کے لیڈروں کو روس کی ان سازشوں سے خبردار رہنا چاہیے اور جہادِ افغانستان کی مدد کرنے کے سلسلے میں جلدی کرتے ہوئے غریب اور پس ماندہ بلوچستان میں دینی ادارے۔ ہسپتال اور دوسری قسم کے امدادی پراجیکٹس کے قیام کے ذریعے اس منطقے کے احیاء اور حفاظت کی کوشش کرنی چاہیے۔ نیز وہاں بہتر تعلقات پیدا کیے جائیں، تاکہ منطقے اور وہاں کے باشندوں کو کمیونزم کے مہلک اثرات سے بچایا جا سکے۔

مندرجہ بالا انتہا پسندوں کے علاوہ حد یہ ہے کہ جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ مولانا سراج الدین دین پوری ذوالفقار علی بھٹو کی بیٹی مس (اب مسز) بینظیر بھٹو کی حمایت کرتے ہیں اور جہادِ افغانستان کے خلاف بیانات دیتے رہتے ہیں، بلکہ پاکستانی اخبار جنگ نے تو ان کا یہ بیان بھی شائع کیا ہے کہ عصرِ حاضر میں اسلام کی تطبیق و تنفیذ ممکن نہیں۔[1]

یہ ہے چاروں صوبوں کی صورتِ حال، کہ وہاں اکثر سیاسی رہنما جہاد کی مخالفت کرتے ہوئے ہی نظر آتے ہیں، بلکہ جمعیت علمائے اسلام کے ممتاز لیڈر

---

[1] بینظیر تو اب (سن ۱۹۹۰ء) پاکستان کی وزیراعظم ہیں اور ان کے ذاتی خیالات کچھ بھی ہوں، لیکن جہادِ افغانستان میں پاکستان کی حمایت کو وہ ضعف نہیں پہنچا سکیں۔ نہ آئندہ ایسا ممکن ہے۔ رہ گئے مولانا دین پوری جیسے لوگ تو ان کی حیثیت برساتی مینڈکوں سے زیادہ نہیں۔ ان کے بیانات کی اشاعت سے حالات پر کچھ بھی اثر نہیں پڑتا، جیسا کہ نہیں پڑا۔ (ادارہ)

فضل الرحمٰن بن مفتی محمود بھی اس مبارک جہاد کی مخالفت پر ہی کمر بستہ ہیں اور کابل سے صلح کرنے اور مہاجرین و مجاہدین کو نکالنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمیں صراحت کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ پاکستان میں جماعتِ اسلامی کے علاوہ کوئی جماعت افغان جہاد کی حمایت میں نہیں اٹھی۔ جماعتِ اسلامی وہی جماعت ہے جو مولانا مودودیؒ نے قائم کی تھی اور اب اس کی سربراہی میاں طفیل محمد اور اب (۱۹۹۰ء) قاضی حسین احمد کر رہے ہیں، چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے میدان میں غریبوں کی اس اکیلی جماعت کی مادی و معنوی حوصلہ افزائی کی جائے، تاکہ اس کے برحق موقف کو مضبوطی حاصل ہو اور وہ جہاد کے حق میں اپنی کوششیں جاری رکھ سکے۔

جہاں تک حکومتِ پاکستان کے موقف کا تعلق ہے تو وہ دو قسموں کا ہے:

۱۔ فوجی حکومت: ان دنوں پاکستان میں فوج برسرِ اقتدار ہے۔ سارے امور کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں اور وہ جہادِ افغانستان کی حمایت کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

۲۔ سول حکومت: جناب محمد خان جونیجو کی سربراہی میں فوجی وردی کے ماتحت ایک سول حکومت قائم ہے جو پاکستان کی سرحدوں پر دگرگوں حالات اور افغان مسئلے کا پرامن حل چاہتی ہے، لیکن فوجی حکومت مسلسل جہاد کی حمایت کے موقف پر قائم ہے۔ کیونکہ وہ اپنے پیشہ وارانہ تجربے کی بنیاد پر ان بُرے آثار اور بربادیوں کا اندازہ کر سکتی ہے جو پاکستان پر منڈلا رہے ہیں اور جہادِ افغانستان کے (خدانخواستہ) سقوط کے نتیجے میں پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں۔ یہ فوجی حکومت دوسروں سے زیادہ بہتر جانتی ہے کہ جہادِ افغانستان سے دور رہنا کابل حکومت کو اکھڑتی سانسیں درست کرنے کا موقع دے گا اور پھر وہ پاکستانی کمیونسٹوں کے ساتھ مل کر

حکومتِ پاکستان کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کرے گی۔ حکومتِ افغانستان مدت سے اپنی یہ کوششیں جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس سلسلے میں بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے کئی لوگ، کمیونسٹ اور پیپلز پارٹی کے کئی افراد کابل جا بھی چکے ہیں۔ وہ وہاں تربیت حاصل کرتے ہیں اور پھر وہاں سے بہت سا اسلحہ لا کر اس دن کے لیے جمع کر رہے ہیں جس کا وہ خواب دیکھ رہے ہیں۔

میں کہتا ہوں: اگرچہ یہ فوجی حکومت جہاد کی حمایت کرتی ہے، مگر ہم دو امور میں اس کا محاسبہ ضرور کریں گے:

۱۔ پہلی بات، ہم جانتے ہیں کہ فوجی حکومت نہیں چاہتی کہ مجاہدین کی افغان حکومت پاکستان کی سرزمین پر قائم ہو، لیکن اس کے لیے مجاہدین کے اتحاد کو توڑنے کی کوشش کا سلبی رویہ کسی طور مستحسن نہیں ہو سکتا۔

۲۔ دوسری بات: پاکستان کا بیرونی ممالک خصوصاً امریکہ کے دباؤ سے متاثر ہونا ہے۔

امریکہ چاہتا ہے کہ جہادِ افغانستان جاری رہے۔ روس کی اقتصادی، فوجی اور نفسیاتی حیثیت کمزور ہو اور جہادِ افغانستان تاش کے ایک پتے کی طرح امریکہ کے ہاتھ میں رہے تاکہ امریکہ جب بھی اقوامِ متحدہ میں روس کا حلیہ بگاڑنا چاہے یا مغربی ممالک کو روس کے خلاف بھڑکانا چاہے تو آسانی کے ساتھ اپنے پتّوں کی جھلک دکھا کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکے۔

دوسرے یہ کہ امریکہ روس کو افغانستان میں مصروف رکھ کر ویت نام میں اپنی شکست کا انتقام لینا چاہتا ہے۔ اسی طرح امریکہ افغان مسئلے کو روس سے باہمی تجارت کے معاملات میں پریشر کے طور پر بھی استعمال کرنا چاہتا ہے، لیکن امریکہ جہادِ افغانستان کی قیادت سے بھی بہت تنگ ہے۔ وہ اسے "بنیاد پرست"

قیادت کہتا ہے جو نہ تو اپنے دینی معاملات میں کسی قسم کی سودے بازی کو قبول کرتی ہے اور نہ ہی وہ "امریکی اسلام" نامی رستے کی کسی طرح قائل ہوتی ہے، چنانچہ وہ کسی مناسب متبادل راستہ کا انتظار کر رہا ہے جو امریکی مفادات کی عمارت تعمیر کر سکے اور اس کے اشاروں پر چل سکے، لیکن اب تک اسے مجاہد قیادت میں سے اپنا "گوہرِ مقصود" حاصل نہیں ہو سکا۔

امریکہ نے افغان کمانڈروں کو خوشی اور غم کے موقعوں پر دیکھا ہے اور ان کو کسی سنوت اور کاٹ دار تلوار کی طرح جواں عزم پایا ہے۔ وہ زمانے کے ساتھ ساتھ جھکنے اور مڑنے والے نہیں ہیں۔ اس نے کئی بار ان قائدین سے ملاقات کی کوشش کی، لیکن انھوں نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ انھیں اقوام متحدہ میں خطاب کرنے کا لالچ دیا گیا۔ اس دعوت کے جواب میں گلبدین، جو اس وقت اتحادِ مجاہدین کے سربراہ تھے، ایک وفد لے کر اقوام متحدہ پہنچے اور امریکہ میں صدر ریگن نے انھیں اپنے جال میں پھانسنے کے لیے ایک خوب صورت چال چلی اور گلبدین سے ملاقات کر کے دنیا بھر کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ گویا امریکہ ہی جہادِ افغانستان کا اصل سرپرست ہے، لیکن حکمت یار نے کمال دانشمندی سے انکار کر دیا اور ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو ملاقات کیے بغیر واپس لوٹ آئے اور لوٹنے سے پہلے انھوں نے امریکی اخبارات کو بیان دیتے ہوئے کہا "ہم امریکہ سے کوئی مدد نہیں لیتے اور امریکہ سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

اس اعلان کے ساتھ ہی امریکہ کی انٹیلی جنس ایجنسیاں حرکت میں آ گئیں۔ کیونکہ امریکی انٹیلی جنس صبح و شام یہ اعلان کر رہی تھی کہ امریکہ نے گذشتہ برس مجاہدین کو ۲۵۰ ملین ڈالر کی امداد دی ہے اور یہ کہ امریکہ اس امداد کے اعلان سے بالکل نہیں ہچکچاتا۔ حکمت یار کے اس کمر توڑ بیان نے امریکی کانگرس کو

وہ ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور اس نے حقائق کی چھان بین کے لیے ایک کمیٹی
پاکستان بھیج دی۔

اب امریکہ یہ کوشش کر رہا ہے کہ جہاد کی لگام کسی طرح اپنے ہاتھ میں لے
لے اور اسے اپنی تجارت کے لیے استعمال کرے، مگر ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس
کی ان منحوس کوششوں کو خاک میں ملا دے گا۔

ہرات اور مغربی مناطق:

ضروری ہے کہ بھوک کے ستائے ہوئے اس علاقے کی فوراً مدد کی جائے
کیونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ اس علاقے میں گزشتہ دو برس سے ایسا قحط پڑا ہے کہ وہاں
روٹی کا وجود ہی عنقا ہو گیا ہے۔ مجھے ہرات کے ایک ڈاکٹر کوہ یار نے بتایا کہ:

"ہم ہرات میں امیر المجاہدین سے ملنے گئے۔ انھوں نے ہماری ضیافت کے
لیے کھانے پینے کی کچھ چیزیں لینے کے لیے چار مختلف دیہات میں اپنے آدمی
دوڑائے جو بعد از کوشش بسیار صرف چار روٹیاں لائے"۔

۲۔ افغانستان کی حدود کے اندر ہسپتال اور تعلیم خانے قائم کیے جائیں۔
اور مہاجرین کی خیمہ گاہوں میں چھوٹی چھوٹی مساجد تعمیر کی جائیں تاکہ وہ جماعت
اور جمعہ کا اہتمام کر سکیں۔

۳۔ مہاجرین کے بچوں کے لیے مدارس کھولے جائیں، تاکہ انھیں لامذہب
ہونے سے بچایا جا سکے۔

۴۔ بعض افغان داعیوں کو خیمہ بستیوں میں کام کرنے کے لیے ملازم
رکھا جائے۔

۵۔ علماء کو مہاجرین کے بچوں کو دینی تعلیم دینے کے لیے بھرتی کیا جائے۔
حقیقت یہ ہے کہ افغان جہاد کی خصوصاً مغربی مناطق کی مدد کرنا افریقہ

کو قحط سے بچانے سے کئی درجہ زیادہ ضروری ہے۔ امام ابن تیمیہؒ سے سوال کیا گیا کہ "اگر مال اتنا کم ہو کہ بیک وقت بھوکوں کو کھانا کھلانے اور جہاد کی مدد کرنے کے لیے کافی نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ انھوں نے جواب دیا" ہم جہاد کو ترجیح دیتے ہیں چاہے بھوکے بھوک سے مر جائیں۔ کیونکہ بصورتِ دیگر یہ ایسا ہی مسئلہ ہے جیسے ہم انھیں ڈھال بنانے کی کوشش کریں۔ اس صورت میں ہم ان کو خود ہلاک کردیں گے، جب کہ دوسری صورت میں وہ اللہ کی تقدیر سے ہلاک ہوں گے"۔

(فتاویٰ کبریٰ جلد چہارم / صفحہ ۶۰۸)

بھارت کا مؤقف:

ہندوستان کے روس سے بڑے گہرے اور قریبی تعلقات ہیں۔ اندرا گاندھی پاکستان کی مشرقی سرحدوں پر حملہ آور ہونے کے لیے مختلف مناطق کا دورہ کرکے کوئی بہانہ، کوئی جواز ڈھونڈنا چاہ رہی تھی مگر اسے موت نے آلیا۔ اور اس طرح مسلمانوں کو اس طرف سے اطمینان حاصل ہوگیا، لیکن اس کے باوجود ہندوستان کا مؤقف ہمیشہ روس اور بھارت کے گہرے تعلقات کا آئینہ دار رہا ہے۔ کیونکہ اسے روس سے اسلحے کی بڑی مقدار ملتی رہتی ہے۔ اسی طرح سرحدوں کے جھگڑے پر چین جیسی عظیم قوت سے اس کی پرانی دشمنی نے بھی اسے روس کی طرف مائل ہونے پر مجبور کر رکھا ہے۔

چین کا مؤقف:

چین اس کوشش میں ہے کہ امریکہ کے ساتھ دو طرفہ معاہدہ کرکے اُسے جنوبی کوریا اور تائیوان سے نکل جانے پر مجبور کرسکے۔ دوسری طرف چین کی کوشش ہے کہ روس سے دو طرفہ معاہدے کے ذریعے امریکہ کو جنوبی کوریا اور افغانستان سے نکلنے پر مجبور کردے۔ اُدھر وہ جاپان کی ہر قسم کی مدد کر رہا ہے تاکہ جاپان اپنے

پاؤں پر کھڑا ہو کر امریکہ کے مدِ مقابل آسکے۔ روس کا مقابلہ کرنے کے لیے اُس نے اپنی کمیونسٹ پارٹیوں (شعلۂ جاوید اور ستم) کو احکامات جاری کر دیے ہیں کہ اپنے آپ کو افغان عوام میں جذب کر دیں۔

یورپی ممالک کا مؤقف:

پورے یورپ، خصوصاً برطانیہ، فرانس اور جرمنی کو اپنی مصنوعات کے لیے منڈیوں کی ضرورت ہے اور روسی بازار ان مصنوعات کی تجارت کے لیے بہترین جگہ ہیں جہاں ان مصنوعات کی شدید ضرورت پائی جاتی ہے! ادھر روسی سائبیریا سے برطانیہ اور فرانس تک گیس کی پائپ لائن بچھانے کا معاہدہ کر چکے ہیں کیونکہ روسیوں کو مغربی ٹیکنالوجی خریدنے کے لیے زرِ مبادلہ کی ضرورت ہے۔ ادھر یہ مغربی ممالک مسئلہ افغانستان کا ایسا پُر امن حل چاہتے ہیں جو روس کی مرضی کے مطابق ہو تاکہ روس سے ان کے خوشگوار تجارتی تعلقات قائم رہ سکیں۔

یہ ہے جہادِ افغانستان کے سلسلے میں مغربی ممالک کا مؤقف اور اب میں آپ کے سامنے وہ مشکلات بیان کرتا ہوں جن کا افغانی عوام داخلی اور خارجی اطراف سے سامنا کر رہے ہیں۔ ان میں سب سے بڑی مشکلات دو ہیں:

۱۔ صحت کی مشکلات۔

۲۔ تعلیم اور ثقافت کی مشکلات۔

فصل چہارم

مہاجرین کی صحت کا مسئلہ

پشاور اور اس کے اردگرد کے پاکستانی علاقوں میں افغان مہاجرین کی تعداد ۳ ملین کے قریب پہنچتی ہے اور بلوچستان میں کوئٹہ اور افغانستان کی جنوبی سرحد کے ساتھ تقریباً ایک ملین مہاجرین اقامت گزیں ہیں۔ سردی، بے سائبانی اور اس غیر معیاری غذا کے سبب جو کبھی کسی مہاجر کے خیمے تک پہنچتی ہے اور کبھی نہیں پہنچتی۔ مہاجرین سخت پریشان ہیں اور ہلالِ احمر سعودی (کی امدادی کمیٹی) جو خیمے تقسیم کرنے والا سب سے بڑا ادارہ ہے، کے دفتر کے چکر پہ چکر لگا رہے ہیں۔

اس فقر، سردی اور بے بسی کے سبب مہاجرین میں بہت سے امراض پھیل چکے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ ٹی۔بی۔ اس کا تناسب مہاجرین میں ۲۰ فیصد تک پہنچ چکا ہے اور ان میں سے ۷ فیصد مریض معدے کی خطرناک ٹی۔بی میں مبتلا ہیں۔

۲۔ بچوں میں اسہال اور قے کے سبب اموات کا تناسب بہت بڑھ گیا ہے۔

۳۔ ملیریا: اس مرض کے شکار افراد کا تناسب ۷ فیصد ہے۔

۴۔ ٹائیفائڈ: یہ مرض بھی بہت کثرت اور تیزی سے مہاجرین میں پھیل گیا ہے۔

۵۔ گھروں پر ہر روز نازل ہونے والی مصیبتوں کے سبب اعصابی، نفسیاتی اور دماغی امراض بھی بڑے پیمانے پر پھیل گئے ہیں۔

یہاں ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ مہاجرین کو اس خطرناک حالت تک پہنچانے کا ذمہ دار کون ہے؟ ہاں! یہ بشارتیں دینے والی مشینری ہے (کیونکہ جہاں بھی کہیں فقر، جہل یا مرض پیدا ہوتا ہے وہیں یہ مشینری بھی پائی جاتی ہے) چنانچہ پشاور میں خوش خبریاں سنانے والی بہت سی جماعتیں مختلف ناموں مثلاً ریڈکراس، کارتاس اور سیرف وغیرہ وغیرہ کے ساتھ داخل ہوئیں۔ اس دعوے کے ساتھ کہ طبی، تعلیمی، اکیڈیمک اور ٹیکنالوجیکل میدانوں میں اپنا تعاون پیش کریں گی۔ اگرچہ پشاور پہنچنے والی ان صلیبی تنظیموں کی تعداد ۳۰ کے قریب ہے، لیکن ان سب کے پیچھے اصل میں ایک ہی انٹرنیشنل چرچ کام کر رہا ہے۔

ان کے مقابلے میں جو اسلامی تنظیمیں اپنے مہاجر بھائیوں کی امداد کو پہنچی ہیں وہ یہ ہیں:

ہلالِ احمر سعودی:

اس کا بجٹ دس ملین ریال ہے۔

ہلال احمر کویتی:

اس کا بجٹ امدادی کمیٹی سمیت ۶ ملین ڈالر ہے۔

سعودی امدادی کمیٹی:

(جو ہلال احمر سعودی کے زیر نگرانی کام کرتی ہے) مخیر حضرات کے چندوں پہ چلتی ہے اور اس کا سرمایہ ۱۵۰ ملین سعودی ریال ہے۔

اسرا:

(اسلامک ریلیف ایجنسی آف افریقہ) یہ بھی کچھ محسنین کے سر پر چل رہی ہے اور

اس کا بجٹ انتہائی محدود ہے۔

کویتی لجنۃ الدعوۃ: (مع انسانی امدادی کمیٹی)

یہ دونوں تنظیمیں کویتی جمعیت الاصلاح کے زیرِ انتظام کام کرتی ہیں۔ انھوں نے زخمیوں کے لیے استقبال اور ابتدائی مرہم پٹی کے لیے سرحدوں کے قریب کچھ طبی نقاط قائم کیے ہیں جہاں ابتدائی طبی امداد کے بعد زخمیوں کو مرکزی ہسپتالوں کی طرف بھیج دیا جاتا ہے۔ یہ تنظیمیں اپنے محدود وسائل اور قلیل بجٹ کے اندر رہتے ہوئے کام کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

اس سلسلے میں سعودی لجنۃ الاغاثہ نے کچھ محسنین کے ساتھ مل کر کوئٹہ میں مستشفی مکۃ المکرمۃ کے نام سے ایک اسپتال قائم کیا ہے جس میں ۱۰۰ بستروں کی گنجائش ہے اور اسے بجا طور پر اسلامی ہاتھوں میں کام کرنے والا بہترین ہسپتال کہا جا سکتا ہے، جیسا کہ بعض ماہرین نے اسے خطاب دیا ہے۔ اس میں تقریباً ۸۰ فی صد مریض محاذِ جنگ سے آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک "سرنان اسپتال" ہے جسے سعودی وزارتِ دفاع نے سرنان کیمپ میں قائم کیا ہے۔ اس میں تقریباً ۴۲ بستروں کی گنجائش ہے اور یہ بالکل جدید بنیادوں پر تیار کیا گیا ہے۔

ہلالِ احمر کویتی نے بھی ایک نئے اسپتال کی بنیاد رکھی ہے۔ اس سے پہلے یہ انجمن "عورتوں اور بچوں کا ایک چھوٹا سا اسپتال" بھی قائم کر چکی ہے۔

لجنۃ الاغاثہ اور دعوت نے جو کویتی جمعیت الاصلاح کے تابع ہیں، ایک ہسپتال "مستشفی بدر الفوزان" کے نام سے قائم کیا ہے۔ انھوں نے اب پشاور میں اپنے باقاعدہ کام کا آغاز کر دیا ہے۔

افغان سرجیکل اسپتال:

اسے جماعت اسلامی پاکستان نے قائم کیا ہے اور کئی برس سے جماعت ہی

اس کی نگرانی کر رہی ہے۔ اس ہسپتال نے آغازِ جہاد سے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں، جبکہ دوسرے ہسپتال جن کا ذکر ابھی گزرا اسی سال شروع ہوئے ہیں۔

ان کے علاوہ کچھ ہسپتال افغانستان کی ان تنظیموں کے تحت بھی کام کرتے ہیں جو جہاد میں حصہ لے رہی ہیں، لیکن ان کے چھوٹے میزانیے اور قلتِ مریضان کی وجہ سے آپ سوائے "پنی ہاسپٹل" کے کسی کو ہسپتال شمار نہیں کر سکتے۔ یونیورسٹی کے قریب واقع یہی ایک ہسپتال ہے جس کی حالت سب سے اچھی ہے اور جو صاف ستھرا ہے۔

مہاجرین کے کیمپ:

جہاں تک کیمپوں کا تعلق ہے تو ان کی صورتِ حال طبی نقطۂ نگاہ سے اور بھی زیادہ خراب ہے۔ ان کیمپوں میں ایک دو خیموں پر مشتمل کچھ طبی مراکز ہیں۔ وہاں نہ تو کوئی لیبارٹری ہے، نہ ایکسرے وغیرہ کا کوئی انتظام۔ ان کیمپوں میں تقریباً ۱۹۰۰ پاکستانی ملازم ہیں، لیکن طبی خدمات کے زیادہ تر کام پر مغربی صلیبی تنظیموں کی اجارہ داری ہے۔ جن کی تعداد ۳۰ کے قریب ہے۔ ان میں سے زیادہ تنظیمیں: ریڈ کراس انٹرنیشنل، کار تاس، تبشیری ہسپتال (انٹرنائیٹڈ ہاسپٹل) وغیرہ ہیں۔ علاوہ ازیں ابتدائی طبی امداد کے مراکز ہیں، حیات آباد میں زخمیوں کے استقبال کے بعض مراکز ہیں جو ۱۰۰۰، ۱۰۰ بستروں پر مشتمل ہیں ..... گویا صرف پشاور میں ۵۰۰ ملازمین بے مثال جوش و خروش سے کام کر رہے ہیں۔

پشاور میں سرخ صلیبی مرکز نے ۱۹۸۳ء میں ۳۵۰۰ ـــــ آپریشن کیے۔ جن میں سے اکثر پاؤں کاٹنے کے تھے۔ جب ان سے اتنی بڑی مقدار میں ایسے آپریشن کرنے کی وجہ پوچھی گئی، تو جواب ملا کہ: "ہمارے پاس زیادہ دیر تک مریض کی دیکھ بھال کے لیے بستر نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان یورپینز کا ایک

طبقہ عبادت جہاد کے سخت خلاف ہے اور وہ ان تعلیمات سے متاثر ہو کر
جو خوشخبری دینے والے پادریوں نے ان کے ذہن میں راسخ کر دی ہیں، علاج کے
دوران میں بھی نظریاتی ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کو یہی پڑھایا گیا ہے کہ دین اسلام
ایسے وحشی لوگوں کا مذہب ہے جو تلواریں اٹھائے لوگوں کو قتل کرتے پھرتے
ہیں، بلکہ ان میں سے بعض کے دلوں میں تو ابھی تک انگریزوں کی ان شکستوں
کا غم بھرا ہوا ہے جو انھوں نے افغانستان میں کھائی تھیں، بلکہ ایک بار تو
ان کا (۱۲۰۰۰ کا) ایک پورا لشکر میدان میں کھیت رہا تھا اور خود کابل
کے اس معرکے سے ایک ڈاکٹر برائیڈون کے علاوہ کوئی باقی نہ بچا تھا۔

اس کے علاوہ سُرخ صلیب یہ بھی کرتی ہے کہ انجیلوں کا پشتو اور فارسی
میں ترجمہ کروا کر تیمار داری کے بہانے ان کے سروں پر مسلط یورپین نرسوں کے
ذریعے مجاہد مریضوں میں تقسیم کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بداخلاقی پر ابھارتے
کے واقعات بھی سنے گئے۔ میں نے خود زخمیوں کا احتجاجی مظاہرہ دیکھا۔ پوچھا: کیا
ہوا؟ جواب ملا۔ یہ یورپین لڑکیاں ہماری شرمگاہوں میں جھانکتی ہیں اور پوشیدہ
جگہوں پر چٹکیاں لیتی ہیں، چنانچہ ہم اس پر احتجاج کرتے ہوئے نکل آئے ہیں۔

بعض یورپین زخمیوں سے کہتے ہیں کہ تم لوگ پاگل ہو! کیا تم روس کا مقابلہ
کر سکتے ہو؟ اس طرح مجاہدین کو طنز کے نشتر چبھوئے جاتے ہیں۔

شرمناک بے حسی:

۱۔ مقامِ افسوس ہے کہ عرب یا غیر عرب مسلمانوں میں سے ایک ڈاکٹر بھی
رضاکارانہ طور پر نہیں آیا، حالانکہ یہ لوگ امریکہ اور یورپ بھاگ بھاگ
کر جاتے ہیں۔

۲۔ مجاہدین کا کہنا ہے ہمارے پاس خدا سے ڈرنے والا ایک مسلمان ڈاکٹر بھی

نہیں آیا۔ جو ڈاکٹر آئے ہیں وہ اسی تنخواہ پر آئے ہیں جو وہ اپنے شہر میں لیتے تھے یا اس سے بھی زیادہ پر۔ آپ ایک دو کے علاوہ کوئی استثنائی صورت نہیں نکال سکتے۔

۳۔ عرب ممالک میں مکمل بے قدری کا سامنا کرنے کے باوجود کوئی ڈاکٹر ہمارے پاس کام کرنے کے لیے نہیں آیا حالانکہ وہاں، مثلاً اردن میں ہزاروں عام ڈاکٹر ایسے ہیں جنہیں حکومت نے سرکاری ہسپتالوں میں مفت ملازم (ہاؤس جاب) رکھنے سے بھی انکار کر دیا ہے کیونکہ مفت کام کرنے کے بعد وہ تجربے کے سرٹیفکیٹ کا لالچ رکھتے ہیں۔

۴۔ مجاہدین کی خدمت میں مصروف ہسپتالوں میں ہڈیاں جوڑنے کے ماہرین کی کمی ہے اور حیرت کی بات ہے کہ مسلم معالجین میں سے ایسا کوئی ڈاکٹر ہم تک نہیں پہنچا ہے۔ ہاں کچھ حضرات ویسے ہی چکر لگانے ضرور آئے تھے۔ ایک ماہر مصری ڈاکٹر ہم تک پہنچا جو چودہ سال سے لندن میں کام کر رہا تھا۔ ہم نے اس سے مکہ مکرمہ ہاسپٹل کوئٹہ میں رک کر کام کرنے کی دردمندانہ درخواست کی۔ اس نے ہماری درخواست اس شرط پر قبول کر لی کہ جدہ کے عرفان ہسپتال سے اُسے اجازت لے دی جائے۔ اس نے ہم سے کہا کہ کسی وسیلے اور ذریعے سے اسے عرفان سے اجازت لے دیں کہ وہ ایک سال کے لیے ہی سہی مکہ مکرمہ ہسپتال میں کام کر سکے، لیکن ہم ایسا ذریعہ تلاش کرنے میں ناکام رہے اور اس کے نتیجے میں ان ڈاکٹر صاحب کی خدمات سے بھی محروم رہے۔

۵۔ افغان مجاہدین کو اگر مسلمان ڈاکٹروں کا تعاون حاصل ہو تو وہ بھول کر بھی صلیب کا رُخ نہ کریں۔ یہاں آپ کے لیے دو مثالیں کافی ہوں گی:

مکہ مکرمہ ہاسپٹل :

یہ ہسپتال اسی سال چند مہینے قبل کوئٹہ میں شروع ہوا ہے، ورنہ اس سے پہلے طبی میدان میں مکمل طور پر صلیب ہی چھائی ہوئی تھی۔ اب صلیبی ہسپتال زخمیوں سے تقریباً خالی ہونے کو ہیں کیونکہ کسی افغانی کے لیے یہ ممکن نہیں کہ مکہ مکرمہ کا نام سننے کے بعد بھی کسی صلیبی ہسپتال کا رُخ کرے، بلکہ صلیبی ہسپتالوں میں کام کرنے والے ملازمین نے وہاں سے کام چھوڑ کر مکۃ المکرمہ ہسپتال کی نوکریاں کم تنخواہ اور زیادہ کام کے باوجود قبول کریں۔

طبی اور طبیعی علاج کا ہسپتال :

سعودی امدادی کمیٹی نے زخمیوں کے لیے پشاور میں یہ ہسپتال قائم کیا ہے، جہاں ہر روز تقریباً ۳۰۰ سو مریض آتے ہیں۔ لوگوں نے صلیب کو چھوڑ دیا ہے، ملازمین نے صلیب کی نوکریاں ترک کر دی ہیں اور پہلے سے آدھی تنخواہ پر سعودی امدادی کمیٹی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔

محاذوں پر صحت کی صورتِ حال :

اب میں آپ کو محاذوں پر صحت کی صورتِ حال کے بارے میں بتاتا ہوں۔ مجاہدین نے چند عرب ڈاکٹروں کے علاوہ کسی ڈاکٹر کو اپنے محاذ پر مدد کے لیے اپنے ساتھ موجود نہیں پایا۔ جن ڈاکٹروں کو میں نے مستثنیٰ کر دیا ہے ان میں سے ایک عرب مسلمان ڈاکٹر تھا جس نے ان کے ساتھ کچھ وقت گزارا۔ اب ایک دوسرا ڈاکٹر آیا ہے اور اس کے بعد ایک اور ڈاکٹر نے اس سال دو ماہ مجاہدین کے ساتھ گزارنے کا عزم باندھا ہے۔ ادھر صلیبی تنظیمیں افغانستان میں مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں اور میدان میں ان کا مدمقابل کوئی نہیں۔

بلخ (مزار شریف) میں ایک فرانسیسی طبی گروپ گزشتہ چار سال سے مصروف ہے۔ انھوں نے وہاں ایک ہسپتال قائم کر رکھا تھا۔ عرب نوجوان بڑی سخت محنت اور کوشش کے بعد افغانوں کو ان سے چھٹکارہ دلانے میں کامیاب ہو سکے۔ تب ہی انھیں پتہ چلا کہ فرانسیسی ڈاکٹر دوا کے نام سے افغانوں میں مانع حمل گولیاں تقسیم کرتے رہے۔

پنجشیر میں فرانسیسیوں نے آٹھ کلینک قائم کیے۔ جن کے لیے وہ چترال سے پنجشیر تک خچروں پر لاد کر دوائیں لے جاتے رہے۔ اس علاقے میں فرانسیسیوں کے ۱۱۶ ڈاکٹر کام کر رہے ہیں جبکہ سویڈش لوگوں کے افغانستان میں ۹۰ کلینک ہیں اور ان کے ساتھ ۱۱۰ ڈاکٹر کام کرتے ہیں۔ توقع ہے کہ انہی گرمیوں میں ۶۰ فرانسیسی اور ۱۲۰ سے ۲۰۰ تک امریکی ڈاکٹر اور پہنچ جائیں گے۔

آپ ان کفار کے صبر و استقامت پر حیران ہوں گے اور شاید آپ کو یہ سن کر شرم آئے گی کہ لگ بھگ ۲۰ سال عمر کی ایک فرانسیسی لڑکی ہندوکش کی چوٹیوں کو روندتی، برفانی راستوں پر ۴۰ دن مسلسل سفر کرتی بلخ پہنچتی ہے۔ سوچیے اس کو کس مصیبت نے مارا ہے کہ وہ اس کم سنی میں یہ سختیاں جھیل رہی ہے جن کے خیال سے بڑے بڑے مرد جھرجھری لے کر گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ یقیناً صرف صلیب کا پیغام پہنچانے کے لیے۔ یہ لڑکی مجاہدین کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے؟ اور کتنا نقصان پہنچاتی ہے! یہ بات سب کے لیے قابلِ غور ہے۔

ایک عرب نوجوان عبداللہ انس نے مجھے بتایا کہ ہم نے بامیان میں ایک فرانسیسی لیڈی ڈاکٹر کو مجاہدین کے سامنے نہر میں تیرتے دیکھا۔ اب اس مجاہد کے خیالات پر کیا قیامت گزری ہو گی جو ایک سال یا کئی سالوں سے اپنی بیوی سے دور محاذِ جنگ پر مصروف رہا ہے۔

شیخ جلال الدین حقانی نے مجھے بتایا کہ ہمارے محاذ پر ہمارے ساتھ رہنے کے لیے ایک فرانسیسی ڈاکٹر آیا۔ اس کے ساتھ ایک فرانسیسی لیڈی ڈاکٹر بھی تھی۔ انھوں نے مجھ سے اجازت مانگی تو میں نے یہ پوچھ کر کہ یہ کون ہے؟ اور اس کا یہ جواب سن کر کہ یہ میری بیوی ہے انھیں وہاں رہنے کی اجازت دے دی۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ وہ اس کی بیوی نہیں ہے، تو میں نے ان کے درمیان مفارقت کرادی، پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ راتوں کو آپس میں ملتے ہیں تو میں نے دونوں پر پہرہ بٹھادیا۔ اب اس ڈاکٹرنی نے دوائیں ننگی تصویروں والے کاغذوں میں لپیٹ کر دینا شروع کیں اور اس طرح مجاہدین کے جذبات بھڑکانے کی کوشش کی۔ پھر اس نے مجاہدین کو ورغلانا بھی شروع کردیا اور یہ صورت حال دیکھ کر میں نے دونوں کو کچھ عرصہ کے لیے قید کردیا۔ اور پھر وہ فرانس لوٹ گئے۔ لیکن وہ کمبخت اب بھی فرانس سے مجھے خط لکھتے ہیں کہ انھیں معاف کردیا جائے اور ایک بار پھر یہاں آنے دیا جائے۔

سبحان اللہ! باطل عقائد کی ترویج کے لیے اپنے آپ کو فنا کردینے کی کیا حیران کن مثال ہے!

ادھر مسلمانوں میں ایسی مثالیں کہیں دیکھنے میں نہیں آتیں۔ اور زخمی مجاہدین اس بات پر مجبور ہیں کہ حجامت کے استرے سے زخمی کی ٹانگ کاٹتے ہیں اور اسے خچر کی پیٹھ پر سوار کرکے اذیت ناک سفر کرتے ہوئے پروان سے پشاور لاتے ہیں۔

کیا کرنے کی ضرورت ہے:

۱۔ ہمیں خدا سے ڈرنے والے ایسے ڈاکٹروں کی ضرورت ہے جو افغانستان میں مجاہدین کی خدمت کے لیے ایک ایک سال فی سبیل اللہ نذر کرسکیں۔ یہ

لوگ بڑے شاندار نتائج لانے والا کام کر سکیں گے۔ وہ مجاہدین کو تعلیم دے سکیں گے۔ وہ ان کو صبر و ثبات کا رستہ دکھائیں گے۔ قرآن، فقہ اور عربی کی تعلیم کے ذریعے ان کے حوصلے بڑھائیں گے اور روحوں کے علاج کے ساتھ ساتھ ان کا جسمانی علاج بھی کریں گے۔

۲۔ ہم مخیر حضرات سے یہ چاہتے ہیں کہ ان ڈاکٹروں میں سے کسی ایک کی یا کچھ ڈاکٹروں کی کفالت اپنے ذمے لے لیں۔ ان ڈاکٹروں کی تنخواہیں ان کے افغانستان میں داخلے کے ساتھ ہی ادا کر دی جائیں۔

۱۔ بیرونی ممالک سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ وہ عام سرجری اور ہڈیوں کی سرجری کے ماہر ڈاکٹر ارسال کریں چاہے یہ سلسلہ ۲، ۳ مہینے کی باریوں کے حساب سے ہی کیوں نہ ہو۔

۴۔ امریکہ اور یورپ میں ملازم ڈاکٹروں سے ہماری یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے بچے کھچے اموال بھیجنے کے بجائے خود آئیں، مثلاً امریکہ میں اسلامک میڈیکل آرگنائزیشن ہے جس میں ۲ ہزار مسلمان ڈاکٹر رجسٹرڈ ہیں، ہم نے ان میں سے ایک بھی نہیں دیکھا، سوائے ایک فلسطینی ڈاکٹر کے، جو آیا اور ابھی ایک ماہ بھی نہ ٹھہرا تھا کہ اللہ نے اسے شہادت سے سرفراز کر دیا۔

۵۔ مخیر حضرات سے ہماری یہ بھی گزارش ہے کہ ہسپتالوں کے لیے طبی ساز و سامان بھیجیں۔

جہاد کے ثقافتی اور تعلیمی پہلو

امان اللہ کے عہد تک افغانستان دنیا سے الگ تھلگ ملک تھا۔ جیسے یورپ کی ثقافت کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ اسی وجہ سے تعلیم کا دائرہ فقط دینی تعلیم تک محدود رہا۔ اسی محدود علم نے افغان عوام کی خودداری اور بہادری کی حفاظت کی اور انہیں علماء کے گرد اکٹھا کیے رکھا۔ اسی چیز نے ان کی غیرت و حمیت کو زمانے کی ہواؤں سے بچائے رکھا اور انہیں مسلمانوں سے دوستی اور کافروں سے براءت کا اظہار کر کے ان کے شر سے خبردار رکھا۔ اس طرح افغان اسلامی تعلیمات کے دائرے میں اس بند گلاب کی طرح زندگی گزارتے رہے جس کی پُرکیف خوشبو سے سارا ماحول معطّر تھا۔ ناپاک ہاتھوں کی اس تک رسائی نہ تھی، جب امان اللہ خان نے یورپی فساد کے دروازے کھولے تو عوام نے اس کا تختہ الٹ دیا۔ ظاہر شاہ نے بھی اپنے عہد میں ایسی ہی حرکتیں کیں۔ اس نے مغربی ممالک کو ان مدارس اور کالجز کی براہ راست نگرانی کی اجازت دے دی جو ان کی امداد کے بل پر قائم کیے گئے تھے۔

امریکہ نے ثانوی تعلیم کے لیے ایک حبیبی مدرسہ اور ایک ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کیا۔ برطانیہ نے دو کالج تعمیر کیے جن میں سے ایک کا نام امان اللہ خان غازی کے نام پر "غازیہ" رکھا گیا اور دوسرے کا نادر خان کی نسبت سے نادریہ۔ فرانس نے ایک مدرسہ الاستقلال کے نام سے قائم کیا اور ایک پولی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ

قائم کیا۔ روس نے بھی ایک پولی ٹیکنک ادارہ انجینئرنگ یونیورسٹی کے نام سے تعمیر کیا اور بہت سے زرعی کالج کھول دیے اور اس طرح کمیونزم نے ان انسٹیٹیوٹس کے اندر اپنے نظریات کی اشاعت کا آغاز کر دیا، لیکن اس کے باوجود جہالت اور ناخواندگی کی شرح اب تک ۸۵ فی صد ہے اور تعلیم یافتہ افراد کی شرح ۱۵٪ سے بڑھ نہیں سکی ہے۔

ان انسٹیٹیوٹس اور اداروں کے قیام سے پہلے افغانستان میں ۶، ۷ بڑے شرعی مدارس تھے۔ مثلاً فخر المدارس ہرات، مدرسہ ابو حنیفہ کابل، مدرسہ اسدیہ مزار شریف۔ ان مدارس نے افغانوں کی تہذیب و تعلیم میں ایک بڑا رول ادا کیا تھا۔ یہاں سے فارغ ہو کر لڑکے جامعہ کابل کے شرعیہ انسٹی ٹیوٹ میں جاتے تھے اگرچہ ان طلبہ کی تعداد ۳۰۰ سے عام طور پر زیادہ نہیں ہوتی تھی۔

جہاد، ہجرت اور تعلیم:

مجاہدین کے بچوں کی تعلیم و تربیت حسب ذیل مختلف ادارے کرتے ہیں:

۱۔ حکومت پاکستان: ۵۵۵ مدارس کی نگرانی اور سرپرستی کرتی ہے مگر ان میں سے اکثر ابتدائی مدارس ہیں جہاں اسلام اور جہاد کی روح سے خالی تعلیم دی جاتی ہے۔ حالانکہ حکومت پاکستان مختلف بین الاقوامی اداروں سے ان مدارس کے انتظام کے لیے امداد وصول کرتی رہی ہے۔ مثلاً اقوام متحدہ کی انٹرنیشنل کمیٹی برائے پناہ گزیناں ہر مدرسے کو ماہانہ ۶۰۰ روپے دیتی تھی۔ اب اس نے ہاتھ روک لیا ہے اور مدارس کی امداد بند کر دی ہے۔

۲۔ اتحادِ اسلامی مجاہدین افغانستان: اتحاد پانچسو مدرسوں کی نگرانی کرتا ہے جس میں تقریباً ۵۰،۰۰۰ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہیں، لیکن یہ سارے مدرسے ابتدائی ہیں۔ جبکہ بعض مدارس ثانوی بھی ہیں۔ اتحاد نے ابتدائی

مرحلے کے لیے اپنا الگ سلیبس ترتیب دیا ہے اور اس مرحلے کے لیے کتابیں شائع کی ہیں۔ یہ سلیبس حقیقتاً جہادی اور اسلامی سلیبس ہے۔ اتحاد نے ایک یونیورسٹی (جامعۃ الدعوت والجہاد) بھی قائم کی ہے جو اتحاد کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات میں سے بہترین قدم ہے۔ اس میں شریعت اور اصول الدین والدعوت کے دو شعبے ہیں جن میں دو دو سال کے کورسز پڑھائے جاتے ہیں۔ آج کل یونیورسٹی میں تقریباً ۲۰۰ طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔

۳۔ جماعت اسلامی پاکستان نے بھی کئی مدارس قائم کیے ہیں، لیکن ۱۹۸۲ء میں اتحاد کے قائم ہو جانے کے بعد جماعت نے یہ مدارس اتحاد کو سونپ دیے۔

عیسائی تنظیمیں:

آکسفورڈ یونیورسٹی نے دسمبر ۱۹۸۴ء میں انجمن مطالعہ برائے وسط ایشیا کے زیرِ نگرانی جہادِ افغانستان پر بحث کرنے کے لیے ایک کانفرنس منعقد کی جس میں دنیا بھر کے ماہرین نے اس بات سے اتفاق کیا کہ افغان تحریک مزاحمت کے سامنے دائمی خطرہ نہ تو روس کا جدید ترین اسلحہ ہے، نہ انھی کے توسیع پسندانہ عزائم اور یہ منصوبہ کہ افغان قوم کو ملک بدر کر دے، بلکہ حقیقی خطرہ جو اپنے اثرات کے لحاظ سے نیپام بموں اور زہریلے مادے چھڑکنے والے طیاروں سے بھی زیادہ مہلک ہے وہ افغانستان پر روس کی فکری اور ثقافتی یلغار ہے اور جو آغازِ جہاد ہی سے تحریک مزاحمت کے مقابلے پر اٹھائی گئی ہے۔

ہائمن جو افغان مسئلے سے غیر معمولی دلچسپی رکھتا ہے، کئی بار اس بات سے خبردار کر چکا ہے کہ روس کی کمیونسٹ قیادت یہ یقین کیے ہوئے ہے کہ نئی افغان نسل میں وہ ایسے لیڈر تیار کر سکے گی جو روس کے مفاد میں بڑی سے بڑی خدمت

انجام دینے پر بخوشی آمادہ ہوں گے ۔ ہاشمن نے یہ راز بھی تشت از بام کر دیا ہے کہ روسی ماہرین افغانستان کے علاوہ اپنے علاقوں میں بھی ایسے تربیتی پروگرام چلا رہے ہیں۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ روس ہر سال ۲۵، ۳۰ ہزار افغان بچے روس بھیجتا ہے تاکہ کمیونسٹ نظریے کے مطابق ان کی تربیت کر سکے۔ اسی طرح روس جنگ میں یتیم ہونے والے بچوں کو کمیونسٹ چھاؤنیوں میں کمیونسٹوں کے گھروں میں بھیج دیتا ہے۔

روس نے شیخ امام شامل رح کے ساتھ جنگ کے بعد خوب سبق سیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ روس کے زار کسی طرح امام شامل رح کا مقابلہ نہ کر سکے تھے اس مردِ مجاہد کے انقلاب نے روس کو ہلا کر رکھ دیا تھا تو انھوں نے ایک عجیب چال چلی۔ امام شامل روس سے معاہدۂ صلح کرتے تھے تو ان کے بڑے بڑے جنرل یرغمال کے طور پر طلب کرتے تھے مگر زارانِ روس امام شامل سے کم عمر بچوں کو لیتے تھے۔ مثلاً انھوں نے امام شامل کے بیٹے عبدالکریم اور مراد یرغمال کے طور پر طلب کر لیے اور پھر ان کو لارڈز کالج میں داخل کرا دیا۔ اپنی نگرانی میں ان کی تربیت کی اور اس تربیت کے بعد اسی مجاہد کے ایک بیٹے نے منطقۂ کاکیشیا پر قبضہ کر کے اسے روس کے حوالے کر دیا۔ اسی طرح امام شامل کے ایک ساتھی کا بیٹا حجتی مراد بھی روس کے قائدین میں شمار ہوتا ہے۔

روس مستقبل کی نسل کو تیار کرنے کے لیے کیا کر رہا ہے؟

روس کو قازقستان میں جنگ کا تجربہ حاصل ہو چکا ہے جہاں جہاد ۶۰ سال تک جاری رہا۔ لوگ امام شامل کی قیادت میں جمع ہو گئے تھے۔ فریقین کے ہتھیاروں میں تفاوت بہت زیادہ تھا، مگر اس کے باوجود امام شامل کی

قیادت میں جمع ہونے والے قبائل کی طرف سے شدید معرکوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور آخر کار اس نے جان لیا کہ اس نسل سے جنگ جیتنا ناممکن ہے، چنانچہ روسی قیادت نے مسلمانوں کی دوسری نسل کو مدنظر رکھتے ہوئے منصوبہ بندی شروع کر دی اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی۔

بعض اوقات مجاہدین اور روس کو صلح کے لیے مجبور ہونا پڑا۔ ایسے موقعوں پر مجاہدین نے صلح کی خلاف ورزی کو روکنے کے لیے یرغمالی طلب کیے۔ یہ یرغمالی بڑے بڑے فوجی روسی قائدین تھے۔ جبکہ روس نے جو یرغمالی طلب کیے وہ چھوٹے چھوٹے بچے تھے جنھیں وہ دارالحکومت سان پیٹرس برگ میں امرائے حکومت کے بچوں کے ساتھ پڑھنے کے لیے داخل کر دیتے۔ پھر وہاں سے انھیں فوجی اکیڈمی میں بھیج دیا جاتا۔ یہ بچے اپنے وطن کو لوٹتے تو روسی فوج کے افسر ہوتے چنانچہ قازقستان پر آخری حملے کے موقع پر امام شامل کا بیٹا روسی فوج کا افسر تھا اور اسی امام کے نائب کا بیٹا حجی مراد بھی روسی فوج کا افسر تھا۔ یہ دونوں اپنی قوم کے خلاف لڑے۔

روس کے یہ فوجی افسر مجاہدین اسلام کے جذبات ٹھنڈے کرنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے کمانڈروں کے بیٹے بھی تھے۔ روس نے بعض کو مقبوضہ علاقوں کے حاکم بھی بنایا اور مسلمانوں نے ان کی حکومت پر صاد کہہ دیا کیونکہ وہ ان کی قوم میں سے تھے۔ اور ان کے عظیم رہنماؤں کی اولاد تھے۔

آج افغانستان میں:

افغانستان میں جب کیمونسٹوں نے اقتدار پر قبضہ کیا تو ان کی تعداد صرف ۵ ہزار افراد تھی، لیکن اب کیمونسٹ پارٹی کے ارکان کی تعداد ۴۰ ہزار ہے۔ یہ تعداد اس قدر کیونکر بڑھ گئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نوجوانوں کے لیے افغانستان، ماسکو

اور تاشقند میں تعلیمی پروگرام ترتیب دینے سے۔

گذشتہ چار برسوں میں ایک لاکھ افغان نوجوان سوویت یونین میں تربیت پاتے رہے ہیں تاکہ ان کے ذریعے فوج میں کمیونسٹ حلقے اور حکومتی ادارے ترتیب دیے جاسکیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کمیونسٹوں کے ہاتھ میں اصل قوت ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو آگے چل کر اپنے ہموطنوں کا مقابلہ کریں گے۔

۹ نومبر ۱۹۸۴ء کو ۸۶۰ بچے جن کی عمریں ۷ اور ۸ سال کے درمیان ہیں، افغانستان سے روس بھیجے گئے تاکہ وہاں دس سالہ تعلیمی کورسز مکمل کریں۔ اور یہ پہلی مرتبہ نہیں ہے کہ اس عمر کے بچے اس لمبی مدت کے لیے روس بھیجے گئے ہیں۔

افغان نوجوانوں میں کام کرنے والی کمیونسٹ تنظیمیں:

۱۔ **سازمانِ زلمان خلق:** یہ کمیونسٹ نوجوانوں کی تنظیم ہے جس میں ۱۴ سال سے اوپر کے لڑکے شامل ہیں۔ اس کے ارکان کی تعداد ۲ لاکھ ہے۔

۲۔ **پشتیں اہانج:** یہ ان بچوں کی تنظیم ہے جن کی عمریں ۱۲ سے ۱۶ سال کے درمیان ہیں۔ اس کے ارکان کی تعداد ایک لاکھ ہے۔

ان تنظیموں سے کمیونزم کو بے شمار نوجوانوں کی ایک پوری نسل ہاتھ لگی ہے جن کی صحیح تعداد کسی کو معلوم نہیں۔

آکسفورڈ کی کانفرنس کے ایک مندوب اور قضیۂ افغانستان کے ماہر لوئیس ڈوپریہ، جو افغانستان میں دس سال گزار چکا ہے۔ کا کہنا ہے کہ صرف تعلیم ہی وہ واحد اسلحہ ہے جس کے ذریعے روس کے سیلاب کو روکا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد کانفرنس نے حسب ذیل قرارداد منظور کی:

افغانوں کو ان مقاصد کے لیے امداد دی جائے: چھوٹے کالجز کا قیام۔ وظائف کا اجراء، معلّمین کے لیے انسٹیٹیوٹس کا قیام، افغان ماہرین کی مالی امداد، تعلیمی کمیٹیوں کی امداد، سرحدی علاقے میں ایک افغان یونیورسٹی کا قیام

بعض مغربی تنظیمیں کوشش کر رہی ہیں کہ افغانوں کی تعلیم و تربیت کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ ان کی اس کوشش سے اتحاد اور افغانی معلّمین نے اندیشہ محسوس کیا اور بعض معلّمین نے ان تنظیموں کی اصل حقیقت سے آگاہ ہوتے ہی ان سے تنخواہیں وصول کرنے سے انکار کر دیا۔ اب تقریباً ۲۰۰ معلمین ایسے ہیں جنھوں نے ان تنظیموں سے تنخواہیں وصول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اتحاد ان کے لیے کسی دوسرے ذریعے سے تنخواہ کا بندوبست نہیں کر سکا اور اس طرح وہ مدارس بند ہو گئے جہاں وہ پڑھا رہے تھے۔

اب اس سال (۱۹۸۴ء) میں افغان مہاجرین کی تعلیم کا نعرہ بلند کر کے ایک اور شخص میدان میں کود پڑا ہے۔ یہ ڈاکٹر کیلر ہے۔ یہ کیتھولک چرچ کا نمائندہ، منصوبہ بندی کرنے میں بہت تیز ہے۔ کئی ماہ سے وہ اپنے دفتر سے نہیں نکلا، وہ وہیں کھاتا پیتا ہے اور وہیں سوتا ہے۔

اسلامی تنظیمیں:

افغان مہاجرین کے لیے جو مسلم تنظیمیں تعلیم کا بندوبست کر رہی ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ لجنۃ الدعوۃ الکویتیہ:

اس تنظیم نے ایک مدرسہ بنام "معہد الشرعی العالی" قائم کیا ہے جس میں ۲ سالہ تعلیمی پروگرام جاری ہے۔ اس میں ۳۰۰ زیادہ طلبہ ہیں اور یہ ایک سنجیدہ

اور بار آور کوشش ہے۔

۲. معہد اللغۃ العربیہ:

یہ معہد عالمی اتحاد المدارس نے قائم کیا ہے جو عربی زبان کے کورسز کرواتا ہے۔

۳. جامعہ اثریہ:

یہ مدرسہ ہلال احمر کویتی نے قائم کیا ہے اور عبدالعزیز نورستانی اس کا نگران ہے۔

۴. معہد ابو حنیفہ: برائے داعیین۔ یہ بعض مخیر حضرات کے چندوں پر چلتا ہے۔

۵. مؤسسۃ المدینۃ المنورۃ: یہ تنظیم مدینہ منورہ کے ابراہیم جُلیدان نے بنائی ہے۔ یہ اصل میں ایک یتیم خانہ ہے جو سب سے اچھا تعلیمی مرکز سمجھا جاتا ہے، اس میں ایک داخلی شعبہ ہے جو یتیموں کی کھانے پینے اور قیام و لباس کی کفالت کرتا ہے۔

افغانستان کے اندر تعلیم:

روسی حملے کے نتیجے میں مدارس تباہ ہو گئے، مساجد ڈھے گئیں، مدرسین ہجرت کر گئے اور علماء روپوش ہو گئے، چنانچہ ضروری ہے کہ افغانستان کے اندرونی علاقوں کی بحالی کی طرف فوراً توجہ دی جائے۔ اب جو مدرسے باقی ہیں ان کے ذمہ دار فوری امداد کے طلبگار ہیں۔ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱۔ ولایت بدخشاں: ضلع کشم میں ۳۲ پرائمری سکول ہیں، جن میں ۸۰ مدرس اور ۹۵۷ طلبہ ہیں۔ اس کے علاوہ ضلع بھر میں ۱۰۸ دینی مدارس بھی ہیں، جہاں ۱۸۴۴ طلبہ پڑھتے ہیں۔

۲۔ ولایت کندوز: اس میں چار دینی مدارس ہیں جن میں ۱۷ اساتذہ اور ۱۸۰ طلبہ ہیں۔

۳- ولایت ہرات: ضلع غوریان میں ۶۱ دینی مدارس ہیں جن میں ۱۶۱ اساتذہ اور ۲۰۶۶ طلبہ ہیں۔

ضلع زندہ جان: میں ۱۲ مدرسے ۱۲ اساتذہ اور ۴۱۹ طلبہ ہیں۔

ضلع کوہستان: میں ۴ مدارس ہیں، ۱۸ مدرسین ہیں اور ۴۲۲ طلبہ۔

۴- ولایت غزنی: ۴ مدارس ہیں ۲۸ مدرسین ہیں اور ۱۹۰۰ طلبہ۔

۵- ولایت پکتیا: ۴ مدارس ہیں ۲۳ اساتذہ اور ۱۵۰۰ طلبہ ہیں۔

تعلیم النساء:

افغانوں کو ظاہر شاہ کے زمانے میں عورتوں کی تعلیم کا بڑا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ انھوں نے دیکھا کہ استانیاں دین اور اسلامی اخلاق کی تمام اقدار سے آزاد ہو جاتی ہیں اور فساد کی علامت بن جاتی ہیں۔ وہ مغربی اخلاق کا نمونہ بن کر اسلامی معاشرے میں برائی پھیلانے لگتی ہیں، چنانچہ انھوں نے عورتوں کو تعلیم سے روک دیا۔ اب حزب اسلامی کی تنظیم النساء نے بعض مدارس کھولے ہیں۔ اسی طرح جمعیت اسلامی نے امہات المومنین کے نام سے مدارس کھولے ہیں۔ ان مدارس کی کفالت کے لیے ہر ماہ تقریباً دو لاکھ روپوں کی ضرورت پڑتی ہے جس کا کچھ حصّہ مخیّر حضرات فراہم کر دیتے ہیں۔ وہ سارا خرچ پورا کرنے سے قاصر ہیں۔

تعلیم کے سلسلے میں بعض تجاویز:

۱- جامعۃ الدعوۃ والجہاد پر توجہ دی جائے، اساتذہ کے ذریعے اس کی مدد کی جائے اور اسے تسلیم کیا جائے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی نے اپنے پانچ اساتذہ یہاں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے، لیکن اب تک تو ان میں سے ایک بھی نہیں پہنچا۔

جامعہ کی توسیع بھی ضروری ہے اور وہاں ایک تیسرا شعبہ عرب آرٹس کے

نام سے کھلنا چاہیے۔ اس کی داخلی عمارت، کتابوں اور سلیبس پر بھی توجہ کی ضرورت ہے۔ اور جس طرح اس کی ڈگری کو تسلیم کروانے کی کوشش ہونی چاہیے، وہیں اس بات کی بھی کوشش کی جانی چاہیے کہ اس میں اچھے نمبر حاصل کرنے والوں کے لیے عرب جامعات میں کچھ نشستیں مخصوص کرائی جاسکیں۔

۲۔ افغانستان کے اندر تعلیم کے بارے میں فکر کی جانی چاہیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہاں معلّمین کو تنخواہیں دینے کے لیے مخیّر حضرات سے بات کی جائے۔ کیونکہ ان کی تنخواہ ۲ سو سعودی ریال سے زیادہ نہیں ہوتی۔

۳۔ عرب نوجوانوں کے افغانستان میں داخل ہونے اور باہر آنے پر ان کے ساتھ تشدد نہیں برتا جانا چاہیے تاکہ وہ جہاد افغانستان میں اپنا وہ کردار ادا کر سکیں جو تعلیم اور تربیت اور تعمیر کے کام میں ان کے علاوہ کوئی ادا نہیں کر سکتا۔

۴۔ اندرون افغانستان اور افغانوں کے لیے بیرون ملک قائم ہونے والے مدارس کے لیے اسلامی نصاب ترتیب دیے جائیں۔ افغانی عربوں سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ انھیں خالص اسلامی نصاب مرتب کر کے دیں گے۔

۵۔ مخلص عرب مدرسین کو افغانوں کے درمیان تربیت کا کام کرنے کے لیے بھیجا جائے۔

۶۔ رابطۂ عالم اسلامی، دارالافتاء، خیراتی تنظیموں، اصلاحی انجمنوں اور اسلامی تحریکوں سے درخواست ہے کہ زیادہ سے زیادہ شرعی معاہد کھولیں۔

۷۔ افغان معلّمین کی تیاری کے لیے ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے۔

۸۔ صلیبی تنظیموں کو تعلیمی پروگرام کی نگرانی کرنے کی قطعاً اجازت نہ دی جائے۔ خواہ نصاب کا معاملہ ہو، کتابوں کا ہو یا معلّمین کا۔

۹۔ مہاجر لڑکیوں اور افغانستان کے اندر گھری ہوئی عورتوں کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

کیا روس مسئلہ نپٹا سکتا ہے!

بعض سادہ لوح لوگوں کا خیال ہے کہ روس ابھی تک اپنی پوری قوت کے ساتھ میدان میں نہیں آیا، بلکہ بعض حضرات تو یہاں تک بھی کہہ گزرتے ہیں کہ روس تو معرکے میں سرے سے داخل ہی نہیں ہوا، بلکہ ساری جنگ افغان عوام اور افغانی حکومت کے درمیان ہو رہی ہے۔ ورنہ روس تو کسی بھی وقت یہ کر سکتا ہے کہ باقاعدہ فوج بھیج کر مسئلے کو ایک ہی ماہ میں نمٹا دے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ روس نے گزشتہ رجب، شعبان اور رمضان سنہ ۱۴۰۶ھ میں جن تین سرحدی مقامات پر بڑا حملہ کیا تھا ان میں سے کسی ایک پر بھی قبضہ کرنے میں ناکام ہو گیا ہے۔ پہلے روس نے ننگرہار کے مرکز تازیان میں داخل ہونے کی کوشش کی جہاں اس کا حملہ ۲۴ روز تک جاری رہا اور آخر اس کی شکست پر منتج ہوا۔ یہاں سے مجاہدین کو بے شمار غنیمتیں حاصل ہوئیں۔

پھر وہ آہنی فضائی پرندوں اور مختلف انواع کی زمینی گاڑیوں کے ساتھ ایک مہینے کی مسلسل کوشش کے بعد ۲ روز سے زیادہ پکتیا کے منطقہ "شادر" میں قدم نہ جما سکا۔

پھر وہ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۶ھ میں جاجی مرکز فتح کرنے میں ناکام رہا۔ اس کا یہ حملہ اس قدر بھرپور تھا کہ سرحدی علاقے میں شاید ایسے حملے کی مثال نہ مل سکے لیکن یہ بھی روس کی شکست پر منتج ہوا۔ اس حملے کے بعد ایک روسی

فوجی افسر نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"اگر ہم نیٹو کے خلاف چڑھائی کا ارادہ کرتے تو اس سے بہتر منصوبہ بندی اور ترتیب اختیار نہ کر سکتے، لیکن اس کے باوجود ہم اس حملے سے ذرہ بھر بھی فائدہ نہ اٹھا سکے۔"

اسی سوال کے جواب میں میں مزید یہ کہوں گا کہ روس کی فوجی قوت پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے۔ ہم کہتے ہیں کہ سوویت یونین کی ۳۶۰ ڈویژن فوج اس حساب سے مختلف سرحدوں پر تقسیم ہے:

۶۰ ڈویژن چینی سرحد پر۔

۲۰۰ ڈویژن یورپی سرحدوں پر (نیٹو کے معاہدے کے سلسلے میں۔)

۱۴ ڈویژن افغانستان میں۔

اور باقی ۷۶ ڈویژن ریزرو فوج ہے۔

ایشیا میں روسی فوجوں کی تقسیم اس طرح ہے:

۶۰ بریگیڈ روسی سرحدوں پر۔

۱۰ بریگیڈ چینی سرحدوں پر کارروائی کے لیے (ریزرو میں)

۱۲ بریگیڈ ایرانی سرحدوں پر۔

۱۴ بریگیڈ افغانستان میں برسرپیکار۔

۶ بریگیڈ افغانستان کے لیے (ریزرو)

۲۲ بریگیڈ وسطی ایشیا کے لیے (ریزرو)

اگر روس افغانستان میں نصف ملین فوج استعمال کرنا چاہے، یعنی اتنی فوج جتنی امریکہ نے ویتنام میں استعمال کی تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وسط ایشیا میں استعمال کے لیے اپنی پوری محفوظ (RESERVE) فوج استعمال کر دے۔

اس صورت میں اسے ہر روز تقریباً ۲۵ ملین ڈالر اپنی مسلح افواج پر اور ۱۰ ملین ڈالر کابلی افواج پر خرچ کرنے پڑیں گے۔ اس طرح یہ مجموعہ ۳۵ ملین ڈالر روزانہ بن جائے گا جس کا روس کسی طور متحمل نہیں ہو سکتا اور کسی لمبی مدت کے لیے تو روس کے لیے یہ ناقابلِ برداشت ہے۔ امید نہیں ہے کہ روس کبھی اس غلطی کا ارتکاب کرے گا۔ تاہم ہمیں اپنی فوجی کارروائیاں اس طرح ترتیب دینی ہوں گی کہ روس افغانستان میں اپنی فوج بڑھانے پر مجبور ہو جائے اور اس کا زیادہ سے زیادہ نقصان ہو اور اس کے قاتلانہ ارادوں کا کامیاب علاج کیا جا سکے۔ علاوہ ازیں اس طرح اسلامی ممالک کو یقین دلایا جا سکے کہ روس طویل مدت کی گوریلا جنگ کے مقابلے کی سکت نہیں رکھتا۔

افغانستان میں روسیوں کے مقاصد:

روس افغانستان میں منگولیا جیسی ایک دوست حکومت چاہتا ہے جو سیاسی اور اقتصادی طور پر اس کے تابع ہو، جس پر اس کا براہِ راست فوجی قبضہ نہ ہو، بلکہ وہ علیحدہ اور آزاد مملکت کی حیثیت سے روس اور چین کے قریب موجود رہے۔ یہ حکومت جو روس کی دوست حکومت ہوگی، روس کی جنوبی ریاستوں کو اسلام کے خطرے سے بچائے رکھے گی۔ اور مندرجہ ذیل اہم وجوہات سے درۂ واخان کی حفاظت کرے گی:

۱- چین کو ملانے والے واحد درہ قراقرم کی ناکہ بندی: یہ رستہ پاکستان سے ہوتا ہوا چین کو بحیرۂ عرب سے ملاتا ہے۔ اس کو بند کرنے کے بعد روس چین کا حصار مکمل کر لے گا۔ کیونکہ کمبوڈیا، لاؤس اور ویتنام میں اس کا ناکہ پہلے ہی مکمل ہے۔ ادھر اس کا بیڑہ چین کے لیے کسی بھی قسم کی مدد یا کمک کا رستہ قطع کرنے پر قادر ہے۔

۲۔ واخان کے ذریعے اس کی سرحدیں براہ راست پاکستان سے مل جاتی ہیں اور پاکستان کابل میں مداخلت کرنے کی صورت میں فوراً روسی اثر کے تحت آجاتا ہے۔

افغانستان کھو کر روس کو کیا نقصان ہوگا!

۱۔ روسی امپیریلزم کمیونسٹ نظریے اور عقیدے کی بنیاد پر ہی قائم ہے، چنانچہ دنیا میں کسی بھی ایسی حکومت کا زوال جو کمیونسٹ نظریے پر قائم ہوئی ہے۔ روسی امپیریلزم کے لیے اُس کی اپنی قتل گاہ میں خاتمے کے مترادف ہے۔ خصوصاً افغانستان اور پولینڈ جیسے ممالک میں کمیونزم کا زوال دنیا بھر میں کمیونسٹ امپیریلزم کے زوال کا باعث بن سکتا ہے۔

۲۔ اگر سوویت یونین افغانستان کا معرکہ ہار جائے تو دنیا بھر میں اس کی ساکھ کو شدید نقصان پہنچے گا اور چین آگے بڑھ کر فوجی میدان کی کمان سنبھال لے گا۔

۳۔ افغانستان میں کمیونسٹ حکومت کا زوال جنوبی سوویتی ریاستوں میں ایک اسلامی لہر پیدا کر دے گا۔ جس کا مطلب ہوگا کمیونزم کی اس کے اپنے گھر میں موت۔

روس جلد سیاسی حل کے لیے کیوں بے چین ہے:

ہم کہہ چکے ہیں کہ روس افغانستان میں ایک کمیونسٹ یا کم از کم قومی حکومت کا قیام چاہتا ہے جس کا اسلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہ ہو۔ اس کے نزدیک ایسی حکومت میں بھی کچھ مضائقہ نہیں جس کی سربراہی ظاہر شاہ جیسا مرد بیمار کر رہا ہو، لیکن حالات خواہ کیسے ہی ہوں وہ وہاں حکومتِ اسلامی کسی طور پر برداشت نہیں کر سکتا، سوائے اس کے کہ اللہ کی قدرت اسے اس پر مجبور کر دے اور مجاہدین کا دباؤ اس کے لیے فرار کے سارے دروازے بند کر دے۔

روس حسب ذیل وجوہ کی بنا پر فوری سیاسی حل کی شدید خواہش رکھتا ہے:

فوجی اور اقتصادی نقصانات

روس اور افغانستان کے درمیان کھلی سرحدیں اب فکر اسلامی کو جنوبی روس کی اسلامی ریاستوں میں پہنچا رہی ہیں۔

روس کے بڑے بڑے فوجی افسروں کے درمیان رشوتوں کی کثرت اور بے شمار جانی نقصانات۔ روسی افسران جب افغانستان پہنچتے ہیں تو افغانی وزیروں کی طرف سے ان کی خدمت میں بہت بڑے بڑے تحفوں کی رشوتیں پیش کی جاتی ہیں، تاکہ انھیں ان کے مناصب سے معزول نہ کیا جائے۔ مثلاً کارمل کے مشیر سومولوف نے وزیر دفاع عبدالقادر ڈگروال کی طرف سے جو تحفہ وصول کیا اس کی قیمت ۶ لاکھ روپے بنتی ہے۔ انٹیلی جنس خاد کے ڈائرکٹر ڈاکٹر نجیب نے دو لاکھ روپے پیش کیے اور نجیب کے نائب نے سیٹیر کو تحفہ دیا۔

مشرق وسطی میں روس کے خلاف معاندانہ جذبات کی بیداری، حالانکہ یہی جذبات پہلے امریکہ کے لیے پائے جاتے تھے۔

سوویت یونین کا اثر غیر جانب دار ممالک پر سے ختم ہو رہا ہے اور اب وہ ممالک جن کی تعداد جنگ سے پہلے ۷۷ تھی بڑھ کر ۹۴ ہو گئی ہے۔

اقوام متحدہ میں روس کے ووٹ آہستہ آہستہ کم ہو رہے ہیں اور اب صرف اٹھارہ ممالک اس کے حمایتی رہ گئے ہیں۔

فصل پنجم

امریکہ اور خون کی تجارت

اللہ تعالیٰ کی کچھ سنتیں اور کچھ قوانین ہیں جو اس نے اپنی کتاب عزیز (قرآن) میں اتارے ہیں۔ اس کی نشانیاں بتادی گئی ہیں اور مختلف صورتِ حال میں قرآن کا اصول واضح کردیا گیا ہے۔ اس میں نمایاں ترین قانون حق اور باطل کے درمیان مستقل اور مسلسل جنگ کا قانون ہے جو کرۂ ارض پر نوعِ انسانی کی ابتداء سے اب تک چلی آرہی ہے اور زمین اور اہلِ زمین کے خدا کے قبضے میں لیے جانے تک جاری رہے گی:

قُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ (البقرۃ: ۳۶)

"ہم نے ان سے کہا کہ اتر جاؤ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اب تمھیں زمین پر ایک مدت تک رہنا ہے اور وہاں کی متاع سے فائدہ اٹھانا ہے۔"

یہ بعض کی بعض سے عداوت کیا ہے؟ یہی وہ مستقل اور مسلسل جنگ ہے جو کافروں اور مومنین کے درمیان ہمیشہ سے جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہے گی:

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا۔ (البقرۃ: ۲۱۷)

(وہ ہمیشہ تم لوگوں سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر پھیر سکیں تو تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں)

ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ اہلِ کتاب اپنے فسق اور ہمارے ایمان کی وجہ سے ہم سے ہمیشہ انتقام لینے کی کوشش میں لگے رہیں گے:

قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَاسِقُونَ ۝ (المائدۃ: ۵۹)

(کہو اے اہلِ کتاب! کیا تم ہم سے اس کے علاوہ کسی بات کا انتقام لے رہے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہم پر نازل ہوا اور ہم سے پہلے نازل ہو چکا۔ بے شک تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں)

اگلا سوال یہ ہے کہ ہمارے خلاف اہلِ کتاب آپس میں ایک دوسرے کی حمایت اور امداد کرتے رہیں گے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ (المائدۃ: ۵۱)

(اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو تم میں سے ان کو دوست رکھے گا وہ انھی میں سے ہوگا۔ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔)

اگلا قانون یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا ہم سے راضی ہونا مستحیل و ناممکن ہے سوائے اس کے کہ ہم اسلام کا جُوا اپنی گردنوں سے اتار پھینکیں اور ان کے دین میں داخل ہو جائیں:

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ

(البقرۃ : ۱۲۰)

(یہود اور نصاریٰ تم سے اس وقت تک ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک کہ تم ان کے طریقے کی پیروی نہ کرنے لگو)

امام طبری اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں:

"اے محمد! یہودی اور نصرانی تم سے کبھی راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ تم اپنا دین چھوڑ کر یہودی یا نصرانی نہیں ہو جاتے، چنانچہ ان کی پسند اور موافقت کی پیروی چھوڑ دو اور اپنے رب کی رضا کو قبول کر لو جس نے تمہیں حق دے کر بھیجا ہے۔" (مختصر الطبری جلد اول ص۴۲)

مزید یہ کہ اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کا قطعی اتحاد ناممکن ہے۔ چاہے ہم مروت، وسعتِ قلبی اور صلح جوئی کا کتنا ہی مظاہرہ کریں۔ ہم اپنے آپ کو فساد سے بچنے والے اور تنگ نظری کا شکار نہ ہونے والے ثابت کریں گے (جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ دین پر عمل کرنے والوں اور شریعت کے پیروکاروں کو ہونا چاہیے) تو اصل میں ہم اپنا راستہ چھوڑ کر اہلِ کتاب کی پٹڑی پر چڑھ جائیں گے اور اگر ہم ایک قدم اپنے دین سے دور ہو گئے تو گویا ہم نے پورا رستہ ہی گم کر دیا۔

امریکہ کا مؤقف:

امریکہ کے بڑے یہ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں کہ روسی ریچھ کے قدم بھی ہندوکش کی چوٹیوں سے اسی طرح پھسل رہے ہیں جس طرح خود اس کے پاؤں ویت نام کے ساحل بیکو نچ پر لڑکھڑا گئے تھے۔ امریکہ سمجھ رہا ہے کہ یہ بہترین موقع ہے کہ ویتنام میں اپنی شکست کا بدلہ روس سے لے لیا جائے اور اس کے ساتھ ہی اپنے تقلیدی دشمنوں، مسلمانوں اور کمیونسٹوں کو تباہ کر دیا جائے۔ اور اس طرح دونوں طاقتوں کی افرادی

اقتصادی اور فوجی قوت کمزور کر دی جائے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ امریکہ جلد یا بدیر جب چاہے جہادِ افغانستان پر قبضہ کر سکتا ہے۔ وہ اس متبادل مفاد کی جھلک دکھاتا ہے جو وہ مسلمانوں کو پیش کرنے والا ہے۔ یہ متبادل مفاد اسلامی نظام ہے، لیکن امریکی غلاف میں لپٹا ہوا اور مغربی فکر میں رنگا ہوا۔ اس سے پہلے وہ عالم اسلام میں ایسی کئی مثالیں پیش کر چکا ہے۔

امریکہ نے کوشش کی کہ افغان قائدین جذبۂ جہاد کو خیرباد کہہ دیں لیکن اس نے دیکھا کہ افغانی مجاہد وہ مضبوط دیوار ہیں جو ٹوٹ نہ سکتی ہے وقت کے تقاضوں کے سامنے جھک نہیں سکتی، چنانچہ اس نے جہاد کے قائدین کو خریدنے کی ذمہ داری سادات پر ڈال دی کہ وہ افغانستان کی آزادی کے لیے قائم ہونے والے اتحاد کا شیرازہ بکھیر دے۔ سادات نے پوری توجہ اور اخلاص کے ساتھ امریکہ کی وکالت کی اور جہاد کے لیے قائم ہونے والے اتحاد کو پھاڑنے میں کامیاب ہوگیا۔ پھر امریکہ نے کوشش کی کہ بوڑھے ظاہر شاہ کو لکڑی کی ٹانگوں پر کھڑا کر سکے، لیکن وہ مردہ اور جلی ہوئی ہڈیوں میں جان نہ ڈال سکا اور اس طرح امریکہ کی ظاہر شاہ یا اس کے وزیراعظم محمد یوسف کو سامنے لانے کی وہ کوششیں ناکام ہوگئیں جن کے ذریعے وہ افغان عوام کے ذہنوں کو چکرا اور ان کی عقلوں کو دھوکہ دینا چاہتے تھے۔

روس، امریکہ مذاکرات میں بحث کا موضوع یہی بنا رہا کہ روس کا متبادل کون ہو جو اس کی واپسی کے بعد افغانستان میں باقی رہ کر اس کے مفادات کی حفاظت کر سکے؛ لیکن وہ جرمنی سے کسی غیر دینی شخصیت کو مسلمانوں کا لباس پہنا کر افغان عوام کے سامنے کھڑا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

یہ بات آغاز سے ہی واضح رہنی چاہیے کہ طاغوت، طاغوت ہی ہوتا ہے۔ چاہے وہ امریکی ہو، عربی یا افغانی اور روسی۔ اور پہلے ہی قدم سے یہ بھی معلوم رہنا

چاہیے کہ جو لوگ اللہ کی نازل کردہ کتاب (قرآن) کے علاوہ قانون سازی کرتے ہیں وہ کفار ہیں، چاہے وہ کتنی بھی نمازیں پڑھیں، کتنے بھی روزے رکھیں اور شعائر اللہ کی کتنی بھی پابندی کریں۔ اور کفر کے حوالے سے مسلمانوں کی نظر میں ظاہر شاہ، حفیظ اللہ امین اور ببرک کارمل برابر ہیں۔

یہاں یہ بات بھی دلوں میں بٹھا لینی چاہیے کہ وہ شریعت جو عوام کے اوپر نافذ کی جاتی ہے اور وہ قانون جو لوگوں کی جان، مال اور عزتوں پر روا رکھا جاتا ہے حکمرانوں کی کافرانہ یا مومنانہ شناخت قائم کرتا ہے۔ اگر قانون اور قانون سازی اللہ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف ہو تو وہ صریح کفر ہے، چاہے ٹیلی ویژن ایسے حاکم کو کیسے ہی مقدس حلیے میں اور نیک لوگوں کی ہمراہی میں دکھاتا رہے۔

ہمیں شروع ہی میں یہ یقین کر لینا چاہیے کہ "کفر ایک ملت ہے" اور کافر ملتیں ایک دوسرے سے اگر جنگ کرتی ہیں تو محض دنیاوی مفادات کی خاطر کرتی ہیں۔ ورنہ ان کا مشترک دشمن ان سب کی نظر میں "اسلام" ہے۔

اور یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ کفار سے مدد لینا کسی طور جائز نہیں ہے، سوائے اس کے کہ یہ مدد مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ ہو:

۱۔ اسلام کی حاکمیت ظاہر و قادر اور غالب ہو، تاکہ کافر جو مدد دے رہا ہے خود مسلمانوں پر غالب نہ آنے پائے۔

۲۔ یہ امداد کسی قید کے بغیر اور غیر مشروط ہو۔

۳۔ مسلمانوں کو اس امداد کی واقعی ضرورت ہو۔

۴۔ کافر کی خیانت سے بچنے کا انتظام کر لیا گیا ہو اور مسلمانوں کو یقین ہو کہ وہ یہیں امداد صرف مشترک دشمن سے انتقام کی خاطر دے رہا ہے۔

امام سرخسی کی کتاب مبسوط میں ہے کہ:

"ابو یوسف نے کہا۔ میں نے ابو حنیفہ سے ان مسلمانوں کے بارے میں پوچھا جو جنگ میں اپنے دشمنوں کے خلاف مشرکین سے مدد کے طالب ہوتے ہیں۔ فرمایا! معاملہ طے کرتے وقت اسلام اگر غالب و ظاہر و قادر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں ان کا مدد دینا دینِ الٰہی کی عزت و وقار کا سبب بنتا ہے۔ اور ان کے خلاف مشرکوں کی مدد لینا ایسا ہی ہے جیسے کتوں سے مدد لینا۔"

بنیادی مسئلہ:

۱- کفار اور ظالمین سے مدد لینے یا ان پر بھروسہ اور تکیہ کرنے سے اللہ کی مدد رُدھ جاتی ہے، بلکہ نازل ہی نہیں ہوتی:

وَلَا تَرْكَنُوٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ (ھود: ۱۱۳)

(ظلم کرنے والوں کا سہارا مت لو ورنہ ان کے ساتھ ساتھ دوزخ تمھیں بھی لپیٹ میں لے لے گی، پھر تمھارا خدا کے علاوہ کوئی دوست یا مددگار نہ رہے گا اور نہ ہی پھر تمھاری مدد کی جائے گی)۔

۲- یہ جہاد روس کے خلاف شروع نہیں ہوا تھا، بلکہ یہ تو آغاز میں افغانی حکمران محمد داؤد کے خلاف شروع ہوا تھا، اور اس کے بعد ترہ کئی، حفیظ اللہ امین اور کارمل کے خلاف جاری رہا۔

۳- اس جہاد کا عَلم علماء کے ساتھ مسلم نوجوانوں نے بلند کیا ہے، تاکہ کلمۃ اللہ ہی کلمۂ عالی رہ جائے اور باقی تمام کلمات و اقوال کو کلمۂ سفلی ثابت کر دیا جائے تاکہ اسلام کا جھنڈا بلند ہو اور اللہ کا دین اللہ کی زمین پر قرار پا جائے، اور افغانستان میں اسلامی نظام قائم ہو جائے۔

۴۔ اس جہاد کے آغاز میں مسلمانوں کو جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ انتہائی عظیم تھیں۔ ان کے اخلاص اور توکل علی اللہ اور نیت کی پاکیزگی کی وجہ سے ان کے سامنے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ اس وقت تو مسلمانوں میں سے کوئی ان کی طرف متوجہ نہ ہوا، لیکن پھر جب جہاد عام ہو گیا اور ہر طرف سے مدد اور کمک آنے لگی تو کامیابیاں کم ہو گئیں اور کرامات تو بالکل ہی کم۔
مجاہد قائدین کہتے ہیں کہ جہاد کے آغاز میں پانچ مجاہدین کسی اپریشن کے لیے اترتے تھے اور غنیمت میں .. ۵ بندوقیں لے کر لوٹتے تھے لیکن جب دنیا بھر سے امداد آنے لگی، تو غنائم اور کامیابیوں کا گراف گر گیا۔

۵۔ جہاد کا اس کے اصل مقصد سے انحراف جہاد کے سقوط اور خاتمے کے مترادف ہے۔ جونہی مجاہدین اپنا اصلی ہدف یعنی لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا کو چھوڑ بیٹھیں گے جہاد ایک قومی جنگ بن کر رہ جائے گا اور جہاد کے لیے نکلنا محض قومی غیرت کا مسئلہ بن کر رہ جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی جہاد اپنا وہ تقدس کھو دے گا جس کی وجہ سے وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے دل میں رچا بسا ہے۔ اور ساری دنیا کے مسلمان جہاد سے دل چھوڑ بیٹھیں گے۔
جہاد کا جذبہ یقیناً اس علم اسلامی سے حاصل کیا گیا ہے جسے لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا کے نام پر بلند کیا گیا تھا۔ جب یہ جھنڈا ہی گر جائے تو جہاد کی روح ختم ہو جاتی ہے اور مقصدِ حیات فوت ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ بچتا ہے وہ وقتی جذبات کی جنگ رہ جاتی ہے، جیسے موسم گرما کے بادل ذرا سے جھونکے سے برس پڑتے ہیں اور ذرا سے جھونکے سے صاف ہو جاتے ہیں۔

۶۔ امریکہ اور روس جس سیاسی حل کی تلاش میں سرگرمی دکھا رہے ہیں وہ شرعاً باطل اور

عقلاً ناجائز ہے۔ فلسطین وغیرہ کے تجربے ہمیں سکھا چکے ہیں کہ ہمارا حل اصل میں بندوق کے شعلوں میں ہی مضمر ہے۔ اور اپنے مسئلے کو بین الاقوامی کمیٹیوں اور عالمی مجلسوں کے حوالے کرنا اصل میں اسے ردی کی ٹوکری کے حوالے کرنا اور اس کی شکست و موت کے حوالے کرنا ہے، بلکہ سیاسی حل شرعاً باطل ہے۔

فتح العلی المالک جلد ا صفحہ ۲۸۹ پر ہے:

اگر خلیفہ نصرانیوں سے صلح کے معاہدے پر دستخط کر دے اور عام مسلمانوں کے خیال میں جہاد کے بغیر چارہ نہ ہو، تو ایسی صلح کو ختم کرنا اور اس معاہدے کو توڑنا ضروری ہے، ایسے موقعے پر خلیفہ کا معاہدہ واپس لیا جائے گا۔ جہاں جہاد فرض عین ہو وہاں صلح کسی طور جائز ہی نہیں ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے دشمن مسلمانوں پر غالب آگیا ہو۔ جس چیز سے جہاد فرض عین بنتا ہے، اسی سے صلح ممنوع قرار پاجاتی ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے فرض عین چھوٹا جا رہا ہے، یعنی جہاد، جس میں نجات اور کامیابی کا راز مضمر ہے۔ نیز صلح میں فرض عین (جہاد) کو چھوڑنا پایا جاتا ہے۔ جہاد کو چھوڑنا ممتنع ہے اور ہر ممتنع غیر لازم ہے۔"

امریکہ کوشش کر چکا ہے کہ جہاد کے میدان میں قابض ہو جائے اور اسلامی بنیاد پرستوں[1] سے جنگ کی زمام چھین کر ان کو میدان سے دور کر دے۔ اس مقصد کے لیے اس نے مہاجر کیمپوں اور سرحدوں کی صورت حال کا جائزہ لینے کے بہانے سابق صدر

---

[1] اسلام دشمن گروہ اس لفظ میں ذم کا پہلو تلاش کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے ہمارا تشخص ابھرتا اور پہچان نمایاں ہوتی ہے، کیونکہ وہ یہ نام پکے سچے مسلمانوں کو دیتے ہیں۔

(ادارہ)

نکسن کو پاکستان بھیجا۔ نکسن نے ناصر باغ کیمپ کا دورہ کیا اور دورے کے دوران اس نے ایک ضعیف مہاجر سے، جس کے دونوں کندھے جھک گئے تھے اور کمر خمیدہ ہو گئی تھی مصافحہ کرنا چاہا۔ بوڑھے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا:

"تم ناپاک مشرک ہو، میں تمھیں سلام نہیں کر سکتا۔"

اتنے میں ایک اور ضعیف شخص آگے بڑھا اور نکسن سے مخاطب ہوا:

"تم نے فلسطین یہودیوں کو کیوں دے دیا؟"

نکسن نے دیکھا کہ یہ تمام لوگ، بچے، بڑے، لڑکیاں اور بوڑھے بیوائیں اور بوڑھیاں مہاجر اور مجاہد ایک مکمل قوم ہیں —— ایک مکمل قوم —— جسے کلمہ اللہ اکبر نے متحرک کر دیا ہے اور وہ سب جذباتی ہو کر ایک ہی بات کہتے ہیں:

"جہاد ہمارا راستہ ہے"

نکسن نے افغانستان جانے والے راستے دیکھے جہاں مجاہدین کے قافلے چیونٹیوں کی قطاروں کی طرح بڑھے چلے جا رہے تھے۔ حالانکہ طیاروں کی گھن گرج سر پر تھی، گولیوں کی تڑاتڑ کانوں کے پاس سے گزر رہی تھی، میزائل پھٹ رہے تھے اور ٹینکوں کی گھڑ گھڑ نے ایک عجیب شور برپا کر رکھا تھا۔

یہ تماشا دیکھ کر اس کے اعصاب ہل گئے، اس کے جوڑوں پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ دورہ مختصر کر کے فوراً لوٹا اور اپنی قوم کو ڈرانے لگا۔ امریکہ واپسی پر ایک پریس کانفرنس منعقد کی جس میں صحافیوں نے اس سے سوال کیا:

"آپ نے فلاں مسئلے کے سلسلے میں کیا تیاری کی ہے؟"

جواب ملا: "آسان بات ہے!"

پوچھا گیا۔ "اور فلاں مسئلے میں؟"

جواب ملا: "یہ تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔"

اس سے کئی سوالات کیے گئے اور وہ ہر سوال کے جواب میں مسکرا مسکرا کر یہی کہتا رہا۔ یہ تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ یہ تو آسان سی بات ہے۔

پھر صحافیوں نے پوچھا۔ "آخر بنیادی مشکل کیا ہے؟"

نکسن نے جواب دیا۔ "بنیادی مشکل اسلام ہے۔"

پوچھا گیا۔ "اس کا حل کیا ہے؟"

اس نے کہا: "یہ کہ ہم مسلمانوں کی اولادوں کو اپنے شہروں میں بلا کر رکھیں تاکہ اپنی ثقافت ان کے دلوں اور دماغوں میں اتار دیں۔ پھر ہم انھیں ان کے شہروں کو لوٹا دیں۔"

پھر کہا: "امریکہ اور روس کے لیے ضروری ہے کہ افغانستان میں حکومت اسلامی کے قیام کی مصیبت سے بچنے کے لیے متحد ہو جائیں۔"

اس کے بعد افغان قائدین کو اقوام متحدہ میں خطاب کے بہانے بلا کر نیویارک میں ریگن سے ملوانے کی کوشش کی گئی۔ ریگن نے وفد کے سربراہ اور ترجمان گلبدین حکمت یار کی شخصیت کو تسلیم کرتے ہوئے ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو ملاقات کا وقت مقرر کیا مگر گلبدین حکمت یار اور اتحاد اسلامی کے مندوب شیخ سیاف نے اس سے ملنے سے صاف انکار کر دیا، بلکہ انھوں نے امریکی کانگریس کی دعوت بھی ٹھکرا دی جو ان الفاظ میں لپیٹ کر دی گئی تھی کہ:

چونکہ آپ اللہ پر ایمان رکھنے والے لوگ ہیں۔ آپ نے ان قوموں کے لیے قابل تقلید مثال قائم کی ہے جو اپنی حریت اور آزادی واپس لینا چاہتی ہیں۔ ہم آپ کو یہ دعوت دینے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں کہ...."

ریگن اپنے آپ میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ وہ غصے سے بھرا ہوا تھا اس نے

حکومتِ اسلامی کے سفیر حکمت یار سے کہا "تم اس ریگن سے ملاقات کی دعوت ٹھکرا رہے ہو جس نے ساٹھ ممالک کے سربراہوں اور شاہوں سے ملنے سے انکار کر دیا ہے۔"

پھر نومبر ۱۹۸۵ء میں ریگن، گورباچوف ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات میں گورباچوف نے اپنے تھیلے سے اسلامی ممالک کا وہ پرانا نقشہ نکالا جس میں اسلام کی عزت کا ستارہ اوج پر تھا اور اطرافِ عالم میں اس کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اس نے وضاحت سے ریگن کو سمجھایا کہ کس طرح یورپ کا بیشتر حصہ اسلام کا باجگزار رہا ہے۔ کس طرح مسلمانوں نے دو بار یورپ کے دروازوں پر دستک دی اور نمسا کی شاہراہوں پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ریگن کو خبردار کرتے ہوئے کہا:

"مسلمانوں نے ہڑبڑا کر جاگنا شروع کر دیا ہے۔ وہ اپنے اوپر سے غبار جھاڑ رہے ہیں اور میدان میں نکل آنے کے لیے پر تول رہے ہیں۔ اگر وہ ایک بار میدان میں نکل آئے تو دنیا کی کوئی چیز ان کے سامنے نہ ٹھہر سکے گی۔ اس وقت روس اور امریکہ کے اختلافات سے فائدہ اٹھانے والا صرف اسلام ہوگا، چنانچہ ضروری ہے کہ ہم اپنے مسائل آپس میں حل کر لیں اور اپنے مشترکہ دشمن کے سامنے ڈٹ جائیں۔"

ریگن نے کچھ دیر تک غور کیا پھر اسے یہ تجویز پسند آگئی۔

ایک امریکی دانشور نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں وہ امریکیوں کو افغان جہاد سے خبردار رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ روس اس جنگ میں شکست کھا جائے گا۔ اور اس شکست پر پیچ و تاب کھا کر اپنا غصہ یورپ پر اتارے گا۔ اور یورپ کی گہرائیوں اور میدانوں تک آنکلے گا۔ اس موقعے پر امریکہ بنفسِ نفیس خود جنگ میں کودنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس دانشور نے امریکہ کو خبردار کیا ہے کہ انتظار نہ کرے۔ اس نے امریکہ کو ابھارا ہے کہ فیصلہ کرے اور اس خطرناک صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کی تیاری کرے۔ اس کتاب کو امریکی

ٹیلیویژن پر بھی پیش کیا گیا۔ اس کے بعد امریکی انتظامیہ کے مشیر نے ویٹیکن میں پوپ سے ملاقات کی اور کہا:

"آیئے! اس سے پہلے کہ مسلمان پوری طرح بیدار ہوں اور دوبارہ یورپ کی چوٹیوں پر چڑھ دوڑیں، ان سے صلیبی جنگوں کا انتقام لے لیا جائے۔"

مختصراً یہ کہ وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام کے قاہرانہ طوفان کو لوٹا دیا جائے اس سے پہلے کہ وہ میدان میں آئے اور ہماری گردنوں پر سوار ہو جائے اور ہمیں ذلیل کر کے ہم سے خراج (جزیہ) وصول کرنے لگے۔

پھر افغانی وفد کو پھنسانے کی آخری کوشش یہ کی گئی کہ وہ صرف ریگن کے ساتھ بیٹھ جائیں تاکہ امریکی ٹیلیویژن دنیا بھر میں ان کی ملاقات کی تشہیر کر سکے۔ لیکن اس جہاد کے دشمن ہاتھ ملتے رہ گئے۔ پھر وہی پرانا شور و غوغا بلند کر رہے ہیں کہ جہادِ افغانستان اصل میں امریکہ اور روس کی جنگ ہے اور اسے امریکہ کی انٹیلی جنس ایجنسی سی آئی اے کی پشت پناہی حاصل ہے جو مال اور اسلحے سے اس کی امداد کر رہی ہے۔ سچے اور مخلص لوگوں کو اس ملاقات کا بہت صدمہ ہوا۔ ان پر بجلیاں گر پڑیں۔

۲۔ مجاہدین کی اکثریت کو جو خندقوں میں مسلح ہو کر بیٹھی ہوئی ہے۔ امریکہ کا یہ کردار قبول نہیں ہے اور آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے ۹۰ فی صد امریکہ کے بھی اسی طرح مخالف ہیں جس طرح وہ روس سے نفرت کرتے ہیں۔

۳۔ مخلص مجاہدین امریکہ سے ایک روپیہ تک لینے سے انکار کرتے ہیں۔ حکمتیار نے امریکہ میں صحافیوں کے سامنے یہی بیان دیا تھا کہ ہم امریکہ یا اس کی انٹیلی جنس سے کوئی امداد نہیں لیتے۔

۴۔ امریکہ نے اس سال اندرونِ افغانستان میں محض تعلیم کے لیے پچاس ملین

ڈالر مخصوص کیے ہیں، لیکن مجاہدین نے یہ امداد افغان تعلیم کے امریکی مسئولین کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود لینے سے انکار کر دیا ہے۔ اب اکتوبر میں یہ امداد واپس امریکی خزانے میں چلی جائے گی۔

مجاہدین نے اس سے بھی انکار کر دیا ہے کہ امریکی پشاور یا افغانستان میں مجاہدین کی تعلیم کے لیے مدارس کھولیں۔ حالانکہ نصف ملین طلبہ سڑکوں اور راستوں پر بیٹھے ہیں۔ ان کی تعلیم کے لیے مدرسے تو درکنار خیمے تک نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے استاد سیاف کا اپنا بیٹا جس کی عمر ۱۵ سال ہے پرائمری مکمل نہیں کر سکا۔ اور جہاں تک بات ہے افغانستان کے اندر تعلیم کی، تو اس کی مشکلات، مسائل اور مصائب کے بیان کے لیے ایک مکمل کتاب کی ضرورت ہے۔

۵۔ امریکہ اور روس کے حالیہ مذاکرات سے اگر مجاہدین دھوکہ کھا گئے تو انہیں روس کے سامنے ہتھیار پھینک دینے پر مجبور ہونا پڑے گا۔ اور افغانستان کی قسمت کا فیصلہ روس اور اس کی (کٹھ پتلی افغانی) حکومت پر چھوڑنا ہوگا جو افغانستان کے ساتھ جیسا چاہے معاملہ کرے۔ شاید بلوچستان کے راستے سے بحیرۂ عرب کے گرم پانیوں پر آخری قبضے کا وقت قریب آرہا ہے!

۶۔ روس اس سے پہلے بخارا کو بھی دھوکا دے چکا ہے۔ جب اس نے بسمشی مجاہدین کو حریت، آزادی اور خود مختاری دینے کا وعدہ کیا اور چھ ماہ بعد جب مجاہدین نے ہتھیار کھول دیے اور جہاد ختم ہوگیا تو وہ دوبارہ لوٹا اور بخارا پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح بخارا ایک طویل مدت کے لیئے روسی استعمار کے پنجوں میں چلا گیا۔ اس مدت کی طوالت اب خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ؎

مرے افغان بیٹو جاگ جاؤ ہٹاؤ خواب غفلت کو ہٹاؤ
سیاست کا یہ دھوکہ ہے کہ تم بھی بڑے القاب سے کہلائے جاؤ

امارت ہو تمہارے گھر کی باندی ۔۔ جو تم بھی عزت و اکرام پاؤ
یہ دھوکہ ہے بچو دھوکے سے دیکھو ۔۔ مرے بیٹو! کبھی دھوکہ نہ کھاؤ

۷۔ امریکہ چاہتا ہے کہ جہادِ افغانستان کا سرپرست کہلائے۔ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہی اس جہاد کا موجد ہے جس نے اسے ماں کی طرح گود میں کھلایا ہے۔ اسی نے اسے دودھ پلا کر جوان کیا ہے، جیسے سارے امور کی ڈوری اسی کے ہاتھ میں ہے، اور جیسے جہاد کی کنجی اس کی جیب میں ہے۔ ہم کفار کی سرپرستی سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ اور ظالموں پر تکیہ کرنے سے اپنے رب کا خوف کھاتے ہیں۔ ہمارے رب نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ط
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ○ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ
مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ
فَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ
مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ○ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ
الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لا إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ط حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ ○ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ
دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ
لَائِمٍ ط ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ إِنَّمَا
وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَ
يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ○ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ

اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ
اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (المائدہ : ۵۱،۵۷)

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو ان سے دوستی کرے گا وہ ان ہی میں سے ہو جائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے وہ انہی میں سرگرمی دکھاتے پھرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں، لیکن جب تمہارے پاس اللہ کی طرف سے فتح یا کوئی اور فیصلہ آئے تو ممکن ہے یہ لوگ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے نفاق پر (خود ہی) نادم اور پشیمان ہو جائیں۔ اس وقت ایمان لانے والے کہیں گے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ کے نام کی بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہا تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں؟ ان کے اعمال ضائع ہو گئے ہیں اور وہ خسارہ پانے والوں میں ہو گئے ہیں۔ اے ایمان والو! تم میں سے اگر کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو اللہ تعالیٰ کوئی اور ایسی قوم لے آئے گا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا اور جو اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ وہ مومنین کے ساتھ ملائمت اور ادب کے ساتھ پیش آئیں گے اور کفار کے ساتھ رعب کے ساتھ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو وہ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے کہ اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔ تمہارے دوست تو بس اللہ، اس کا رسول اور وہ مومنین ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کو دوست بنائے تو وہ یقین رکھے کہ اللہ کی جماعت ہی آخر کار غالب آنے والی ہے۔ اے ایمان والو! ان اہل کتاب کو دوست نہ بناؤ جنھوں نے تمہارے دین کو کھیل بنا لیا اور اس کا ٹھٹھا اڑایا اور جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی یا جو کافر ہیں، اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو)

باب دوم

ناقابلِ فراموش واقعات

فصلِ اوّل

مجاہدین کی غیبی امداد

ہڈّی کا بغیر تکلیف کے ٹوٹنا:

خوشی ضلع کونگر ولایت لوگر کے محمد یٰسین نے بتایا کہ:

لوگر میں مجھے ایک گولی لگی جس سے میری ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی، لیکن مجھے کوئی درد محسوس نہیں ہوا اور میں حسبِ معمول پیدل چلتا ہوا گنڈو بند سے تری منگل کا دو روزہ کا فاصلہ طے کر کے پاکستان پہنچ گیا اس دوران میں مجھے قطعی درد محسوس نہیں ہوا۔

برف کی تہوں میں گوشت کا تھیلا:

محمد یٰسین ہی نے بتایا کہ ہم دو بند کی ایک وادی میں اترے۔ اس ویران وادی میں ہمارے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ ہم وہاں سے "حیداد" چلے گئے اور اہلِ قریہ سے کھانا مانگا، لیکن کسی نے ہمیں کھانا فراہم نہ کیا۔ وہ سمجھے کہ ہم ملیشیا کے لوگ ہیں۔ ادھر ہمیں بھوک ستا رہی تھی۔ ہم چاہتے تو ان سے کھانا زبردستی بھی وصول کر سکتے تھے کیونکہ ہم ۱۲ مجاہدین تھے، لیکن ہمیں اچھا معلوم نہ ہوا کہ مسلمانوں کے گھر سے کھانا ان کی مرضی کے بغیر حاصل کریں، چنانچہ ہم ویسے ہی بھوک کے پیاسے وہاں سے چل پڑے۔ ہم تقریباً ساڑھے چار گھنٹے تک پیدل چلتے رہے۔ دو راتوں سے ہم نے کچھ کھایا نہیں تھا۔ بھوک سے ہماری جان نکلی جا رہی تھی کہ اچانک برف

پھر چلتے چلتے ہم نے دیکھا کہ گوشت سے بھرا ہوا ایک سبز تھیلا برف کے نیچے سے جھانک رہا ہے۔ حالانکہ پورے منطقے میں ہمارے علاوہ کسی انسان یا حیوان کے قدموں کے کوئی نشان نہیں تھے۔

یہ گوشت تقریباً ایک من تھا۔ ہم نے اسے پکایا اور سب نے مل کر کھایا۔ پھر ہمیں رستے میں، فوجی ملے جنھوں نے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم نے اس گوشت میں سے ان کو بھی کھلایا اور دریا رہ چینارہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ہمیں جو بھی ملا ہم اسے بھی اس گوشت میں سے ضرور کچھ نہ کچھ کھلاتے رہے۔ آخر میں اپنے گھر آپہنچا۔ وہاں میرے گھرانے کے ۱۴ افراد نے بھی اس میں سے کھایا اور اس کے بعد ہم تین دن تک یہی گوشت کھاتے رہے۔

محمد یٰسین کہتا ہے رستے میں ہم نے تقریباً ۳۰ آدمیوں کو وہ گوشت کھلایا۔ یہ جنوری ۱۹۸۸ء کی بات ہے۔

۲۰ مجاہدین اور ۱۰۰۰ اجنبی:

جاجی کے ڈرائیور محمد سفر نے بتایا کہ ہم دشمن سے لڑے۔ اس وقت ہم تقریباً ۲۰ مجاہد تھے۔ دشمن بہت زیادہ تھے۔ جب ہم ان سے لڑ رہے تھے تو ہم نے دیکھا لوگوں کی ایک بڑی تعداد (تقریباً ایک ہزار افراد) ہمارے ساتھ دشمن سے لڑ رہی ہے۔ معرکہ ختم ہونے کے بعد ہم نے ان کو نہیں دیکھا۔

عقیدہ نسب سے قوی ہے ....

کابل کے ضابط حشمت اللہ نے جاجی میں ہمیں بتایا کہ یہ ۱۵ رمضان ۱۴۰۵ھ کا واقعہ ہے۔ اس موقعے پر کابل کے امیر مرکز صدیق چکری بھی موجود تھے۔

کابل میں ایک شریر فوجی افسر ظفر شاہ تھا۔ ہم اس کو اغوا کرنے کے لیے گئے مگر وہ ہمیں نہ مل سکا۔ ہم اس محلے کی مسجد میں گئے اور لوگوں سے مدد طلب کی۔ لوگوں

نے حسب توفیق رقم لا لا کر ہمیں دی۔ یہ پیسے جمع کرنے کے بعد ہم نے لوگوں سے کہا کہ یہ تو بہت کم ہے۔ پھر ہم نے ایک ایک دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے گھر جا پہنچے جس کا مکین سو رہا تھا۔ ہم نے اس کے ہاتھ کو پستول کی گولی سے زخمی کر دیا اور اسے گرفتار کر کے مسجد میں لے آئے۔ وہاں ہم نے لوگوں سے پوچھا۔ کوئی اس کے مسلمان ہونے کی گواہی دیتا ہے؟ لیکن کسی نے اس کے مسلمان ہونے کی گواہی نہ دی۔

پھر ہم اس کے بھائی کو وہاں لے آئے۔ اس نے اسے دیکھ کر کہا۔ اگر تم نے اسے زندہ چھوڑ دیا تو تم مسلمان نہیں ہو! چنانچہ ہم نے اس کو ہلاک کر دیا اور اعلان کر دیا کہ اگر کسی نے سات روز سے قبل اس کی لاش یہاں سے ہٹائی تو اس کا بھی یہی حشر ہوگا ــــ اس کی لاش سات روز تک کابل کی شاہراہ پر پڑی رہی۔

وہ سفید کپڑوں والے!

حاجی کے امیر مرکز کمانڈر صدیق چکری کا چچا زاد کمانڈر محمد عمر جو ایک پارسا آدمی ہے اور جس کے چہرے سے دانائی مترشح ہوتی ہے اس نے ہمیں بتایا کہ ہم ۵۰، ۶۰ مجاہدین نے دشمن کی موبائیل فوج کی ایک چھاؤنی پر حملہ کر کے بہت سے فوجیوں کو قتل کر دیا۔ جب ہم لوٹے تو سرکاری فوجی ہتھیار پھینکتے ہوئے ہم سے آ ملے اور کہنے لگے: "وہ کہاں ہیں جو سفید کپڑوں میں آپ کے ساتھ تھے؟ ہم اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنے آئے ہیں"۔

ہم نے کہا: ہمارے ساتھ تو سفید کپڑوں والا کوئی نہ تھا۔

بغیر فائر کیے ۵۰۰ مقتولین:

کمانڈر محمد عمر نے ایک عملیہ (فوجی کارروائی) کے بارے میں بتایا بتخاک میں حکومت نے ہم پر تین اطراف سے حملہ کیا۔ ہم نے دو اطراف کا تو جواب دیا، مگر تیسری

طرف جہاں سے حملہ سب سے زیادہ زوردار تھا کوئی فائر نہ کر سکے، لیکن اس کے باوجود اس طرف، پانچ سو روسی مارے گئے۔

خدا کی مرضی کے بغیر کوئی نہیں مر سکتا:

محمد صدیق چکری کے سگے بھائی غوث اللہ نے بتایا کہ حکومت نے ۳ مجاہدین کو گرفتار کر لیا اور سنگینوں سے تقریباً سو سو زخم لگا کر باندھ کر پہاڑ کی چوٹی سے نیچے لڑھکا دیا۔ یہ مجاہدین لڑھکتے لڑھکتے وادی کی بالکل گہرائی میں جا پہنچے۔ دو روز بعد کچھ مجاہدین اس جگہ سے گزرے تو انھیں وہاں پا کر وہاں سے اٹھا کر پشاور لے آئے، پشاور میں ان کا علاج کیا گیا۔ آج وہ بھلے چنگے ہو کر دوبارہ جہاد کے مقدس راستے پر رواں دواں ہیں۔

برف میں ۸ روز تک بچے کا زندہ رہنا:

محمد صدیق چکری کے ایک اور عزیز سحر گل نے مجھے بتایا کہ ایک گھرانہ روسیوں سے اپنا دین اور عزت بچا کر ہجرت کر رہا تھا۔ سفید کوہ کا راستہ بڑا دشوار گزار تھا۔ برف نے جو بعض جگہوں پر کئی میٹر تک بلند تھی، راستہ چلنا دشوار کر رکھا تھا۔ آخر یہ قافلہ اپنے ۸ سالہ بچے کو وہیں برف میں چھوڑ کر آگے بڑھنے پر مجبور ہو گیا۔ پھر وہ سفر کر کے مجاہدین کی ایک جماعت کے پاس پہنچے اور انھیں بتایا کہ ہم فلاں مقام پر اپنا بچہ برف میں چھوڑ آئے ہیں۔ آپ لوگ جا کر اسے لے آئیں کہ اسے دفنایا جا سکے۔

سحر گل نے کہا ہم آٹھ روز بعد اس کی لاش لینے گئے تو دیکھا کہ وہ برف کے نیچے زندہ موجود تھا۔

صرف جاسوس مارا گیا:

بغلان کے کمانڈر جعفر نے جس کے پاس ۵۰۰ مجاہدین ہیں بتایا کہ "ایک بار میں

۵ مجاہدوں کے ہمراہ تھا۔ ہم میں سے ۳ بیمار ہو گئے، چنانچہ ہم ایک گاؤں مومند میں گئے۔ وہاں ہمیں ۸۰ مجاہدین اور مل گئے۔ ہم سب نے مل کر حکومت کے ایک مرکز پر حملہ کر دیا۔ اس حملے کے دوران میں ہماری طرف سے ایک آدمی مارا گیا۔ ہم نے اسے دفنانے سے پہلے اس کی تلاشی لی تو اس کی جیب سے حکومت کے جاسوس ہونے کا شناختی کارڈ برآمد ہوا۔ اگلے روز ہم نے حکومت کے چند سپاہی گرفتار کئے تو انھوں نے بتایا کہ مقتول جاسوس تھا اور اسی نے تمھاری پیش قدمی کے بارے میں بتایا تھا۔

۲۰۰ کمیونسٹ مارے گئے، کوئی مجاہد شہید نہیں ہوا:

جعفر نے قسم کھا کر ہمیں بتایا کہ ایک بار میں ۵۰ مجاہدین کے ساتھ تورد کابل لغمان کی طرف گیا۔ وہاں ہم نے کئی چھاپہ مار کارروائیاں کیں۔ پھر ہم کابل گئے اور وہاں بھی عملیات (فوجی کارروائیاں) کیں۔ پھر ہم لوٹ آئے۔ ابھی ہم کابل سے نکلے ہی تھے کہ ہمیں اپنے گدھے پر گھاس لادے ایک گھاس فروش ملا۔ اس نے ہمیں فوج کی پیش قدمی کی خبر دی لیکن ہم چونکہ تھکے ہوئے تھے اس لیے ہم نے کوئی پرواہ نہ کی اور وہیں پڑ کر سو رہے۔ تھوڑی دیر بعد ۳۰۰ ٹینکوں اور گاڑیوں، ۲۲ ہیلی کاپٹروں اور ۸ مگ طیاروں سے مسلح ایک پوری فوج نے ہم پر حملہ کر دیا اور ہمارے درمیان کھلی جنگ شروع ہو گئی۔ اس وقت ہم ایسی جگہ پر تھے جہاں ہمیں کوئی دفاع حاصل نہیں تھا۔ ہم ایک کھلے ٹیلے پر تھے۔ طیارے ہم پر بم برسا رہے تھے اور پتھر اڑ اڑ کر فضا میں بلند ہو رہے تھے، لیکن الحمد للہ ہمارے کسی مجاہد کو کچھ نہیں ہوا۔ بس میں کچھ زخمی ہوا۔ لڑائی کا زور ٹوٹ گیا تو میں نے سب کو واپسی کا حکم دیا۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ رہا کہ ۲۰۰ کمیونسٹ مارے گئے اور ہم میں سے میرے علاوہ کوئی زخمی بھی نہیں ہوا۔

گیسوں کا اثر مٹانے کے لیے بارش برسنے لگی:

شیخ سیاف کے چوکیدار فدا محمد بن داؤد شاہ نے لغمان میں ہمیں بتایا کہ ایک با

۲ سو ٹینکوں اور چھ طیاروں نے ہم چار مجاہدین پر حملہ کیا۔ حکومت کا خیال تھا کہ لغمان میں ۳۰ ہزار مجاہدین ہیں، حالانکہ اس پوری ولایت میں ۱۰۰ سے زیادہ مجاہدین نہیں تھے۔

ایک طیارہ ہمارے بالکل قریب سے گزرا تو ہم سمجھے کہ وہ اپنے آپ کو ہمارے حوالے کرنا چاہتا ہے، لیکن اچانک ہی اس نے ہم پر گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ ہم نے جوابی کارروائی کر کے ان کے دو ٹینک تباہ کر دیے۔ اس کے بعد طیاروں نے ہم پر زہریلی گیسیں برسانا شروع کر دیں جس کے اثر سے ہم سو گئے لیکن تھوڑی دیر بعد بارش آگئی اور گیلی ہوا نے ہم پر سے زہریلی گیسوں کا اثر دور کر دیا۔ اس جھڑپ میں ہمارے ۱۲ ساتھی شہید ہوئے، جبکہ ۶۰ کمیونسٹ مارے گئے۔

مجاہدین کی تعداد زیادہ ہوتی گئی:

لغمان کے ۷۰ سالہ شیخ عبدالقدیر نے بتایا کہ ہم ۱۷ مجاہدین ایک معرکے میں شامل تھے۔ ہم نے دیکھا کہ اب ہماری تعداد ۸۰ ہوگئی ہے۔ میرا بیٹا محب اللہ جو کمانڈر بھی ہے خوفزدہ ہوگیا کہ ملیشیا بھی اس معرکے میں شامل ہوگئی ہے۔ میں نے کہا: فکر نہ کرو! اللہ پر توکل کرو!

اس وقت دشمن کے ۴۰۰ ٹینکوں اور مختلف گاڑیوں کے علاوہ تقریباً ۸ ہزار فوجی مصروف پیکار تھے۔

دوسرے محاذوں سے بھی کچھ مجاہدین ہمارے ساتھ آملے۔ اس طرح ہماری تعداد کچھ بڑھ گئی، تاہم دشمن کی طاقت بہت زیادہ تھی لیکن خدا کے فضل سے ہم دشمن پر غالب آگئے۔ معرکے کے بعد معلوم ہوا کہ ۷ مجاہدین شہید ہوئے، جبکہ دشمن کے ۱۲۰۰ فوجی مارے گئے۔ ہمارے دوسرے گروپ میں سے ۶ مجاہدین کو شہادت نصیب ہوئی۔

شہادت کی پیشگوئی :

شیخ عبدالقدیر نے ہمیں بتایا کہ ہمارا ایک ساتھی کاظم آگے بڑھا۔ اس نے درخت سے چند پھل توڑ کر کھائے اور کہا۔ یہ آخری پھل ہیں جو میں اپنی زندگی میں کھا رہا ہوں۔ کیونکہ آج میں تھوڑی دیر بعد شہید ہو جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک فوجی کارروائی میں حصہ لیتے ہوئے شہید ہو گیا۔

فوجی اکیڈمی کے طلبہ

کمیونسٹوں نے کابل کی فوجی اکیڈمی کے ۲۶۰۰ طلبہ کو ساتھ لے کر حملہ کیا۔ اس حملے میں دشمن کے پاس ایک ہزار ٹینک اور مختلف گاڑیاں تھیں اور اس کی افرادی قوت دس ہزار تھی، لیکن رن پڑا تو ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سوں کو ہم نے گرفتار کیا۔ مجاہدین میں سے صرف ۳۲ افراد شہید ہوئے۔

مطیع اللہ

وہ ایک ستائیس سالہ مجاہد تھا اور دستہ نمبر ا کا کمانڈر۔ اس نے بیس سال کی عمر میں نور محمد ترہ کئی کے عہد میں جہاد شروع کیا اور تنہا دشمن کے ۳ ٹینک تباہ کرنے کے علاوہ ۸۰ کمیونسٹوں کو ہلاک کیا۔

شہید کا بال

میں نے مطیع اللہ کے پاس ایک بال دیکھا جو اس نے ایک شہید کے جسم سے حاصل کیا تھا۔ یہ سیاہ بال اس نے بڑی حفاظت کے ساتھ سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ عجیب بات ہے کہ یہ بال اس کی جیب میں پڑے پڑے لمبا اور سفید ہو گیا تھا۔

میرا بھائی یہاں دفن ہے :

مطیع اللہ نے مجھے ایک ۹ سالہ بچے کے بارے میں بتایا کہ طیاروں کی بمباری

سے ایک بچہ ایک گڑھے میں جاگرا۔ ملبہ گرنے کی وجہ سے وہ وہیں دفن ہوگیا۔ بمباری کے بعد اس کو بہت ڈھونڈا گیا، مگر وہ نہ ملا۔

۷ روز بعد اس کی ۷ سالہ بہن کھیلتی ہوئی اس جگہ آ پہنچی اور یہ کہتی ہوئی گڑھے کی طرف دوڑی۔ اس زمین کے نیچے میرا بھائی ہے۔ میں یہاں اس کا وجود محسوس کر رہی ہوں۔ بچی کی بات سن کر ہم وہاں پہنچے اور کھدائی کی تو بچے کی لاش مل گئی۔ کوئی بھی یہ بات نہ سمجھ سکا کہ ننھی بچی کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اس کے بھائی کی لاش یہاں ہے۔

بہادر افغان بچہ:

نوراللہ عماد نے مجھے بتایا کہ ایک ۹، ۱۰ سالہ بچہ ٹینک کو تباہ کرنے کے لیے اس کے رستے میں سرنگ بچھا رہا تھا۔ ابھی وہ اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک ٹینک ادھر آنکلا۔ فوجیوں نے بچے کو پکڑ لیا اور پوچھا: تم یہاں کیا کر رہے ہو؟

بچّے نے جواب دیا: میں چرواہا ہوں۔

پوچھا گیا۔ تمھاری بکریاں کہاں ہیں جنھیں تم چرا رہے ہو؟

اس بار وہ جواب دیتے ہوئے جھجک گیا اور اس نے فوجیوں کو شک میں ڈال دیا۔ انھوں نے اسے پکڑ کر اپنے ساتھ ٹینک میں بٹھا لیا۔ جونہی ٹینک سرنگ والی جگہ کے قریب پہنچا بچّے نے نعرہ لگایا۔ اللہ اکبر! اور سرنگ پھٹ گئی، ٹینک ہوا میں بلند ہوا لیکن اسی میں سے بچہ نکل کر دور جا گرا اور ٹینک پاش پاش ہوگیا۔ بچہ بالکل صحیح سلامت تھا اور ٹینک جل چکا تھا۔ سب فوجی ہلاک ہوگئے تھے۔

اللہ کے نام کی قربانی سے ذکویک درست ہوگئی:

قطب الدین پنجشیری نے ہمیں بتایا کہ ایک بار ہماری ذکویک (اینٹی ایر کرافٹ گن)

بند ہوگئی۔ یہ بڑی خطرناک بات تھی کیونکہ طیارے ہم پر مسلسل حملہ آور ہوتے رہتے تھے۔ ہم نے الحمد کہ اللہ کے نام کی قربانی کی اور ہماری زرکو یک درست ہوگئی۔

مجاہدین سلامت رہے:

ژاور کے ضابط عمرخان نے بتایا کہ ایک میزائل ژاور میں ایک خیمے پر آگرلگا جس سے خیمہ اور خیمے کے اندر موجود ساری چیزیں جل کر تباہ ہوگئیں، لیکن مجاہدین میں سے کسی کو معمولی زخم تک نہ آیا۔ یہ ۲۳ / شوال ۱۴۰۵ھ کا واقعہ ہے:

زخمی یا چودھویں کے چاند:

ضابط عمرخان نے بتایا کہ جمعرات ۱۱ / جولائی ۱۹۸۵ء بمطابق ۲۴ / شوال ۱۴۰۵ھ کو خوست میں گولیاں اور گولے لگنے سے تقریباً ۲۶ مجاہدین زخمی ہوگئے۔ عمرخان قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے ان زخمیوں کی طرف دیکھا تو وہ خوب صورتی میں چودھویں رات کے چاند کی طرح دکھائی دیے۔ ان میں سے کسی نے رستے میں درد یا تکلیف کی شکایت نہیں کی۔

بم ہوا میں پھٹ گیا:

عمرخان نے مجھے بتایا کہ ایک جدید اور بڑا بم ہوا میں پھٹ گیا۔ اس میں سے چھوٹے چھوٹے ۵۰ بم نکل کر زرکو یک کے ارد گرد گرے مگر زرکو یک کے قریب کوئی نہ پھٹا۔

دروازہ خود بخود کھل گیا:

محمد شعیب نے مجھے بتایا کہ ہم لوگر میں ایک عملیہ (فوجی کارروائی) پہ گئے۔ عملیہ مکمل کر کے ہم لوٹے اور ایک دوست کے گھر چھپنے کے لیے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ ہم نے اُسے قوّت سے کھولنے کی کوشش کی مگر یہ کوشش بھی بے کار گئی۔ ہم نے اللہ عزّ وجل سے دعا کی اور پھر دروازہ کھٹکھٹایا اور

اس بار دروازہ خود بخود کھل گیا۔

پتّی کے بغیر چائے بن گئی:

مجاہدین کے ایک وفد نے بتایا کہ رمضان کے دنوں میں افطار کے وقت ہم نے چائے بنانا چاہی، ہم نے صاف پانی چولہے پر چڑھا دیا اور چائے (کی پتّی) ڈھونڈنے لگے مگر وہ نہ ملی۔ آخر ہم نے پانی کو اتار کر پینا شروع کر دیا اور محسوس کیا کہ پانی کا ذائقہ بھی بالکل چائے جیسا ہے اور اس کا رنگ بھی۔ اس موقعے پر جلال الدّین حقانی موجود تھے۔ انھوں نے فرمایا: "یہ جہاد کی برکت ہے"

شہید کے چہرے پر بشاشت:

ایک بار میں جلال الدین کے ساتھ پکتیا میں جا رہا تھا۔ ہمارے ساتھ کچھ اور نوجوان بھی تھے۔ راستے میں ہم نے ایک شہید دیکھا جس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اس کے چہرے کی بشاشت دیکھی تو ہمیں یہ آیت یاد آگئی۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ (قیامہ: ۲۲)

(اس روز کچھ چہرے بشّاش ہوں گے)

جب ہم وہاں سے کچھ آگے نکل گئے تو نوجوانوں نے آپس میں کہنا شروع کر دیا کیا تم نے اس کی خوشبو محسوس کی؟

یہ بہت صاف ستھری خوشبو تھی۔

میں نے پکتیا کے علاقے لیزا میں ایک بم دیکھا جس نے زمین میں شگاف کر کے وہاں سے چشمہ جاری کر دیا تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے لیزا میں وائرلیس انچارج عبدالعزیز سے کہا۔ کوئی ایسی کرامت بتاؤ جو تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو۔ وہ کہنے لگا۔ آپ نے بموں سے پیدا ہونے والا یہ شگاف نہیں دیکھا؟ اس موقع پر ایک فرانسیسی صحافی کے علاوہ کوئی زخمی نہیں ہوا تھا۔

آگ کا گولہ کمیونسٹوں کے تعاقب میں

وردک کے محمود بن مولوی سراج الدین نے مجھے بتایا کہ ایک بار مجاہدین رات کو ایک جگہ جمع تھے۔ ان کے سامنے ٹینکوں کی ایک بڑی تعداد کھڑی تھی۔ یہ معرکہ ۸ روز پہلے شروع ہوا تھا۔ اس رات آگ کا ایک گولہ افق سے اٹھ کر روسی ٹینکوں پر آگرا۔ اس کے ساتھ ہی وہاں عجیب انتشار اور افراتفری کی کیفیت پیدا ہوگئی اور ٹینکوں کا یہ قافلہ خون سے لتھڑے ہوئے میدان میں کٹے ہوئے ہاتھ اور بکھری ہوئی ٹانگیں چھوڑ کر واپس ہوگیا۔

میں نے مولوی محمود سے پوچھا "آپ کے خیال میں یہ کیا تھا؟"

انھوں نے کہا: "یہ سورۂ فیل کے پرندوں جیسی کوئی چیز تھی۔"

اس موقعے پر مجھے وہ کنکر یاد آرہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر اور حنین کے مشرکوں کی طرف اچھالے تھے۔ اس کے بعد مشرکوں میں سے کوئی ایسا نہ بچا جس کی آنکھوں میں کچھ نہ کچھ پڑ نہ گیا ہو۔

شہید نے مسکرا کر آنکھیں کھول دیں:

وردک کے مولوی محمود نے ہمیں بتایا کہ میرا چچا زاد شہید ہو گیا۔ لوگ اسے دفن کرنے ہمارے گاؤں "لورائیں" لے آئے۔ مجھے اس کی شہادت کا پتہ چلا تو میں اس کے پاس گیا اور جونہی میں وہاں پہنچا لوگوں نے شہید سے مخاطب ہو کر کہا "لو مولوی محمود بھی پہنچ گیا!" عبدالباقی (شہید) مسکرایا اور اپنی آنکھیں کھول دیں۔

شہادت کی خبر:

شیخ (مولوی) محمود نے مجھے بتایا کہ کئی مجاہد مجھ سے یہ کہہ کر رخصت ہوئے کہ آج کا دن فرقت کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا خیال سچ کر دکھایا۔ ان میں سے ایک عبدالرشید، جو طالب علم تھا، وہ مجھ سے یہ کہہ کر رخصت ہوا۔ آج کا

دن ہمارا آخری دن ہے۔ اب سے تین گھنٹوں بعد میں شہید ہو جاؤں گا۔
اور ایسا ہی ہوا۔

عبدالرشید جیسے طلبہ نے مجاہدین سے پاکیزہ تربیت پاکر بڑا کردار ادا کیا ہے۔

میزائیل بے کار ہوگیا:

۱۵ر جولائی ۱۹۸۵ء مطابق ۲۸ر شوال ۱۴۰۵ھ کو میں نے ۲۰ سالہ ایک نوجوان یار خان کو دیکھا۔ ایک میزائیل اس کی پگڑی اڑاتا ہوا دو میٹر دور لے گیا جہاں ۱۵ مجاہدین بیٹھے ہوئے تھے۔ زمین پر لگتے ہی میزائیل پھٹ گیا۔ لیکن کوئی مجاہد شہید یا زخمی نہیں ہوا۔ عمامے میں البتہ کئی جگہ شگاف ہوگئے (جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے) یہ لیزا شہر خوست ولایت پکتیا کا واقعہ ہے۔

لڑکی دو روز بعد ملبے سے زندہ نکل آئی:

ہرات کے جہات شہید فضل احمد کے مندوب محمد کشمیر نے بتایا کہ طیاروں نے جوزرا منطقے پر حملہ کیا اور بم برسائے۔ دو روز بعد مجاہدین نے ملبہ ہٹایا تو نیچے سے ایک زندہ بچی نکل آئی۔ یہ بچی بالکل تندرست اور ہشاش بشاش تھی۔

کمانڈر نے ۲۰ کمیونسٹ ہلاک کر دیے:

چمکنی کے ایک کمانڈر محمد زمان نے ہمیں بتایا کہ مجاہدین اور کمیونسٹوں کے درمیان گزشتہ رمضان ۱۴۰۵ھ کو ایک معرکے میں میں اپنی کلاشن کوف پکڑے ایک پہاڑ پر چڑھ رہا تھا کہ اچانک سامنے سے ۲۴ کمیونسٹ نکل آئے۔ میں نے اپنی کلاشن کوف کے ایک ہی برسٹ سے سب کو بھون کر رکھ دیا۔ اس کے بعد کہیں سے ان کا کمانڈر بھی نکل آیا۔ یہ ایک کمیونسٹ افسر تھا۔ میں نے اپنی کلاشن کوف کا رُخ اس کی طرف پھیر کر فائر کھول دیا، لیکن میگزین میں گولیاں ختم ہو چکی تھیں۔ تاہم میں نے بلند آواز سے کہا: درِیش، ٹھہرو اور اپنی پہچان کراؤ۔ یہ سنتے ہی کمیونسٹ

کمانڈر نے ہتھیار پھینک کر اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیا۔

محمد زمان نے بتایا۔ میں نے تیزی سے بندوق اٹھالی اور اسے حکم دیا۔ مجاہدین کے مرکز کی طرف چلو، لیکن کمانڈر نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ اسے جہنم واصل کر دیا جائے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

اسے چھوڑ دو!.... یہ مجاہدین سے محبّت کرتا ہے:

چمکنی کے مجاہد نوروز نے ہمیں بتایا کہ کافی عرصہ پہلے میں رات کے وقت اپنی باری پر پہرہ دینے گیا۔ دو گھنٹے بعد لوٹا اور اپنے گرم بستر (سلیپنگ بیگ) میں گھس کر سو گیا۔ محسوس ہی نہ کیا کہ اژدہا بستر میں گھسا ہوا ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد جب بموں کے دھماکوں کی آواز سن کر جاگا تو محسوس کیا کہ ٹانگوں کے درمیان کوئی چیز حرکت کر رہی ہے۔ میں تیزی سے اپنے بستر سے باہر نکلا۔ میرے ساتھیوں نے دیکھا ایک کالا اژدہا بستر سے نکل کر خیمے سے باہر جا رہا ہے۔ بعض مجاہدین نے اس پر فائر کرنا چاہا مگر میں نے انھیں منع کر دیا۔ کہا:

اسے چھوڑ دو.... یہ مجاہدین سے محبت کرتا ہے۔

کمانڈر نے اپنا گھرانا آزاد کروالیا:

فضل الہادی توکّلی نے ہمیں بتایا کہ روس نے بدخشاں کے ایک منطقے درواز (کوف) پر حملہ کیا۔ مجاہدین حکمت اور مصلحت کے پیش نظر شہر چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ شہر میں صرف عورتیں اور بچے باقی رہ گئے۔

روسی شہر میں داخل ہوئے تو انھوں نے مولوی عبدالوہاب کمانڈر کے ۱۳ بچوں، اس کی بیوی اور بھاوج کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ روسیوں کی تعداد پانچ ہزار تھی اور ۳۰، ۴۰ طیارے ان کے ساتھ فضاؤں میں موجود تھے لیکن ان کے پاس ٹینک نہیں تھے کیونکہ یہ منطقہ پہاڑی تھا۔ انھوں نے مولوی عبدالوہاب

کے اہلِ خانہ کو خاہان ایئرپورٹ کی طرف روانہ کر دیا۔ اس ایئرپورٹ کو بجلی قریبی روسی علاقے سے فراہم ہوتی تھی۔ یہاں ایک سینما بھی تھا۔ پوری فوجی نفری روسی تھی۔

عبدالوہاب کے بیوی اور بچے ایک ماہ اس جگہ قید رہے۔ پھر عبدالوہاب نے سو مجاہدوں کے ساتھ ایئرپورٹ پر حملہ کیا (یہ ۱۹۸۳ء کارمل کے زمانے کی بات ہے) عبدالوہاب کو کچھ معلوم نہ تھا کہ اس کے گھر والے کس جگہ قید کیے گئے ہیں، وہ اچانک ہی روسی کمانڈر کے گھر کے سامنے جا پہنچا۔ اس نے وہاں موجود تین پہریداروں اور تین ملیشیا کے ارکان کو قتل کر دیا اور جب گھر میں داخل ہوا تو اپنی بیوی اور بچوں کو وہاں دیکھا۔ وہ کمانڈروں کی دو بیویوں کو بھی ساتھ لے آیا۔ راستے میں عبدالوہاب کی بیوی نے ان دونوں کی سفارش کی، کیونکہ ان دونوں نے اس کی حمایت اور حفاظت کی تھی، چنانچہ اس نے ان دونوں کو کیمپ میں بھیج دیا۔

عبدالوہاب وہ کمانڈر ہے جس نے اپنے مجاہدین ۲ دفعہ روس کے اندر بھیجے ہیں۔ پہلے موقعے پر ۳۰ مجاہدین نے دریائے جیحوں پار کیا اور سوویتی سرزمین پر سرنگیں بچھا کر آئے۔ ان سرنگوں سے ایک گاڑی اڑ گئی جس میں ۱۸ افراد سوار تھے۔

فضل الہادی کہتا ہے، دوسرے حملے میں خود میں ان کے ساتھ تھا۔ ۲ گاڑیاں اس طرف آتی دکھائی دیں جو سرحدوں کی حفاظت کر رہی تھیں۔ ہم ان کے ساتھ الجھ گئے اور اس جھڑپ میں دونوں کے ۱۴ کے ۱۴ سواروں کا صفایا ہو گیا۔

شیر زمین شہادت کے بعد اُٹھ بیٹھا:

کنہر میں جہاد شروع کرنے والے مجاہدین میں سے جعفر نے قسم کھا کر مجھے بتایا

کہ شیر زمین صبح دس بجے شہید ہوا۔ شام پانچ بجے میں نے سوچا کہ اسے اٹھا کر گھر لے چلتا ہوں۔ جب میں نے اس کو اٹھانا چاہا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے حیران ہوئے بغیر اسے اسی طرح اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔ وہ اتنا ہلکا تھا کہ میں اسے اٹھا کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور مجھے ذرا بھی تھکن محسوس نہیں ہوئی۔ یہ رمضان ۱۴۰۵ھ کا واقعہ ہے۔

دشمن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا:

ارگن کے محمد خالد فاروقی نے مجھے بتایا:

ا۔ داؤد کے زمانے میں ایک روز میں خلافِ عادت ظہر کے وقت باہر نکل گیا۔ اور میرے نکلنے کے دس منٹ بعد میرے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ مجھے معلوم ہوا تو میں فوراً ہی لوٹا اور فوجیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ اپنے والد سے گفتگو کی اور پھر نکل گیا لیکن انھوں نے مجھے ایک بار بھی نہیں دیکھا۔

ب۔ ایک بار پولیس حکمت یار کو ڈھونڈھتی پھر رہی تھی۔ اس کے پاس حکمتیار کی تصویریں بھی تھیں۔ انھوں نے ایک بس کو ۳۰ مرتبہ چیک کیا جس میں حکمت یار سوار تھے لیکن وہ پولیس والوں کو نظر نہ آئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔

ج۔ داؤد کے زمانے میں ہم ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے۔ ایک بار میں وہاں آیا تو اس گھر کو انٹیلی جنس کے جاسوسوں نے گھیر رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر میں مڑا اور خاموشی کے ساتھ وہاں سے واپس آ گیا۔ کوئی مجھے گرفتار نہ کر سکا۔

سچے خواب:

محمد خالد فاروقی نے مجھے بتایا کہ "اکثر میں کمیونسٹوں کے حملے کو پہلے ہی

خواب میں دیکھ لیتا ہوں"۔

امداد... مجاہدین کو پہنچ گئی :

ایک عرب نوجوان نے مجھے بتایا کہ مجاہدین نے مزار شریف میں کمیونسٹوں کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ جاری تھا کہ کمیونسٹوں کے پاس کھانے پینے کی چیزیں ختم ہو گئیں۔ انھوں نے اپنے جنرل ہیڈکوارٹر سے امداد طلب کی۔ ان کی اس درخواست کے جواب میں طیارے آئے اور انھوں نے اشیائے خورد و نوش اور دواؤں کے تھیلے پیراشوٹ کے ذریعے گرانے شروع کر دیے۔ ایسے موقعوں پر بہت احتیاط سے امداد پہنچائی جاتی ہے لیکن ان امدادی تھیلوں میں سے ۸۸ تھیلے مجاہدین کے مرکز پر آ گرے اور صرف ۱۲ تھیلے کمیونسٹوں کے مرکز تک پہنچے۔

زیروک کا معرکہ :

منطقہ جوران، ارگون کے قائد محمد حسن نے مجھے بتایا کہ سات روز کے محاصرے کے بعد کمیونسٹوں کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ حکومت نے محصور کمیونسٹوں کی مدد کے لیے پیراشوٹ سے غذا کے تھیلے گرانے کی کوشش کی۔ اسی وقت تیز ہوا چلنے لگی اور یہ سارے تھیلے مجاہدین کی طرف گرے۔ شیخ حقانی کہتے ہیں۔ یہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

خوشبو اُن کی :

میرے (عبداللہ عزام کے) پاس ایک رومال تھا جو مجھے پغمان کے کمانڈر عبدالواحد کی جیب سے ملا تھا، عبدالواحد عید الاضحیٰ ۱۴۰۵ھ کے بعد شہید ہوا تھا۔ اس کی پاکیزہ خوشبو اس رومال میں رچ بس گئی تھی کیونکہ اس پر شہید کا خون لگ گیا تھا۔ یہ رومال دو ماہ میرے پاس رہا اور خوشبو دیتا رہا۔

۲۔ ایک کتاب جسے عرب شہید یحییٰ سنیمور کا خون لگ گیا۔ ابوالحسن مدنی کے

پاس تقریباً ۲ ماہ رہی۔ اس سے بہت پاکیزہ خوشبو آتی تھی۔ یہ کتاب اس سے کسی نے لے کر شہید کے اہلِ خانہ کو بھیج دی تاکہ وہ شہید کی خوشبو خود سونگھ سکیں۔

۳۔ محمد حسن نے کہا: جمعہ خان، محمد ظاہر اور یا سر شاہ شہید ہو گئے۔ وہ گولی جو ان میں سے ایک شہید کو لگی تھی، مشک کی سی خوشبو دیتی تھی۔ شیریں گل اسے پشاور لے آیا۔ اس گولی میں سے اب تک مشک کی خوشبو آتی ہے۔

۴۔ ورد ک کے غلام محی الدین نے مجھے بتایا کہ رمضان سنہ ۱۴۰۱ھ میں دس مجاہد شہید ہو گئے۔ یہ گرمی کا موسم تھا۔ ان شہداء کی لاشیں تین ماہ تک کھلی دھوپ میں پڑی رہیں۔ ہم نے تین ماہ بعد بھی ان کی لاشوں میں کوئی تبدیلی نہیں دیکھی بلکہ ان میں سے بعض کی لاشوں سے عطر کی خوشبو آ رہی تھی۔

کمیونسٹوں کی بدبو:

غلام محی الدین ہی نے بتایا کہ میں نے ایک کمیونسٹ کو قتل کر دیا۔ اس کے مرتے ہی اس کے اندر سے بدبو کا بھپکا اُٹھنے لگا۔

قصہ "نوبرجہ" کا:

ورد ک میں ایک قلعہ تھا جس کے نو بُرج تھے۔ اور اسی وجہ سے اس قلعے کو نوبرجہ کہا جاتا تھا۔ اس تاریخی قلعے میں ۲۰ خاندان آباد تھے۔ طیاروں نے اس پر بمباری کی۔ اس بمباری میں چھ مگ طیاروں اور دو ہیلی کاپٹروں نے حصہ لیا۔ اس دوران میں تقریباً ۱۷ بڑے بم پھینکے گئے جبکہ میزائلوں اور مشین گن کے فائروں کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔

اس مسلسل بمباری سے قلعے کا ایک برج اور تمام مکانات تباہ ہو گئے، لیکن خدا کی قدرت پورے گاؤں میں کوئی ایک فرد بھی زخمی نہیں ہوا، سوائے اس کے کہ ایک عورت کو کچھ معمولی خراشیں آئیں۔

ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا:

کابل کے منطقہ موساوی کے الحاج عبدالقدوس (حفظہ اللہ) نے مجھے بتایا کہ کمیونسٹ شہر میں داخل ہوئے اور میرے بارے میں پوچھنے لگے۔ انھوں نے مجھے دیکھا تو مجھے پکڑ لیا اور مجھ سے کارڈ مانگا۔ میں نے کارڈ ان کے حوالے کر دیا۔ باوجود اس کے کہ کارڈ پر میرا نام "عبدالقدوس" لکھا ہوا تھا لیکن وہ یہ نہ جان سکے کہ جس کی تلاش ہے وہ میں ہی ہوں۔ جس نے میرا کارڈ لے کر دیکھا وہ مجھے ذاتی طور پر بھی جانتا تھا۔ مگر جانے کیا ہوا کہ انھوں نے سب کچھ چیک کر کے مجھے جانے دیا۔ اس وقت کمیونسٹوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ میرے وہاں سے جانے کے بعد انھوں نے گاؤں والوں کو اذیت دے دے کر میرے بارے میں پوچھا۔ ایک شخص نے کہا جو ابھی تمھارے پاس کھڑا تھا وہی تو عبدالقدوس تھا، لیکن انھوں نے باور نہ کیا۔

عبدالقدوس کہتا ہے میں وہاں سے ایک باغ میں آ گیا تھا اور سو گیا تھا۔ وہ مجھے ڈھونڈتے ہوئے باغ میں آئے۔ انھوں نے باغ کا چپہ چپہ چھان مارا، لیکن میری طرف نہیں آئے۔

دشمن مجاہدین کو نہ دیکھ سکے:

عبدالقدوس ہی نے بتایا کہ ایک بار ہوائی جہازوں سے گیسی بم برسائے گئے جن کے اثر سے ہم پر نیند طاری ہو گئی۔ اس وقت ہم ۳ افراد اکٹھے تھے۔ میں، میرا بیٹا اور اسد اللہ۔ اسد اللہ اس وقت میرے بالکل سامنے تھا۔ ہم ایک بجے سے شام ۶ بجے تک سوئے رہے۔ اس روز ہم روزے سے بھی تھے۔ ادھر ۲۰۰ ٹینک اور تقریباً دو ہزار فوجی اس طرف بڑھے چلے آ رہے تھے، لیکن ہمارے بالکل قریب پہنچ کر بھی وہ ہمیں ڈھونڈتے رہے۔ ہم ان کے بالکل سامنے تھے

مگر انھوں نے ہمیں نہیں دیکھا اور آخر بے نیل و مرام واپس چلے گئے۔
جب ہم نیند سے بیدار ہوئے تو اپنے اردگرد فوج کی آمد کے نشانات دیکھ
کر ہمیں ساری کہانی معلوم ہوئی۔

سراب یا حقیقت:

باغ جائے چکری (خورد کابل) کے سید کریم نے مجھے بتایا کہ ہم ۱۳ مجاہدین ایک
جگہ جمع تھے کہ ایک بڑا فوجی کانوائے اس طرف آنکلا۔ اس نے ہم پر گیسی بم
پھینکے، جس سے ہمارے ۶ مجاہد شہید ہو گئے۔ ہم وہاں تین روز تک بھوکے پیاسے
اور تھکے ماندے چھپے رہے۔ ہمارے سامنے دور دور تک میدان پھیلا ہوا تھا
جہاں کسی آدم یا آدم زاد کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ تین دن بعد ہم وہاں سے
روانہ ہوئے اور تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ صحرا میں ایک خیمہ نظر آیا جس میں ایک
عورت موجود تھی۔ اس عورت نے ہمیں روٹی اور دودھ دیا۔ روٹی اور دودھ لے
کر آگے چل پڑے۔ تھوڑا آگے جا کر پیچھے مڑ کر دیکھا تو خیمے کا نام و نشان نہ تھا۔

۲۔ محمد کریم نے مجھے بتایا کہ ہم کابل میں ایک فوجی اپریشن کے سلسلے میں ایک
مکان میں داخل ہوئے۔ اس دوران میں ٹینکوں نے اس منطقے کا محاصرہ کر لیا جہاں
ہم موجود تھے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک کمیونسٹ مجھ پر نشانہ باندھ رہا ہے، لیکن
عین اسی وقت دو گاڑیاں ٹکرا گئیں، فوجی اس طرف متوجہ ہو گیا اور ہم بچ گئے۔

کلام اللہ کی کرامت:

موساوی (کابل) کے محمد ظاہر نے مجھے بتایا کہ ہم ایک باغ میں قرآن مجید پڑھ
رہے تھے کہ ۱۲ طیّاروں نے اس باغ پر بمباری شروع کر دی۔ ہم نے سیپارے ایک
درخت پر محفوظ جگہ رکھ دیے۔ بمباری کے نتیجے میں باغ کے تمام درخت جڑوں
سے اکھڑ گئے، لیکن وہ درخت جس پر قرآن کے سیپارے رکھے تھے وہ بالکل محفوظ رہا۔

اس نے اپنی آنتیں پیٹ میں رکھ لیں :

الحاج محمد ہاشم نے مجھے بتایا کہ ۔۔ ۷ ٹینکوں اور مختلف گاڑیوں نے ہم پر حملہ کیا۔ مجاہدین محاصرے میں آ گئے۔ اس وقت ہم صرف ۳ مجاہد زندہ بچے تھے میرے ساتھ حبیب اللہ تھا۔ ایک گولی لگنے سے اس کی آنتیں باہر نکل پڑیں۔ اس حادثے کے بعد ہم دو گھنٹے تک محاصرے میں رہے۔ زخمی کو کسی قسم کی طبی امداد نہ ملی۔ ہم نے دیکھا اس نے اپنی آنتیں ہاتھوں سے اکٹھی کیں اور پیٹ میں رکھ لیں اور پھر پیٹ کو ہاتھوں سے تھام لیا۔ محاصرہ ختم ہوا تو ہم اپنے اس زخمی ساتھی کو لے کر اپنے مرکز پہنچے۔ وہاں اس کا علاج کیا گیا۔ خدا کے فضل سے حبیب اللہ آج بھی جہاد میں مصروف ہے۔

۲ - کابل چھاؤنی میں محمد نسیم نے بتایا کہ کمیونسٹوں کو ہمارے ٹھکانے کا پتہ چل گیا اور انھوں نے میرے بھائی سمیت ۱۲ افراد کو گرفتار کر لیا۔ ان لوگوں سے پوچھ گچھ کی گئی تو انھوں نے اعتراف کر لیا کہ محمد نسیم ہی ان کا کمانڈر ہے۔ مجھے اپنے ساتھیوں کے بارے میں سخت تشویش تھی، چنانچہ نتائج پر غور کیے بغیر دشمن کے کیمپ میں پہنچ گیا اور وہاں یہ معجزہ رونما ہوا کہ ان لوگوں نے مجھے گرفتار کرنے کے بجائے مشورہ دیا کہ حکومت تمھاری تلاش میں ہے، بھاگ جاؤ!

وہ کون تھے :

عبدالظاہر اور محمد ظاہر نے مجھے بتایا کہ طیاروں نے ہم پر شدید بمباری کی دشمن نے جو بم گرائے ان میں سے کچھ پھٹ نہ سکے۔ ہم نے انھیں جمع کیا اور اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے وہ ٹینکوں کے راستے میں رکھ دیے۔ اس طرح ۲ ٹینک اور سات گاڑیاں ان بموں پر آ کر تباہ ہو گئیں۔ پھر ۱۶ نئے ٹینک آ گئے جنھوں نے گولہ باری کر کے ۵ مجاہدین کو شہید کر دیا۔ ہم مجاہدین نے انھیں اٹھایا اور گاؤں لے آئے۔

جب ہم ان کی نمازِ جنازہ پڑھ رہے تھے ہم نے دیکھا کہ ۷ صفیں ہمارے ساتھ نمازِ جنازہ میں شریک ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ لوگ کون تھے؟ اور کہاں سے آئے تھے؟ انھوں نے ہمارے جیسے لباس پہن رکھے تھے۔ نماز اور تدفین کے بعد وہ غائب ہوگئے اور پھر کبھی ہمیں دکھائی نہ دیے۔

عین شادی کے دن:

فیصل کی شادی کی تاریخ مقرر ہوچکی تھی، لیکن وہ آغازِ رمضان (۱۴۰۳ھ) سے دو روز پہلے شہید ہوگیا۔ اس کی میت عین اس وقت اس کے گاؤں پہنچی جب اس کی شادی کا جوڑا آیا رکھا تھا۔

محمد نبی اور خان گل نے ہمیں بتایا کہ اس کے خون کی خوشبو، اس کی شادی کے عطر کی خوشبو سے زیادہ تھی۔ اس کا رومال ابھی تک ہمارے پاس ہے۔ اس میں سے ابھی تک عطر کی سی خوشبو آتی ہے۔ یہ رومال قیزین (جبتنکری) میں ہے۔

ہر مکان سے شعلے:

محمد ظاہر اور عبد الصبور نے مجھے بتایا کہ ہم ۔ ۱۲ مجاہدین کے پاس ۱۲ بندوقیں تھیں۔ دشمن نے ایک ٹینک اور ایک بکتر بند گاڑی ہماری طرف بھیجی۔ ظاہر ہے انھیں روکنا ممکن نہ تھا چنانچہ ہم نے ایک قریبی مسجد میں پناہ لی۔ ہمارا خیال تھا کہ اللہ ہمیں بھی بچائے گا اور اپنے گھر کو بھی بچائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔

میں نے مجاہدین کے ساتھ پرندوں کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ مسجد کے ارد گرد گرنے والے گولوں میں سے کوئی بھی نہیں پھٹا، البتہ ہم میں سے ایک مجاہد شہید ہوگیا جو مسجد سے باہر رہ گیا تھا۔ دو روز بعد ہم اس کے پاس لوٹ کر آئے تو اس پر مٹی پڑ چکی تھی۔ ہم نے دفن کرنے کے لیے اسے اٹھایا تو میرا ہاتھ ایک ہفتے تک معطر رہا۔

میں نے یہ بھی دیکھا کہ ہر مکان سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں جبکہ وہاں کوئی مجاہد موجود نہیں تھا۔

محمد امیر بن عمر و محمد نے جو فوج میں آفیسر تھا مجھے بتایا کہ کابل کے ایک مرکز سے تقریباً ۱۷۰، ۱۸۰ ٹینکوں اور ۱۷۰۰ فوجیوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ یہ معرکہ صبح سات بجے سے شام ۸ بجے تک جاری رہا۔ اس دوران میں مجھے تین گولیاں لگیں لیکن میں محفوظ رہا۔ ایک گولی میری بیلٹی پر لگی جس سے بیلٹی کٹ گئی۔ دو گولیاں میری جیکٹ پر لگیں۔ میں زخمی نہ ہوا۔ میری طرح ہم میں سے کوئی بھی شہید نہیں ہوا بلکہ ہم نے دشمن کے دو ٹینک تباہ کر دیے اور ۱۷۰ ایکیونسٹوں کو ہلاک کر دیا۔

باران رحمت

زرد رنگ کی زہریلی گیسوں کی بارش ساری فضا کو آلودہ کر دیتی ہے اور ایسی فضا میں سانس لینے سے مجاہدین پر ایک قسم کا نشہ سا چڑھ جاتا ہے جو فوراً ہی انھیں نیند کی وادی میں دھکیل دیتا ہے۔

عبدالغفار اور عبدالقدوس نے مجھے بتایا کہ ایک بار ہم ۹۰ مجاہدین سے ۱۰۰۰ ٹینکوں اور ۱۰۰۰۰ فوجیوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ ہم یہ جنگ جیتنے ہی والے تھے کہ طیاروں نے زہریلی گیسوں کا چھڑکاؤ شروع کر دیا، لیکن ہم نے دیکھا کہ اس کے فوراً بعد ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں۔ تھوڑی ہی دیر میں باران رحمت کا نزول ہوا اور عجیب بات یہ کہ بادل صرف ہماری پوزیشنوں پر برسنے لگا۔ رحمت کا یہ بادل گیس کی زرد بارش کو اس کے زہریلے اثرات کے ساتھ اڑا لے گیا۔

اس جنگ کے نتائج حسب ذیل رہے:

۲۷ مجاہدین شہید ہو گئے اور ان کے مقابلے میں ۲۶۰۰ روسی فوجی میدان

میں کھیت رہے۔

ناکافی علاج کے باوجود شفاء

ڈاکٹر عبدالحمید کا بیان ہے کہ ایک مجاہد پہلوان کو ایک روسی طیارے پر آر پی جی چلاتے ہوئے زخم آ گئے۔ اس کے جسم کا تقریباً ۸۰ فی صد حصہ جل گیا ایسے حادثات میں ۹۹ فی صد افراد مر جاتے ہیں، مگر میں نے مناسب سامان اور دواؤں کے بغیر اس کا علاج کیا اور ایک ماہ میں وہ بھلا چنگا ہو کر جہاد کر رہا تھا۔

۲۔ یہی ڈاکٹر کہتا ہے کہ شفیع اللہ ایک گولی لگنے سے زخمی ہو گیا۔ گولی اس کے سینے میں داخل ہو کر پیٹھ سے نکل گئی تھی اور زخم کی لمبائی چوڑائی ۱۲×۱۵ سنٹی میٹر تھی۔ گولی معدے، جگر، آنتوں اور گردوں کا گوشت نوچ کر کمر تک لے گئی تھی۔ میں نے اس کا علاج کیا۔ الحمد للہ وہ ٹھیک ہو گیا۔ اب وہ جہاد کر رہا ہے۔ بعد میں اس کا ایکسرے لیا گیا تو پتہ چلا گویا کہ معدے، آنتوں اور جگر کو کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔

کامیابی

عبدالصبور کہتا ہے میں نے ۲۹ کمیونسٹ اپنے ہاتھ سے ہلاک کیے ہیں اور جن کو میں نے اپنے گروپ کے ساتھ مل کر مارا ہے ان کی تعداد ۴۰۰ سے ۵۰۰ تک ہے۔ اس کے علاوہ میں ۵۰، ۵۵ گاڑیاں اور ٹینک تباہ کر چکا ہوں۔

شہادت کی تمنا:

کمانڈر عبدالرحمان نے مجھے بتایا کہ شیر علی خان نامی ایک پاکستانی نوجوان ہمارے ساتھ جہاد کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا" اے اللہ! ہم شہادت کی تمنا لے کر آئے ہیں۔ ہمیں زندہ پاکستان نہ لوٹانا۔

جس روز وہ شہید ہوا اس نے اپنے نئے کپڑے مجاہدین میں تقسیم کر دیے تھے

اور کہا تھا۔" آج انشاء اللہ میں شہید ہو جاؤں گا۔ پھر وہ معرکے کے میدان میں اترا اور دشمن کو بھوننا شروع کر دیا۔ جلد ہی اس کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ اس نے کمیونسٹوں کو پکار کر کہا:

وہ لینن کا بچہ کہاں ہے۔ لاؤ میں اسے یہاں گولی مارنا چاہتا ہوں (یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا) اچانک ایک گولی آئی اور اسی مقام پر لگی جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ شہید ہونے سے پہلے اس نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور اپنے رب کے حضور پہنچ گیا۔

قرآن، محمد فتح کا محافظ بن گیا:

صدیق کے بھائی غوث اللہ نے ہمیں بتایا کہ ایک گولی محمد فتح کے سینے پر لگی، وہ فوراً بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں زخمی ہو گیا ہوں۔ اس کے ماتھے پر ننھا ننھا پسینہ نمودار ہونے لگا۔ اتنے میں ایک مجاہد آیا۔ اس نے اسے سنبھالا اور دیکھا گولی کہاں لگی ہے۔ گولی قرآن کی جلد میں لگی تھی اور وہیں اٹک کر رہ گئی تھی۔ محمد فتح کو معمولی زخم بھی نہ آیا تھا۔

شہادت پر مبارکباد کا اثر:

لوگر کے شہر برکی برک کے کمانڈر مصطفیٰ بدر نے ہمیں بتایا کہ ربانی نامی مجاہد ایک معرکے میں شہید ہو گیا۔ شہادت کے بعد ہم نے دیکھا اس نے اپنی کلاشنکوف سینے سے چمٹا رکھی تھی اور اسے خوب مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ جب مجاہدین اس کے پاس آئے اور اس سے کلاشنکوف لینے کی کوشش کی تو ناکام رہے کلاشنکوف اس کے ہاتھوں سے نہ چھڑا سکے۔ پھر میں آیا میں نے اسے شہادت پر مبارک باد دی اور اس سے کلاشنکوف لے لی۔

زمین نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا:

لوگر کے ایک عالم میر محمد گل لوبلی نے مجھے بتایا کہ قاسم بن فضل الحق نامی ایک کمیونسٹ نے بادخاب گاؤں کی بی بی جان سے شادی رچائی، لیکن جب وہ اپنی بیوی کو لینے آیا تو "بی بی جان" نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ غیظ و غضب کے عالم میں لوٹا اور رستے میں ایک گاڑی سے ٹکرا کر مر گیا۔ کچھ لوگ اسے اٹھا کر گاؤں لے آئے تاکہ اس کی تکفین و تدفین کر سکیں۔ اس کے لیے ایک قبر کھودی گئی مگر اس میں سے ایک سانپ نکل آیا۔ اسے بدشگونی خیال کر کے اور قبر کھودنے کا ارادہ کیا گیا تو لوگوں نے کہا تم خواہ مخواہ اپنے آپ کو نہ تھکاؤ۔ اس کے لیے جتنی قبریں کھودی جائیں گی ہر قبر میں سے سانپ نکلے گا، چنانچہ اس کو اسی قبر میں دفن کر دیا گیا، لیکن ذرا دیر بعد ہی قبر نے اسے اُگل دیا۔ ہم نے اسے دوبارہ دفن کر دیا۔ مگر زمین نے اسے پھر اُگل دیا۔

گلیدین حکمت یار کے باڈی گارڈ میر محمد گل نے قسم کھائی کہ میں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

تم مجھ سے بندوق کبھی نہ لے سکو گے!

میر محمد گل نے ہی بتایا کہ میر آغا مجاہد نے شہادت کے بعد اپنی بندوق مضبوطی سے تھام رکھی تھی۔ روسی اس کی میت کے پاس پہنچے اور اس سے بندوق حاصل کرنے کی کوشش کی، لیکن ناکام رہے۔ کافی کوشش کے بعد ناکام ہو کر روسی غضبناک ہو گئے اور انھوں نے تین میگزین شہید کے سینے پر خالی کر دیے، لیکن اب بھی اس نے بندوق کو نہیں چھوڑا۔

روسیوں کے جانے کے بعد برکی برک کا کمانڈر مصطفیٰ بدر شہید کے پاس پہنچا۔ اس نے اسے شہادت کی مبارک باد دی اور شہید نے نہایت نرمی سے بندوق

ہاتھوں سے چھوڑ دی۔

معرکۂ دوآبہ :

اسلامی یونیورسٹی مدینہ منورہ کے فارغ التحصیل عبداللہ خاموش نے مجھے بتایا (عبداللہ خاموش ہرات کے ناظم ارتباطات نجیب اللہ کا بھائی تھا) اور اس کے بھائی اور حزب اسلامی ہرات کے قوماندان عمومی خلیفہ سبحان اللہ نے قسم کھا کر اس کی تصدیق کی کہ ۱۰ر جنوری ۱۹۸۶ء کو روس نے ۶۵ ٹینکوں اور ۱۰۰۰ بکتر بند گاڑیوں کے ساتھ مجاہدین پر حملہ کر دیا۔ اس وقت اس منطقے میں مجاہدین کی تعداد کل ۴۰۰ تھی۔ کئی ہزار روسیوں سے ان کا یہ معرکہ برپا ہوا جو متواتر سات دن جاری رہا۔ روسی ہر لحاظ سے بالادست تھے۔ مادی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو انہی کو فتحمند ہونا چاہیے تھا، لیکن سات دن بعد وہ میدان چھوڑ گئے۔ مجاہدین فاتح تھے۔

اس معرکے میں ۴۳۴ کافر ہلاک اور زخمی ہوئے اور ان کے ۲۵ ٹینک مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ علاوہ ازیں ۴۶ کلاشن کوفوں پر مجاہدین کا قبضہ ہو گیا۔ ۱۱۳ کافروں نے اپنے آپ کو مجاہدین کے حوالے کر دیا جبکہ مجاہدین کی طرف سے صرف ۵ شہید ہوئے اور ۲۰ کو معمولی زخم آئے۔

۲۔ ہرات میں حزب اسلامی کے قائد عمومی خلیفہ سبحان نے مجھے بتایا کہ ہم ایک معرکہ لڑ رہے تھے کہ میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں میدان جنگ کے قریب ہی ایک کھنڈر میں جا چھپا۔ روسیوں کو میری وہاں موجودگی کی اطلاع مل گئی۔ انھیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ میری ٹانگ ٹوٹ چکی ہے اور میں بھاگنے کے قابل نہیں رہا، چنانچہ انھوں نے مجھے اور میرے پانچ ساتھیوں کو (جو میرے بعد جان بچانے کے لیے اسی کھنڈر میں آ چھپے تھے) زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کے لیے ۴۰ ٹینک اور ۱۰۰۰ فوجی بھیج دیے۔

ہم نے بھی ان کے مقابلے میں پوزیشن سنبھال لی۔ اور تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہم وہاں سے بفضل اللہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

میں نے خلیفہ سے پوچھا، تم کیسے بچ گئے تمہاری تو ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی؟

اس نے بتایا میں لاٹھی ٹیکتا ہوا مجاہد ساتھیوں کے ہمراہ نکل آیا۔

ہم خود حیران ہوئے:

خلیفہ سبحان نے ہی مجھے بتایا کہ ہم ۴ مجاہدین ہرات شہر میں داخل ہوئے وہاں ہم نے انٹیلی جنس والوں کی ۳ گاڑیاں اڑا دیں۔ پھر ہم بھاگ کر دو باغوں کے درمیان ایک گلی میں گھس گئے۔ ٹینکوں نے ہمارا محاصرہ کر لیا، لیکن اس کے باوجود ہم وہاں سے بچ نکلے۔ ہم آج بھی حیران ہیں کہ ہم کس طرح وہاں سے بچ نکلے۔

میں کمیونسٹوں کے نرغے سے بچ نکلا:

خلیفہ سبحان نے بتایا کہ میں ایک بڑے کمیونسٹ کو قتل کرنے کے لیے ہرات میں داخل ہوا۔ وہاں تقریباً ۳۰۰ کمیونسٹوں نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اس وقت میں موٹر سائیکل پر سوار تھا۔ اپنے گرد گھیرا محسوس کرتے ہی میں نے موٹر سائیکل کا رُخ موڑا اور گھیرا توڑتے ہوئے کمیونسٹوں کے درمیان سے بچ نکلا۔ کمیونسٹ مجھ پر بے تحاشہ فائرنگ کرتے رہے مگر میرے اللہ نے مجھے بچا لیا۔

شہید کا نعرۂ مستانہ:

حاجی ارسلان کے معاون کمانڈر عبد الحمید نے مجھے بتایا کہ جنوری ۱۹۸۶ء میں مجاہدین کی ایک گاڑی شاہی کوٹ ضلع زرست پکتیا سے قصبہ چہار برادر کی طرف آ رہی تھی۔ یہ قصبہ پاکستانی سرحد کے قریب ہی واقع ہے۔ اچانک فضا میں ۱۲ ہیلی کاپٹر نمودار ہوئے اور گاڑی کے گرد گھیرا ڈالتے ہوئے مختلف جگہوں پر اتر گئے اور وہاں سے گاڑی پر فائرنگ شروع کر دی جس سے ۱۱ مجاہدین شہید ہو گئے۔ غلام محمد

ہم نے بھی ان کے مقابلے میں پوزیشن سنبھال لی۔ اور تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد ہم وہاں سے بفضل اللہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

میں نے خلیفہ سے پوچھا، تم کیسے بچ گئے تمہاری تو ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی؟

اس نے بتایا میں لاٹھی ٹیکتا ہوا مجاہد ساتھیوں کے ہمراہ نکل آیا۔

ہم خود حیران ہوئے:

خلیفہ سبحان نے ہی مجھے بتایا کہ ہم ۱۴ مجاہدین ہرات شہر میں داخل ہوئے وہاں ہم نے انٹیلی جنس والوں کی ۳ گاڑیاں اڑا دیں۔ پھر ہم بھاگ کر دو باغوں کے درمیان ایک گلی میں گھس گئے۔ ٹینکوں نے ہمارا محاصرہ کر لیا، لیکن اس کے باوجود ہم وہاں سے بچ نکلے۔ ہم آج بھی حیران ہیں کہ ہم کس طرح وہاں سے بچ نکلے۔

میں کمیونسٹوں کے نرغے سے بچ نکلا:

خلیفہ سبحان نے بتایا کہ میں ایک بڑے کمیونسٹ کو قتل کرنے کے لیے ہرات میں داخل ہوا۔ وہاں تقریباً ۳۰۰ کمیونسٹوں نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اس وقت میں موٹر سائیکل پر سوار تھا۔ اپنے گرد گھیرا محسوس کرتے ہی میں نے موٹر سائیکل کا رُخ موڑا اور گھیرا توڑتے ہوئے کمیونسٹوں کے درمیان سے بچ نکلا۔ کمیونسٹ مجھ پر بے تحاشہ فائرنگ کرتے رہے مگر میرے اللہ نے مجھے بچا لیا۔

شہید کا نعرۂ مستانہ:

حاجی ارسلان کے معاون کمانڈر عبدالحمید نے مجھے بتایا کہ جنوری ۱۹۸۶ء میں مجاہدین کی ایک گاڑی شاہی کوٹ ضلع ذرمت پکتیا سے قصبہ چہار برادر کی طرف آ رہی تھی۔ یہ قصبہ پاکستانی سرحد کے قریب ہی واقع ہے۔ اچانک فضا میں ۱۲ ہیلی کاپٹر نمودار ہوئے اور گاڑی کے گرد گھیرا ڈالتے ہوئے مختلف جگہوں پر اتر گئے اور وہاں سے گاڑی پر فائرنگ شروع کر دی جس سے ۱۱ مجاہدین شہید ہو گئے۔ غلام محمد

بھی ان شہیدوں میں شامل تھا۔ وہ رات ۸ بجے شہید ہوا۔ اگلی صبح ۸ بجے مولوی نصرالدین میدان میں آئے اور جیسے ہی شہید غلام محمد کے پاس پہنچے اس نے ہاتھ بلند کر کے نعرہ لگایا۔ اس کا ہاتھ اس وقت تک فضا میں بلند رہا جب تک کہ مولوی نصرالدین نے فاتحہ ختم نہ کر لی۔ پھر اس سے کہا شہید! ہاتھ نیچے کر لو اور شہید نے ہاتھ نیچے کر لیا۔

اور ٹینک جل اٹھا:

مولوی ارسلان کے چچا زادوں مولوی عبدالحمید، مولوی شام محمد، مولوی سید عبدالحق اور ولایت پکتیا کے بہت سے لوگوں نے مجھے بتایا کہ گل محمد نے ان سے کہا:

ہم ۱۲ مجاہد ایک بار سرنگیں بچھانے کے لیے گئے۔ ہم نے اپنی کارروائی مکمل کی اور رات کے اندھیرے میں واپس چل پڑے، لیکن ایسا ہوا کہ میں ساتھیوں سے پیچھے رہ گیا اور راہ گم کر بیٹھا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ کمیونسٹوں کی چھاؤنی کے عین درمیان جا پہنچا ہوں۔ اس وقت کلاشن کوف میرے کندھے سے لٹک رہی تھی۔

انھوں نے مجھے دیکھا تو گرفتار کر لیا اور پوچھ گچھ شروع کر دی۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو، کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا: میں طالب علم ہوں، جہاد کرتا ہوں اور تمھیں قتل کرنا چاہتا ہوں!

کمیونسٹوں نے مجھے روسی کمانڈر کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے پوچھا: تم کیا چاہتے ہو؟

میں نے اپنا جواب دہرایا: میں روسیوں کو قتل کرنا اور انھیں افغانستان سے

باہر نکالنا چاہتا ہوں!

کمانڈر نے کہا: میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری گولی سے ہمارے ٹینک کیونکر جل اٹھتے ہیں؟

میں نے کہا: ہم کلمہ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ" پڑھ کر اگر پتھر بھی اس پر پھینک دیں تو تمہارا ٹینک جل جائے گا۔

روسی کمانڈر نے کہا: یہ ٹینک ہے۔ اس کو اپنے دعوے کے مطابق جلا کر دکھاؤ!

میں نے ان سے وضو کے لیے پانی مانگا۔ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور سجدے کے عالم میں اپنے رب سے دعا مانگی۔ اے اللہ! کافروں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔ اپنے دین کو غالب کر دے۔ اپنے دشمنوں کے سامنے اپنے دوست کی مدد فرما تاکہ یہ لوگ عبرت حاصل کریں اور ذلیل ہو کر رہ جائیں۔

محمد گل کہتا ہے۔ میری دعا لمبی ہو گئی۔ پھر میں نے مٹھی بھر کنکر اور مٹی اٹھا کر اسے ٹینک پر پھینک دیا اور ٹینک کو فوراً ہی آگ لگ گئی۔

یہ دیکھ کر روسی کمانڈر نے مجھے فوجی سیلیوٹ کیا۔ میری کلاشن کوف میرے حوالے کی اور کہا۔ لو امن اور سلامتی کے ساتھ اپنے کیمپ میں چلے جاؤ۔

آخری راکٹ نے کام دکھا دیا:

ارگون ولایت پکتیا کے مولوی شاہ محمد نے مجھے بتایا کہ ہم آٹھ مجاہدین پر ۳ ٹینکوں اور ایک بکتر بند گاڑی نے حملہ کر دیا۔ ہم نے ان پر بہت فائر کیے مگر کسی گاڑی کا کچھ نہ بگڑا۔ ادھر ہماری گولیاں ختم ہو گئیں۔ صرف ایک راکٹ بچ گیا۔ اس بے چارگی کے عالم میں ہم نے اپنے رب سے دعا کی: اے اللہ! اے اللہ! کافروں کو ہم پر غلبہ پانے کا موقع نہ دے۔ اے اللہ! ہمیں بچا لے!

دعا سے فارغ ہو کر میں نے راکٹ فائر کر دیا جو ایک ٹینک کو لگا جس سے ٹینک کے پرخچے اڑ گئے۔ یہ دیکھ کر دشمن نے ہتھیار ڈال دیے۔ اور اس طرح بالکل آسانی سے ہمیں ۲ ٹینک اور ایک گاڑی غنیمت میں حاصل ہو گئی۔ دو روز بعد ہم نے دشمن کے ٹینکوں اور گاڑی سے قلعہ نیک محمد فتح کر لیا۔

مجاہدین کا کیمپ، بستی کی پناہ گاہ:

شلگر کے کمانڈر عبدالجبار نے مجھے بتایا کہ کسف کا قلعہ کمیونسٹ ملیشیا کے پاس تھا۔ ۷ سال پہلے مجاہدین نے اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد سے آج تک روسی طیارے اس پر بمباری کرتے ہیں لیکن اسے کچھ نہیں ہوتا۔ آج تک نہ تو اس قلعے کو کوئی نقصان پہنچا ہے اور نہ ہی یہاں کوئی زخمی ہوا ہے۔ حالانکہ قلعے کے علاوہ پورا منطقہ مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ جب بھی گاؤں پر بمباری ہوتی ہے کمزور، بوڑھے اور بچے مجاہدین کے اس محفوظ ٹھکانے میں پناہ لینے آ جاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ قلعے کو طیارے اور ٹینکوں کے گولے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

عبدالجبار کہتا ہے: میرا گھر قلعے کی بغل میں ہے اور الحمد للہ میرے اہل خانہ رب العالمین کی بہترین پناہ میں ہیں۔

میں صاف بچ نکلا:

عبدالجبار نے ہمیں بتایا کہ ایک بار ٹینکوں نے ایک گاؤں کو محاصرے میں لے لیا۔ اس وقت میں بھی اس گاؤں شیست کہنہ میں موجود تھا۔ ہم نے چاہا کہ کسی طرح حصار توڑ کر نکل جائیں، لیکن حصار کسی مضبوط فصیل کی طرح ہمارا راستہ روکے ہوئے تھا۔ کوئی چارہ نہ پا کر میں ایک کمرے میں جا بیٹھا اور اپنے رب سے دعا کی:

اے رب! میں اس کمرے میں بیٹھا ہوں اور تو بہترین حفاظت کرنے والا

اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

کمیونسٹوں نے گاؤں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ انھوں نے ایک ایک گھر اچھی طرح دیکھا کوئی جگہ نہیں چھوڑی، لیکن میں جس کمرے میں چھپا ہوا تھا اسے وہ چیک کرنا بھول گئے۔

کتا مجاہدین کا وفادار تھا:

عبدالجبار ہی نے بتایا کہ گاؤں مری میں ایک بڑا کمیونسٹ رہتا تھا۔ اس کے پاس ایک انتہائی بھیانک اور خونخوار کتا تھا جو گھر کی چوکیداری کرتا تھا۔ گھر میں داخل ہونے والے ہر شخص پر لپک کر حملہ آور ہوتا تھا۔

ایک دن میں اور فیضان اللہ اس کمیونسٹ کو قتل کرنے کے ارادے سے اس کے گھر میں داخل ہوئے، کتے نے ہمیں دیکھا لیکن ہم پر بالکل نہیں بھونکا۔ فیضان نے کمیونسٹ کو قتل کیا اور پھر اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر فرار کی راہ پکڑی۔ اب کتا موٹر سائیکل کے پیچھے ہو لیا۔ فیضان نے ہوائی فائر کر کے اسے بھگانا چاہا وہ کسی طرح واپس نہ گیا، اور کیمپ تک اس کا پیچھا کرتا رہا۔ اب وہ فیضان کے ساتھ ہی رہتا ہے۔

دھند نے مجاہدین کی مدد کی:

عبدالجبار نے بتایا کہ روسی ٹینکوں نے سنگی نکا میں ہم پر حملہ کیا اور ہمارا محاصرہ کر لیا۔ ہمارے اور ان کے درمیان باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی اور ہمارے چھ مجاہد ساتھی شہید ہو گئے۔ ہم نے چاہا کہ ان کی لاشیں اٹھا لائیں لیکن زمین پر ٹینک اور فضا میں طیارے موجود تھے۔ لاشیں لانا ممکن نظر نہیں آ رہا تھا لیکن اس کے باوجود ہم نے عزم مصمم کر رکھا تھا کہ اپنے شہیدوں کو وہاں سے ضرور لائیں گے۔ تھوڑی دیر میں ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ہر طرف دھند ہی دھند پھیل گئی ہے جس نے ہمیں مکمل طور پر ڈھانپ لیا ہے۔ یقیناً یہ اللہ کی مدد تھی جو ہمارے لیے آئی تھی، چنانچہ

ہم نے بہت اطمینان سے اپنے شہداء کی لاشوں کو اٹھایا اور کیمپ میں لے آئے۔

اگر تم شہید ہو تو مسکرا کر دکھاؤ:

کنہر میں اسامہ بن زید چھاؤنی پر ایک حملے کے دوران میں شیر محمد ۲۹ مارچ ۱۹۸۶ء بروز ہفتہ شہید ہو گیا۔ شیر محمد جعفر کا بھائی تھا اور جہاد کے میدانوں میں بڑی جوانمردی کا مظاہرہ کرتا رہا تھا۔ جعفر کے بارے میں بھی لوگ یہی گواہی دیتے ہیں کہ وہ جرأت، بہادری اور مستقل مزاجی کا مظاہرہ کرنے والے اوّلین مجاہدین میں سے ہے۔ روسی حملہ آوروں کے خلاف کارروائی کی گئی، اس میں جعفر، شیر محمد، اسداللہ، گل رحمٰن، یوسف اور عبدالباقی شامل تھے۔ اس کارروائی میں شیر محمد اور مولوی گل رحمٰن شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد جعفر اپنے شہید بھائی شیر محمد کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر تم شہید ہو تو مسکرا کے دکھاؤ!"

شیر محمد فوراً مسکرا دیا۔ یہاں تک کہ اس کے دانت دکھائی دینے لگے جعفر نے جلدی سے اپنی ماں کو بلایا کہ وہ آکر اپنے بیٹے کی مسکراہٹ دیکھ لے، لیکن اس کی یہ مسکراہٹ لال محمد (جعفر کے بھائی) نے تو دیکھ لی مگر اس کی ماں نہ دیکھ سکی۔ کیونکہ جب تک وہ وہاں پہنچی شیر محمد سنجیدہ ہو چکا تھا۔

بم پیٹ پر آ لگا:

میں نے جعفر کے پیٹ پر بم کے زخم کے نشانات دیکھے، لیکن یہ صرف نشانات ہی تھے، کوئی مہلک زخم نہ لگا تھا اور یقیناً یہ ایک نرالی بات تھی۔ بم تو انسان کے پرخچے اڑا دیتا ہے۔

اس نے بتایا کہ ایک بم پیٹ پر لگا اور پھٹ گیا مگر پیٹ کو اس سے زیادہ زخم نہیں آیا۔

میں تمھارے پہلو میں دفن ہوں گا:

لوگوں نے گل رحمٰن شہید کا جنازہ گہرے ملال اور مہیب خاموشی کے ساتھ اٹھایا۔ اس موقعے پر محمد ہاشم نے کہا "میں تمھارے پہلو میں دفن ہوں گا۔ گل رحمٰن!" اور اس کے چند گھنٹے بعد طیاروں نے بستی پر حملہ کر دیا اور وہاں نیپام بم گرائے۔ جس سے محمد ہاشم شہید ہو گیا۔ اسے گل رحمٰن کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ گل رحمٰن مجاہدین کا ایک مشہور اور بڑا بہادر کمانڈر تھا۔

دھماکے نے اسے درخت پر ٹانگ دیا:

پغمان کے کمانڈر عبدالباقی نے ایک روز ہمیں بتایا (یہ بدھ ۲۴ اپریل ۱۹۸۶ء کا واقعہ ہے) سرکاری لشکر نے مجاہدین پر حملہ کیا جس میں طیارے بھی شریک ہوئے، معرکے کے دوران میں اچانک ایک بم محمد امان اللہ کے بالکل قریب گرا اور پھٹ گیا۔ بم کے اس قدر قریب پھٹنے سے محمد امان کا جو حشر ہوتا ظاہر ہے، لیکن یہ عجیب بات ہوئی کہ بم کے دھماکے سے وہ اپنی کلاشن کوف سمیت ایک درخت پر پہنچ گیا۔

تھوڑی دیر بعد کمیونسٹ منطقے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ محمد امان درخت پر بے ہوش ٹنگا رہا۔ کمیونسٹوں کے جانے کے بعد چند عورتیں وہاں پہنچیں انھوں نے اسے درخت سے اتارا اور وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا اور عورتوں سے پوچھنے لگا۔ مجاہدین کہاں ہیں؟

عورتوں نے اس کی رہنمائی کی اور یوں وہ روسیوں کے حصار میں سے ہوتا ہوا مجاہدین تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

صحرا میں پلنگ:

عباس نے ہمیں بتایا کہ ہم چند مجاہدین ایک جگہ جمع تھے کہ اچانک روسی ٹینکوں اور طیاروں نے ہر طرف سے ہم پر حملہ کر دیا۔ کچھ مجاہدین تو فوراً پیچھے ہٹ کر اس گھیرے

سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے، لیکن ہم چھ مجاہد ایک اونچے سے ٹیلے پر بیٹھے اپنی موت کا، یا وہاں سے نکلنے کے موقعے کا انتظار کرنے لگے۔ اور تین دن تک بھوکے پیاسے وہاں چھپے رہے۔ چوتھے روز اللہ نے ہم پر بارش کا نزول فرمایا۔ اس بارش میں ہمارے سارے غم اور تفکرات دھل گئے۔ ہمیں اس بارش میں بھیگ کر بے انتہا سکون اور طمانیت کا احساس ہوا اور ہم واپس لوٹنے کے قابل بھی ہو گئے۔

عباس کہتا ہے یہ بادل جو اچانک ہم پر برسا نہ جانے کس طرف سے آیا۔ تھوڑی دیر پہلے بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ بادل اچانک نمودار ہوا تو ہم سمجھے کہ طیاروں نے ہم پر زہریلی گیس کے بم گرائے ہیں۔

واپس لوٹتے ہوئے ہمیں ایک زخمی ملا۔ ہم نے اسے اٹھالیا۔ لیکن جلد ہی تھک گئے۔ حتیٰ کہ ہم میں سے ایک مجاہد تو بے ہوش بھی ہو گیا۔ یہ دیکھا تو زخمی نے جس کا نام انور تھا اللہ سے دعا کی اے اللہ کوئی ایسی چیز بھیج جس پر ہم سوار ہو کر منزل پر پہنچ جائیں۔

دعا کے بعد ہم صحرا میں تقریباً ۱۰۰ میٹر چلے ہوں گے کہ ہمیں ایک پلنگ مل گیا جو بالکل نیا تھا۔ ہم نے زخمی کو اس پر ڈالا اور ایک محفوظ مقام تک پہنچا دیا۔ ہماری خواہش تھی کہ اونٹ یا کوئی اور ایسی سواری مل جائے جس پر زخمی کو پاکستان پہنچا دیں۔ یہ خواہش تو پوری نہ ہوئی لیکن ذرا دیر بعد مجاہدین کا ایک اور گروہ آگیا اور وہ لوگ ملا انور کو ابادینی (پاکستان کی سرحد) لے گئے۔

اینٹی ٹینک گن کے بغیر ٹینک تباہ کر دیا:

سید احمد شاہ نے ہمیں بتایا کہ ۱۹۸۷ء میں ہم تحصیل ہیدران کے ایک علاقے بروا سیری میں تھے جو شاہراہِ سپتی کندھار پر واقع ہے۔ ایک دن مختلف گاڑیوں پر سوار تقریباً ۱۲۰۰ فوجیوں کا قافلہ اُدھر آنکلا۔ اس کی قوت کا اندازہ کر کے مجاہدین

پیچھے ہٹ گئے ۔ مجھ سمیت صرف ۱۵ افراد اس جگہ رہ گئے اور ہم نے یہ طے کیا کہ گرفتار ہونے یا شکست کھا کر بھاگنے سے یہ بہتر ہے کہ ہم لڑتے ہوئے میدانِ جنگ میں شہید ہو جائیں، چنانچہ جان ہتھیلیوں پر رکھ کر ہم نے پوری بے جگری سے حملہ کیا اور آن کی آن میں دشمن کے ۵۴ ٹینک، گاڑیاں اور آرمڈ کیریئر تباہ کر دیے۔ اس وقت ہمارے پاس کوئی اینٹی ٹینک توپ نہیں تھی۔ دشمن کا ایک ٹینک اس لیے جل اٹھا تھا کہ اس کے قریب کھڑی ایک گاڑی کو ہم نے نشانہ بنایا تھا۔ یہ گاڑی خراب ہو گئی تھی ہم نے اس پر چند برسٹ مارے تو وہ دھماکے کے ساتھ خود بھی اڑ گئی اور ٹینک کو بھی لے ڈوبی۔

یہ فوجی قافلہ خوست کی طرف جا رہا تھا اور ۶ ہزار بندوقیں لے جا رہا تھا۔ کمیونسٹ فوجی افسر یہ جو اس قافلہ کی قیادت کر رہا تھا، گرفتار کر کے اسلامی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا جس نے اسے پھانسی کی سزا سنائی۔

وہ سفید کپڑوں والے:

پغمان کے وحید اللہ نے بتایا۔ کافر فوج نے منطقہ پغمان پر حملہ کیا۔ سخت معرکے کے بعد مجاہدین پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے، کیونکہ ان کی ایک بڑی تعداد زخمی یا شہید ہو چکی تھی، لیکن مجاہدین کے میدان سے ہٹ آنے کے بعد بھی جنگ پورا دن جاری رہی۔ اسی دوران میں کمیونسٹوں نے گاؤں والوں سے کہا۔ وہاں مجاہدین ہیں جو سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں، سروں پر کفن باندھے ہوئے ہیں اور رات بھر ہم سے جنگ کرتے رہے ہیں۔

سنگینوں کے ۷۶ وار اور زندہ شہید:

پغمان کے سیف اللہ نے بتایا کہ مجاہدین اور کمیونسٹوں کے درمیان ایک معرکے میں ایک مجاہد اکیلا رہ گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ اکیلا دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا،

چنانچہ وہ تھوڑا سا پیچھے آکر شہداء کے درمیان لیٹ گیا۔ اور شہداء کے خون سے اپنے آپ کو لت پت کر لیا۔

تھوڑی دیر بعد کفار وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے شہداء کو دیکھا اور سنگین مار مار کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرنے لگے۔ انھوں نے اس زندہ شہید کو بھی سنگینوں کا نشانہ بنایا اور اس پر ۷۶ وار کیے، لیکن ۷۶ زخم کھانے کے باوجود سیف اللہ زندہ رہا۔

لوگ شہداء کی لاشیں اٹھانے کے لیے آئے تو انھوں نے اس کے کراہنے کی آواز سنی اور اسے اٹھا کر لے گئے اور اس کا علاج کیا۔ اب یہ مجاہد بالکل صحت مند ہے اور جہاد کر رہا ہے۔

المومن یموت بعرق الجبین:

محمد صاحب نے، جو شریعہ فیکلٹی کابل کا فارغ التحصیل ہے مجھے بتایا کہ میں نے شہید عید محمد کی پیشانی سے پسینہ بہتے دیکھا، حالانکہ اس کی شہادت کو ۳ دن گزر چکے تھے۔ عید محمد گردیز کے علاقے زرمت کا طالب علم تھا۔ جب بھی ہم اس کی پیشانی سے پسینہ پونچھتے، مشک کی خوشبو چاروں طرف پھیل جاتی اور پسینہ دوبارہ بہنے لگتا۔

قبر سے نور:

سارنوال محمد صاحب نے مجھے بتایا کہ اس نے زرمت میں ایک شہید کی قبر سے نور پھوٹتے دیکھا۔

بادل طیاروں کے سامنے حائل ہوگیا:

پغمان کے قاضی غلام ربانی نے بتایا۔ ہم کچھ مجاہدین ایک جگہ جمع تھے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ اچانک ہم پر روسی طیاروں نے حملہ کر دیا اور بے تحاشا بم برسانے لگے۔ ہم نے خیال کیا کہ بس اب زندگی کے آخری لمحات ہیں لیکن اچانک کہیں سے

بادل نمودار ہوا اور ہمارے سروں پر چھا گیا۔ یہ بادل ہمارے اور طیاروں کے درمیان حائل ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد بارش بھی ہونے لگی۔ حالانکہ اس وقت بادل کے اس ایک ٹکڑے کے سوا آسمان پر کہیں بادل نہ تھا۔

اس بادل کے سائے تلے چلتے ہوئے ہم بحفاظت ایک پُرامن اور محفوظ مقام پر پہنچ گئے۔

ذخیرہ وہاں ہے:

مطیع اللہ اور عتیق اللہ نے مجھے بتایا کہ ہمارے درمیان ایک نیک، صالح پاکباز اور پارسا مجاہد تھا۔ اس کا نام قاضی غلام محمد تھا۔ اس کی نگرانی میں ایک خفیہ سٹور تھا۔

ایک معرکہ میں غلام محمد شہید ہو گیا اور اس کی شہادت کے ساتھ ہی سٹور بھی ہم سے کھو گیا کیونکہ اس کے مقام کا علم ہم میں سے کسی کو نہ تھا۔ ہم نے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ مایوس ہو کر دو رکعتیں پڑھیں اور اپنے رب سے دعا کی: اے اللہ! اگر فلاں شخص واقعی شہید ہے تو ہمیں خواب میں دکھا تاکہ وہ ہمیں سٹور کا پتہ بتا سکے۔

عتیق اللہ نے کہا۔ میں نے اسی رات غلام محمد کو خواب میں دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا سٹور فلاں مقام پر پتھر کے نیچے ہے۔ ہم وہاں گئے اور ہم نے اسے پا لیا۔

مطیع اللہ کہتا ہے۔ میں نے شہید کا ایک چھوٹا سا بال توڑ کر قرآن میں رکھ دیا، یہ قرآن ہر وقت میری جیب میں رہتا تھا۔ یہ بال جو نصف انگلی کے برابر تھا تھوڑے ہی دنوں میں بڑھ کر دو انگلی کے برابر ہو گیا۔

میں (عبداللہ عزام) کہتا ہوں وہ بال میں نے خود مطیع اللہ کے پاس دیکھا۔

سر کا سفر

جاجی کے کمانڈر سار دوال محمد صاحب نے جن کا تعلق گردیز کے ضلع زرمت سے ہے، مجھے بتایا (وہ کابل کی شریعہ فیکلٹی کا فارغ التحصیل بھی ہے) کہ ہم ایک معرکہ لڑ رہے تھے۔ معرکے کے بعد ایک مجاہد لاپتہ ہو گیا۔ کافی تلاش کے بعد بھی نہ ملا۔ رات کو میں نے اسے خواب میں دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔ میں فلاں مقام پر ہوں۔ ہم اس جگہ پہنچے تو ہمیں وہاں اس کا کٹا ہوا سر ملا۔ ہم نے اسے اٹھا لیا اور پورے احترام سے لا کر دفنا دیا۔

کچھ عرصے بعد ایک اور معرکہ پیش آیا۔ اس بار ہم نے ایک کمیونسٹ کو گرفتار کر لیا۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ اس شہید کا سر کس نے کاٹا تھا؟ اس نے بتایا کہ فلاں کمیونسٹ نے ایسا کیا تھا۔ وہ اسے اپنے گھر لے گیا تھا اور شہید کر دیا تھا، لیکن اگلے دن اس نے دیکھا لاش تو موجود ہے، لیکن اس کے ساتھ سر نہیں ہے۔ اس سے اگلے روز شہید کی لاش کو دیکھا تو سر جسم کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اس نے دوبارہ اسے کاٹا اور اپنے روسی کمانڈر کے دفتر میں رکھ دیا لیکن سر وہاں سے بھی غائب ہو گیا۔ اور یہاں بھی پہلا واقعہ دہرایا گیا یعنی سر شہید کی گردن سے جڑا ہوا ملا۔ یہ لوگ بہت حیران ہوئے، وہ حکومت کے وفادار ایک عالم کے پاس پہنچے اور اس سے یہ راز پوچھا۔ اس نے کہا اگر تم اس کا جسم پیشاب سے ناپاک کر دو تو اس کا سر واپس نہیں آ سکے گا، چنانچہ انھوں نے اس کے جسم کو پیشاب سے ناپاک کر دیا اور اس کا سر کاٹ لیا اور اس جگہ پھینک دیا جہاں سے ہمیں ملا۔

گولی پشت سے ٹکرا کر گر گئی:

مجھے ابو غبیب نامی ایک عرب نوجوان نے بتایا میں ایک افغانی کے ساتھ قندھار میں نزکو ایک پر پوزیشن لیے بیٹھا تھا کہ اچانک ایک گولی دور سے آئی

اور میرے افغانی ساتھی کی پیٹھ پر لگی۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ گولی پشت پر لگ کر پھسلی اور پھر ایسے پھسلتی ہوئی نیچے گر گئی جیسے بُلٹ پروف فولاد سے گذر جاتی ہے۔ میں نے وہ گولی اٹھا کر سنبھال لی۔

پہلی ہی بوچھاڑ میں :

ابو عبیدہ نے عید الاضحی ۱۴۰۳ھ سے ۲ یا ۳ روز پہلے مجھے بتایا کہ ہم نے ایک دستہ زکویک ۱ ۔ K ۔ Z پر تربیت دے کر تیار کیا۔ ہم اس وقت ۱۳ افراد تھے کہ اچانک روسی طیارے آگئے اور میں نے زکویک کی پہلی ہی بوچھاڑ میں ایک مگ ۲۵ مار گرایا جو ہمارے سامنے آکر گرا۔

بندوقیں ان کے پہلو میں بھری پڑی تھیں :

ابو عبیدہ ہی نے بتایا کہ ہم ایک ٹینک میں بیٹھ کر اُرگون میں داخل ہوئے۔ کمیونسٹوں کے پاس اس وقت ۱۲۰ ملی میٹری توپیں بھی تھیں اور آر پی جے ۷ بھی، اور تقریباً ساٹھ ۱۰۶ ملی میٹری اینٹی ٹینک توپیں بھی تھیں، لیکن اس کے باوجود ہم نے ان کی ۳ فوجی چھاؤنیوں پر قبضہ کر لیا۔

ایک چھاؤنی میں روسیوں کا ایک کمرہ ان کے قبضہ میں تھا جس میں ہماری اطلاع کے مطابق ۱۷ روسی موجود تھے۔ ہمیں یہ اطلاع ان روسی فوجیوں ہی نے دی تھی جنھوں نے تھوڑی دیر پہلے ہتھیار ڈالے تھے۔

ابو عبیدہ کہتا ہے۔ ہم نے ان کمیونسٹوں کو زندہ گرفتار کیا۔ ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ گولیوں سے بھری ہوئی ان کی کلاشن کوفیں ان کے پہلو میں پڑی ہوئی تھیں اور وہ رو رہے تھے۔

شاندار کامیابی :

خوست پکتیا کے پیر محمد روحانی نے مجھے بتایا کہ دو طیاروں اور تقریباً ۵۰ بکتر بند

گاڑیوں اور ٹینکوں نے ہم پر حملہ کیا۔ اس وقت ہم ۱۲ مجاہد تھے۔ ہم میں سے دو شہید ہو گئے۔ پیر محمد قسم کھا کر کہتا ہے کہ اس جنگ میں مجاہدین نے روسیوں کے ۸ ٹینک جلا دیے اور ۲۵ کفار کو ہلاک کر دیا۔ یہ نقصان اٹھا کر وہ واپس بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ ہمیں شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔

روسیوں کا اعتراف:

اسماعیل ابوجار کہتا ہے کہ ۲ روسیوں نے دسمبر ۱۹۸۳ء میں ایک پریس کانفرنس میں بتایا ہم افغانستان میں عجیب و غریب اور ناقابل یقین باتیں دیکھتے رہے ہیں۔ ایک روسی نے کہا ہمارا ایک قافلہ جس میں بے شمار ٹینک تھے سفر کر رہا تھا۔ مجاہدین نے راستہ روکا اور حکم دیا۔ "اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو!" ہمیں یہ ایک احمقانہ بات لگی اور ان پر حملہ کر دیا، لیکن جلد ہی ہمیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ ہمارے چاروں طرف سے فائر آنے لگے۔ ہمیں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا کہ فائر کون کر رہا ہے اور کہاں سے کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ہمارے ٹینک تباہ ہو گئے اور ہم ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔

اپنا ہاتھ ہٹا لو!

زرمت، پکتیا کے رحمت اللہ وحید یار نے مجھے بتایا کہ محمد قسیم شہید ہو گیا۔ اس نے اپنا ہاتھ اپنے زخم پر رکھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا دوست محمد رسول وہاں آیا اور اس نے شہید کا ہاتھ زخم سے ہٹانے کی کوشش کی تو ہاتھ نہ ہٹا سکا۔ اب اس نے بلند آواز سے کہا۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ زخم سے اپنا ہاتھ ہٹا لو اور شہید نے یہ سن کر اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

قبروں سے نور بلند ہوتا رہا:

رحمت اللہ نے بتایا کہ اس سال ہمارے تین مجاہد ساتھی شہید ہو گئے۔ کمانڈر

شیخ عبدالمجید، روزی خان اور محمد ایوب۔ ہم نے تینوں کو دفن کر دیا۔ ان کو دفنانے کے بعد تین راتوں تک مسلسل میں ان کی قبروں سے ایک نور اٹھتا ہوا دیکھتا رہا۔ گاؤں والوں نے نور کے بارے میں باتیں کرنی شروع کر دیں تو غائب ہو گیا۔

"اللہ اکبر" توپ ہے یا گولہ؟

رحمت اللہ نے مجھے بتایا کہ ہم نے ایک روسی کو گرفتار کیا۔ اس کا نام فیگ تھا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ ہم تمہاری بندوقوں اور تمہاری گولیوں سے نہیں ڈرتے تھے، لیکن تمہارے (نعرہ) "اللہ اکبر" سے خوف کھاتے تھے۔ یہ نعرہ سُن کر ہمارے دل کانپنے لگتے۔ اور عجیب سا زلزلہ اور رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔ پھر اس نے ہم سے پوچھا اللہ اکبر توپ کا نام ہے یا گولے گا، یہ کس قسم کا اسلحہ ہے؟

محمد شادیم کا عزم:

ارگن، پکتیا کے مولوی ارسلان کے چچا زاد محمد شادیم نے مجھے بتایا کہ ایک معرکے میں، میں نے پانچ میگزین دشمن پر خالی کر دیئے، لیکن وہ سب میگزین خود بخود پھر بھر گئے۔ مجھے علم نہیں ہے کہ یہ کیسے ہوا؟

۲۔ دشمن کے میزائیل ہماری طرف آتے تھے، لیکن ہمارے پاس پہنچتے ہی دشمن کی طرف واپس لوٹ جاتے تھے۔ اسی طرح توپ کے گولے بھی واپس لوٹ جاتے تھے۔

یہاں میں آپ سے محمد شادیم کا ذرا تفصیلی تعارف کرا دوں۔

اس کا نام شاہ محمد شادیم اور عمر ۳۵ سال ہے۔ میں نے پوچھا۔ تم نے جہاد کب شروع کیا؟ تو اس نے جواب دیا: تره کئی کے زمانے ۱۹۷۹ء میں۔ میں نے دوسرا سوال کیا۔ آپ جنگ کیوں کر رہے ہیں؟ تو اس نے کہا: ہم اسلام کے دشمن کمیونسٹوں سے جہاد کر رہے ہیں۔ وہ دین کے دشمن ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور بجھا دیں،

لیکن ہم جب تک زندہ ہیں ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ ہم ان سے جہاد کرتے رہیں گے!

میں نے کہا: "کیا آپ کا خیال ہے کہ آپ روس کے مقابلے میں جیت جائیں گے"؟

اس نے جواب دیا: "اگر میرے رب نے چاہا تو! ہمارا ایمان ہے اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہم ہی کامیاب ہوں گے۔"

"اور اس کامیابی کی کیا نشانی ہے؟" میں نے پوچھا۔

اس کا جواب تھا: "ہمیں ہر محاذ پر ایسے خارق العادت اور خلاف معمول واقعات پیش آ رہے ہیں کہ ہم بالیقین کہہ سکتے ہیں کہ خدائی قوتیں ہمارے ساتھ ہیں اور ہم ہی آخر کار کامیاب ہوں گے۔"

"ہمیں کچھ کرامات بتائیے! اور کیا آپ ان کرامات پر قسم کھانے کو تیار ہیں؟" میں نے درخواست کی۔

اس نے کہا: چند واقعات بھی سن لیجیے:

۱۔ زار محمد صبح پانچ بجے شہید ہوا اور ساڑھے ۹ بجے تک لڑتا رہا، یعنی اپنی شہادت کے ۴½ گھنٹے بعد تک مصروف جہاد رہا۔

"کیا آپ کے علاوہ بھی کسی نے شہادت کے بعد اسے لڑتے دیکھا؟"

"ہاں! عبداللہ جان نے دیکھا کہ وہ دشمن سے لڑ رہا ہے۔ اور سنیے۔ ایک معرکے میں دس گھنٹے تک ہمارے ارد گرد بمباری ہوتی رہی، لیکن ہمیں کسی بم کا ایک ٹکڑا تک نہیں لگا۔ کئی بار میگزین خالی ہونے کے بعد خود بخود بھر گئے۔

دشمن ہم پر "ھوان" کے گولے برساتا تھا لیکن یہ گولے ہم پر گرنے کے بجائے خود دشمن پر ہی جا گرتے تھے۔ اس بات کو بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے۔

ایک بار محاذ کے اندر دشمن کی تعداد ۲ بریگیڈ تھی۔ ایک بریگیڈ میں ۱۸ ہزار

سپاہی ہوتے ہیں۔ جبکہ مجاہدین کی تعداد اگلے مورچوں پر کل ۱۲ تھی۔ ان میں سے ۲ شہید ہو گئے اور باقی ہم پورے دو روز تک دشمن کا مقابلہ کرتے رہے اور ان دو دنوں میں ہم نے دشمن کے دو ٹینک جلا دیئے جبکہ ۴ ٹینک بارودی سرنگوں پر آ کر ہوا میں اُڑ گئے ۔۔۔ پھر کہیں تیسرے روز حقانی اور ارسلان کے مجاہدین ہماری مدد کو آئے۔"

"آپ نے کس طرح مقابلہ کیا، دشمنوں کی اتنی بڑی فوج کا؟"

"اللہ کی مدد سے ۔۔۔ پہلے روز ہم نے ۱۰۰ فوجی ہلاک کیے اور ۱۴ ٹینک معطّل کر دیئے۔ اگلے روز ہم نے دو ٹینک جلا دیئے۔ اس سے اندازہ کر لیجیے۔ ہلاک ہونے والے سپاہیوں کی تعداد کتنی ہو گی۔"

وہ ہنس رہا تھا:

محمد شادیم نے حافظِ قرآن، قاری عبدالرحمٰن کے بارے میں بتایا کہ وہ دوپہر ۱۲ بجے شہید ہوا۔ میں نے اسے مغرب کے وقت دفن کیا۔ دفن کے وقت وہ زور زور سے ہنس رہا تھا۔ جب بھی قبر پر پتھر کی سل رکھتا وہ ہنس پڑتا۔ ہم نے آپس میں کہا یہ مردہ نہیں ہے۔ یہ واقعہ تین دفعہ ہوا۔ اس وقت اس کی قبر کے ارد گرد تقریباً ۱۰۰ مجاہدین موجود تھے۔ ایک اور عجیب بات یہ کہ اس کی قبر سے عطر کی سی خوشبو آ رہی تھی جن حضرات نے اسے اس صورت میں دیکھا ان میں شیخ فتح اللہ اور حمد اللہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

عبدالواحد بن فیض محمد جو تره کئی کے زمانے میں فوج میں کرنل تھا اور بھاگ کر مجاہدین سے آملا تھا۔ اس نے میدانِ جنگ میں مجھے بتایا کہ میں نے ہرات کے ایک کمیونسٹ افسر کو گرفتار کیا۔ اس کا نام عبدالوہاب تھا۔ میں نے اس سے پوچھا تم نے ہتھیار کیوں ڈال دیئے؟

اس نے جواب دیا۔ میں نے دیکھا کہ پورے میدان میں سفید کپڑے پہنے فوجی بھرے پڑے ہیں۔

وہ بجلی کے لباس والے کہاں ہیں:

پولدک، قندھار کے علاقے میں دار الحدیث (دزّہ) کے ملّا محمد اور مسعود نے مجھے بتایا کہ عید الفطر ۱۴۰۳ھ کے پانچ روز بعد ہم نے کمیونسٹوں کے ایک گروپ پر حملہ کر کے انھیں گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد انھوں نے پوچھا: "تمھارے وہ ساتھی کہاں ہیں جنھوں نے بجلی کا لباس پہن رکھا تھا؟"

مسعود کہتا ہے۔ ہمارے ساتھ تو کوئی بجلی کے لباس والا نہ تھا۔ یقیناً یہ غدائی امداد تھی کہ انھوں نے بجلی کے لباس والوں کو دیکھا۔

پیارے بھائی ہم سے بات کرو!

ملّا محمد مسعود اور عبد المجید نے مجھے بتایا کہ ہمارا ایک طالب علم ساتھی محمد حنیف شہید ہو گیا۔ جب اسے دفن کرنے لگے تو اس کے ایک طالب علم ساتھی عبد المجید نے کہا: پیارے بھائی! ہم سے بات کرو اور شہید محمد حنیف نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ عبد المجید نے اسے کہا اچھا! اب اپنا ہاتھ نیچے کر لو اور محمد حنیف نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔

ہم دشمن کے کیمپ میں گھس گئے:

عرب نواز نے مجھے بتایا کہ میں نے گل محمد کو اس کی شہادت کے سات دن بعد دیکھا۔ اس کے جسم سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

کچھ عرصہ بعد ایک مجاہد دین محمد نے اس کی قبر کھولی تو ہم نے دیکھا کہ اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اور قبر کے اندر سے عطر کی سی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ حالانکہ یہ کھدائی دو ماہ بعد کی گئی تھی۔

۲۔ کرنل عبدالواحد نے مجھے بتایا کہ میں دس مجاہدین کے ایک گروپ کے ساتھ شہر میں اس وقت داخل ہوا کہ روشنیاں چمک رہی تھیں اور دشمن جاگ رہا تھا مگر کسی نے ہمیں نہیں دیکھا۔ ہم چپکے سے روسی کیمپ میں گھس گئے۔ وہاں ہم نے کئی فوجیوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد ہم کیمپ سے باہر نکل آئے۔ ایک مجاہد پیچھے رہ گیا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد وہ بھی بخیریت ہم سے آملا۔

کارمل کو پانی نہیں ملے گا:

محمد صدیق چکری مدینہ منورہ کی اسلامی یونیورسٹی سے فارغ التحصیل نوجوان ہے جو "چکری" اور خود کابل میں کابل کے اردگرد کے محاذوں کی قیادت سنبھالے ہوئے ہے۔ اس نے کابل پر کئی کامیاب اپریشن کیے ہیں۔ اور کارمل کے قصر صدارت، وزارت دفاع، بکتر بند بریگیڈ کابل اور روسی افسران کی رہائش گاہ "مائیکرو ویان" کو کئی بار نشانہ بنایا ہے۔

محمد صدیق چکری، چکری گاؤں کا رہنے والا ہے، جبکہ ببرک کارمل "کمری" کا رہنے والا ہے۔ ان دونوں دیہات کے درمیان ایک چھوٹی سی نہر حائل ہے۔ محمد صدیق چکری نے کارمل کو منع کر رکھا ہے کہ چکری کی زمینوں اور اس کے باغوں میں داخل نہ ہو، بلکہ ایک بار اس نے ببرک کے گاؤں "کمری" کا پانی بھی روک دیا تھا۔ ببرک نے کمیونسٹ وزیروں کو اس کے پاس بھیجا جنھوں نے اس سے درخواست کی کہ از راہ کرم پانی چھوڑ دیا جائے ورنہ کارمل کے باغ اجڑ جائیں گے۔ اس کے بدلے وہ جتنا مال چاہے اُسے دیا جا سکتا ہے۔ محمد صدیق نے مال قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا:

"میں تمھیں منہ مانگا مال دیتا ہوں اس شرط پر کہ تم ہتھیار ڈال دو۔" وہ کہتا تھا: خدا کی قسم! میں کابل پر اس سے زیادہ عرصہ حکومت کروں گا جتنا کہ

کارل نے کی ہے اور میں اس میں اسلام نافذ کر کے دکھاؤں گا۔"

تم مجھ پر فائر کیوں کر رہے ہو؟

محمد صدیق نے مجھے بتایا کہ روسی طیارے ۳ ماہ تک میرے مرکز جکری کو نشانہ بناتے رہے۔ وہ ہر روز بلا ناغہ آتے، بلکہ بعض اوقات تو دن میں دو دو اور تین تین بار بھی حملہ آور ہوتے۔

ایک بار میں یہ دیکھنے کے لیے گیا کہ ہم پر کس مرکز سے گولیاں برسائی جاتی ہیں۔ اس وقت میرے ساتھ ۲ مجاہد اور بھی تھے۔ ہم ایک میدانی زمین میں پہنچے تو ۲ ہیلی کاپٹروں نے ہم پر حملہ کیا اور نصف گھنٹے تک بم برساتے رہے۔ انھوں نے ہمیں دیکھا تو گولے، میزائیل، گولیاں اور دہشکہ کا فائر ہم پر کیا۔

جب دونوں ہیلی کاپٹر خالی ہو گئے تو واپس لوٹ گئے، لیکن تھوڑی دیر بعد ہی ہم نے قریبی پہاڑ پر سے گولیوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے کہا: یہ ہمارے دستے ہیں جو دشمن کی طرف بڑھ رہے ہیں، چنانچہ میں اسی سمت چل پڑا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ جنھیں اپنے ساتھی سمجھا تھا، روسی ہیں۔ اس وقت میں ان سے ۱۰۰ یا ۱۵۰ میٹر دور تھا۔ انھوں نے اپنی بندوقوں کا رُخ میری طرف کر کے فائر کھول دیا ان کی تعداد ۸۰ یا ۱۰۰ تھی۔ میں نے بلند آواز میں پکارنا شروع کر دیا:

"میں محمد صدیق ہوں! تم مجھ پر فائر کیوں کر رہے ہو؟ میں تمھارا کمانڈر ہوں!"

لیکن وہ ۳، ساڑھے ۳ گھنٹے فائرنگ کرتے رہے۔ میرے سارے کپڑے جل گئے۔ ۳۰، ۴۰ گولیاں مجھے لگیں، لیکن وہ سب میرے کپڑوں میں الجھ کر رہ گئیں۔ بدن پر ایک بھی زخم نہ آیا۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک چٹان کی طرف بھاگا جو تقریباً آدھا کیلومیٹر دور تھی۔ گولیاں میرے اوپر بارش کی طرح برس رہی تھیں، لیکن میں چٹان تک

پہنچنے میں کامیاب ہوگیا، لیکن یہ کیا! تیس، چالیس روسی میرے سامنے کھڑے تھے۔ انھوں نے بھی فائرنگ شروع کردی۔ میں رُخ بدل کر گاؤں کی طرف بھاگا۔ اس دوران میں گولیاں ہر طرف سے آرہی تھیں، لیکن پہلے کی طرح مجھے ایک زخم بھی نہ لگا۔ میں نے کہا: اے رب! میں نہیں سمجھتا کہ تاریخ اسلام میں فولاد کبھی ایمان کے مقابلے میں جیت سکا ہو۔ یہاں میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ روسی لوہا ہمارے ایمان پر غالب آیا چلا جا رہا ہے۔

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک دفعہ جب میں "ھوان" فائر کر رہا تھا تو گولے ختم ہوگئے۔ صرف ۵ ناقص گولے باقی رہ گئے جن کو ہم عام دنوں میں استعمال نہیں کرتے تھے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ اس وقت وہی لے آؤ، پھر میں نے

"وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ" (الانفال: ۱۷)

((اور اے نبی) تم نے (مٹھی بھر ریت) نہیں پھینکی، اللہ نے پھینکی)

پڑھ کر یہ سب ناکارہ گولے فائر کر دیے اور روسی پسپا ہوگئے۔

رحمت اللہ کا پسینہ بہتا رہا:

محمد یونس نے مجھے بتایا کہ لوگر کا ایک مجاہد رحمت اللہ شہید ہوگیا۔ ہم اسے لوگر کے ایک کونے "خوشی" سے اٹھا کر دوسرے کونے "دوبندی" میں لائے۔ اس دوران میں اس کا پسینہ بہتا رہا اور اس کے پسینے میں سے عطر کی خوشبو آتی رہی۔

تاکہ وہ اسے جھوٹ نہ سمجھیں:

ولایت پروان میں "بنجاب" کے کمانڈر احمدی نے مجھے بتایا کہ ہم دوسو مجاہدین نے روسیوں کے ۵۰۰ ٹینکوں اور گاڑیوں کے ایک قافلے پر حملہ کیا اور ۲۷ گاڑیاں تباہ کردیں۔ اس قافلے سے ہمیں دو گاڑیاں غنیمت میں حاصل ہوئیں جن پر زمین سے زمین پر مار کرنے والے میزائیل اور راد لوس ۱۲۲ ملی میٹری توپیں لدی ہوئی تھیں۔

اس کے علاوہ وہاں سے ہمیں بہت سا دوسرا اسلحہ بھی ملا۔
اہلِ منطقہ دور سے ہماری یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ وہ سمجھے کہ ہم سب مارے جا چکے ہیں۔ معرکے کے بعد جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ ہم زندہ سلامت ہیں تو بہت حیران ہوئے۔
چند روز بعد حکمت یار صاحب نے شہیدوں کے اہلِ خانہ کے لیے کچھ چیزیں بھیجیں۔ جب یہ چیزیں ہمارے پاس پہنچیں تو ہم ہنس پڑے۔ انھوں نے ہم سے وجہ پوچھی تو ہم نے کہا۔ ہم میں سے کوئی شہید نہیں ہوا تھا۔

۶ ماہ بعد:

محمد یونس نے مجھے بتایا کہ ایک مجاہد شہید ہو گیا۔ ہمیں ۱۳ روز بعد اس کی لاش ملی۔ اس وقت اس کی ڈاڑھی کے بال تو بڑھ چکے تھے لیکن اس کے سوا کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ اسے "دوبندی" میں دفن کر دیا گیا۔ ۶ ماہ بعد اس کے اہلِ خانہ یہ اطمینان کرنے آئے کہ وہ شہید ہو گیا ہے یا ابھی زندہ ہے۔ لوگوں نے انھیں اس کی قبر کا پتہ بتا دیا۔ انھوں نے قبر کھولی تو اسے ویسا ہی پایا جیسا کہ وہ تدفین کے روز تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

مجھے اللہ سے شرم آ گئی:

کنہڑ میں اسامہ بن زید چھاؤنی کے کمانڈر اسد اللہ اور چھاؤنی کے ایک مجاہد فاروق نے مجھے بتایا کہ ہمارے شیخ اور استاد محمد امین ملک زئی دریائے کنہڑ کے کنارے ایک گاؤں "لشت" میں تھے۔ (لشت کو وہاں موجود روسیوں کی کثرت کی وجہ سے "چھوٹا ماسکو" بھی کہا جاتا ہے) کہ اچانک "ھوان" کے گولے ان کے قریب گرنے لگے، لیکن وہ پرسکون اور ثابت قدم رہے۔ ہمیں شرم آئی کہ شیخ ثابت قدم رہیں اور ہم بھاگ نکلیں۔ لیکن جعفر، ایک نوجوان گھبرا گیا اور کہیں

چھپ گیا لیکن محمد امین بڑے اطمینان سے قرآن پڑھ رہا تھا، حالانکہ اس کے سامنے بموں سے بچانے کے لیے کوئی روک بھی موجود نہیں تھی۔ اس کے اردگرد تقریباً گیارہ گولے گرے۔ آخری گولہ اس سے صرف نصف میٹر کے فاصلے پر گرا۔ ہمارے مجاہدین گھبرا گئے کہ شاید وہ شہید ہو گئے، لیکن غبار چھٹا تو شیخ امین قرآن ہاتھ میں پکڑے آیتیں تلاوت کر رہے تھے۔

مجاہدین نے ان سے پوچھا: آپ میدان سے ہٹ کیوں نہیں گئے؟

انھوں نے کہا: مجھے اللہ سے شرم آگئی کہ فرشتے اس سے شکایت کریں کہ تیرا بندہ قرآن پڑھتے پڑھتے بھاگ کھڑا ہوا۔

یہ قصہ ہمیں براء بن مالک کی یاد دلاتا ہے جنھوں نے جنگ یمامہ کے روز صحابہؓ سے فرمایا تھا: بِئْسَ حامل القرآن أنا إن اُتِیتُم مِن قِبَلی (میں بڑا برا حامل قرآن ہوں اگر مجھ سے پہلے جنت تمھیں نصیب ہو گئی)

پھر ہم بھی .... پر ٹوٹ پڑے:

اسد اللہ، فاروق اور سمیع اللہ نے مجھے بتایا کہ ہم نے کمیونسٹوں کی بستی "لبنت" پر حملہ کیا۔ اس حملے میں ۷۰ مجاہدین نے حصہ لیا اور اپنا یہ آپریشن مکمل کرنے کے بعد ہم بخیریت لوٹ آئے۔ ہم میں سے کوئی مجاہد زخمی تک نہ ہوا تھا، لیکن اس وقت ہمارے قویٰ بھوک سے مضمحل ہوئے جا رہے تھے کیونکہ ہم نے گزشتہ دو روز سے کچھ نہ کھایا تھا۔ بھوک کی شدت سے مرکز واپس پہنچنا مشکل نظر آ رہا تھا۔ اس وقت ہم نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے رب! ہمیں رزق عطا فرما۔

تھوڑی دیر بعد مولوی گل رحمٰن پانی پینے گیا تو اسے ایک بند ڈبہ مل گیا اور وہ اٹھا کر ہمارے پاس لے آیا۔ ہم نے چاقو سے اسے کھولا تو دیکھا کہ یہ بکری کا مکھن ہے۔ ہم ڈر گئے کہ کہیں اس میں زہر ملا ہوا نہ ہو! ہاشم نے کہا۔ لاؤ سب

سے پہلے میں کھاتا ہوں۔ اگر میں مرگیا تو تم سب بچ جاؤ گے۔ یہ کہہ کر اس نے مکھن کھانا شروع کر دیا اور وہ ٹھیک رہا تو ہم بھی مکھن پر ٹوٹ پڑے اور اسے کھا کر اس خدا کا شکر ادا کیا جو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے انسان گمان بھی نہیں کر سکتا۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (الطلاق: ۲، ۳)

(جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو)

قیدی! میں تھک گیا ہوں مجھے اُٹھا لو:

گل رحمٰن ایک ۱۸ سالہ نوجوان تھا جس کی ابھی مسیں بھی نہیں بھیگی تھیں۔ اس نے ۵۰ کمیونسٹوں کو صرف ایک دن میں ہلاک کیا۔ ترہ کئی کے عہد میں ۱۹۷۸ء کے شروع میں یہ نوجوان جہاد میں شامل ہوا اور ۱۹۸۶ء تک لڑتا رہا۔ اس نے ایک ٹینک کے نیچے بارودی سرنگ رکھ کر تباہ کر دیا تھا۔ اس وقت اس کی عمر مشکل سے ۱۰ سال تھی۔

گل رحمٰن کے بارے میں اس کی چھاؤنی کا کمانڈر اسد اللہ کہتا ہے کہ گل رحمٰن انسانی بھیس میں ایک شیر تھا۔ میں نے جہادِ افغانستان میں گل رحمٰن سے بڑھ کر بہادر نہیں دیکھا۔ ایک روز وہ ایک بڑے کمیونسٹ کو گرفتار کر لایا اور اس سے کہنے لگا میں تھک گیا ہوں مجھے اٹھا لو۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ قیدی نے آدھے رستے تک اسے کندھوں پر اٹھایا۔ اور جب قیدی نے اسے کندھے سے اتارا تو اسے وہیں قتل کر دیا۔

اگلے روز ۱۲ اپریل ۱۹۸۶ء روس نے اسامہ بن زید چھاؤنی پر حملہ کیا اور اس پر قابض ہو کر وہاں مورچے بنا لیے۔ اس وقت چھاؤنی کے ۵ شیر دل نوجوان روسیوں

کو للکار کر میدان میں اتر آئے۔ ان میں اسد اللہ، گل رحمن، جعفر، شیر محمد اور مستقیم قابلِ ذکر ہیں۔ ان نوجوانوں نے ایسی بے جگری سے حملہ کیا کہ روسیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور مجاہدین پھر چھاؤنی پر قابض ہو گئے۔ اس معرکے میں ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ گل رحمن کو گولی لگ گئی اور اس نے جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ لیکن شہادت کے بعد بھی فائرنگ پوزیشن میں بیٹھا رہا۔ روسیوں نے سمجھا کہ وہ زندہ ہے کوئی اس کے قریب جانے کی جرأت نہیں کر سکا۔

اسد اللہ کہتا ہے کہ میں اس کی شہادت کے ۲ گھنٹے بعد اس کے پاس پہنچا۔ وہ اس وقت بھی اپنی پوزیشن پر قائم تھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے اس جیسا شہید آج تک نہیں دیکھا۔ اللہ کنہر کے شیر پر رحم کرے اور ہمیں اس کا بہتر بدل عطا کرے۔ آمین۔

صحرا میں انگور

کابل میں مولوی یونس خالص کے ایک کمانڈر عبدالجبار نے مجھے بتایا کہ ہم نے کابل کے اطراف میں ایک آپریشن کیا۔ اس وقت ہمیں شدید بھوک اور پیاس لگ رہی تھی۔ ہم پانی کے ایک گھونٹ اور روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترس رہے تھے کہ صحرا میں ہمیں ایک جگہ انگور مل گئے، حالانکہ وہاں نہ کوئی انسان تھا نہ کوئی درخت۔

نصر اللہ بمقابلہ ہیلی کاپٹر:

سیف الاسلام نے مجھے بتایا کہ میرا بھائی نصر اللہ منصور طالب علم تھا۔ وہ مدرسہ تعلیم القرآن ملتان کا فارغ التحصیل تھا اور گزشتہ ۴ سال سے مسلسل جہاد کر رہا تھا۔ ۴ مئی ۱۹۸۶ء کو وہ ایک گاڑی میں سوار ہو کر "سیدانل" پکتیا کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ بعض چیزیں "سپیدار نازی" پہنچانا چاہتا تھا۔ جب وہ سپیدار نازی پہنچا تو روسی طیاروں کی آوازیں سن کر ایک لمحے کو رک گیا۔ اس نے اپنے بھائی حسین احمد اور دوسرے

بھائی محمد ماجد کو پہاڑی کی طرف بھیجا۔ دونوں بھائی ماشاءاللہ حافظ قرآن تھے دونوں نے پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر دوسری طرف دیکھا تو کچھ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر رہے تھے۔ ۲ ہیلی کاپٹر زمین پر اتر چکے تھے اور کمانڈوز کے ۲ دستے وادی میں اتار رہے تھے۔ نصراللہ نے فوراً حملہ کر دیا اور معرکہ شروع ہو گیا۔ نصراللہ کے پاس اس وقت ایک کلاشن کوف اور ایک آر پی جی تھی اس نے کلاشن کوف سے پیادوں پر فائر کیا اور لانچر سے ہیلی کاپٹر پر حملہ آور ہوا۔ ہیلی کاپٹر کو راکٹ لگا ضرور لیکن اس سے پہلے ہی فضا سے نصراللہ پر حملہ ہو گیا اور روشکہ کی ایک گولی اس کی آنکھ کے قریب لگی اور کان کے نیچے سے نکل گئی۔ دوسری گولی اس کی ران کے نچلے حصے میں لگی جس سے اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی اور بم کا ایک ٹکڑا اس کی کمر میں لگا۔ ایسی حالت میں روسیوں نے چاہا کہ اسے زندہ گرفتار کر لیں، مگر اس نے زخمی حالت میں بھی ان میں سے ۱۴ آدمیوں کو جہنم واصل کر دیا۔ پھر کچھ مجاہد وہاں آ گئے اور انھوں نے اسے ہسپتال پہنچایا۔ یوں اس کی جان بچ گئی۔

جاجی میں:

طیراً ابابیل: ایک بار میں نے اپنی آنکھوں سے شدید حملوں کے دوران مجاہدین کا دفاع کرنے والے پرندے دیکھے۔ جب ہم بموں سے بچنے کے لیے ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف بھاگ رہے تھے تو امیر جاجی شیخ سیاف نے مجھ سے کہا: دیکھو پرندوں کے اس جھنڈ کی طرف دیکھو، جو طیاروں کے ساتھ ساتھ اڑ رہا ہے۔

اگلے دن میں نے ایک حملہ آور طیارے کے نیچے ایک کالی سی چیز دیکھی۔ میں نے دوسرے مجاہدین سے کہا۔ چھپ جاؤ! طیارے نے بم گرا دیا ہے۔ انھوں نے کہا وہ تو ایک پرندہ ہے اور وہ واقعی ایک پرندہ تھا جو طیارے کی پرواز میں رکاوٹ

بن رہا تھا۔

باد و باراں کی اعانت:

جب مجاہدین پر مصیبت زیادہ ہو جاتی ہے اور آسمان سے ایک ایک ٹن وزنی ایسے بم برسنے لگتے ہیں کہ جن میں سے ایک ایک بم زمین کی گہرائیوں میں پہنچ کر وہاں چشمے جاری کر دیتا ہے۔ جب میزائیلوں کی بارش ہو رہی ہوتی ہے اور طیارے بلا وقفہ [illegible] ٹائم بم پھینک رہے ہوتے ہیں جو زمین پر گرنے کے بعد مختلف اوقات میں پھٹتے ہیں یا طیارے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کمانڈوز کے دستے اتار رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہی حالت ہوتی ہے جس کا نقشہ قرآن نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝

(الاحزاب: ۱۰،۱۱)

(جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے۔ جب آنکھیں پتھرا گئیں۔ دل اچھل کر حلقوم تک پہنچ گئے اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت مومنین کو آزمایا گیا اور وہ بری طرح ہلا مارے گئے)

تب ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمتِ گراں مایہ نازل ہوتی ہے۔ اس کی طرف سے سخت تند و تیز طوفانی ہوائیں بھیجی جاتی ہیں، جن کے بارے میں مجاہدین کا کہنا ہے کہ انھوں نے ایسی ہوائیں وسط دسمبر میں بھی نہیں دیکھیں۔ جب برف ۲، ۳ میٹر بلند ہوتی ہے۔ یہ ہوا بڑے بڑے پرانے درخت اکھاڑ پھینکتی ہے اور اس کی سردی پشاور تک پہنچتی ہے۔ ان ہواؤں کے نتیجے میں روسی پسپا ہونے لگتے ہیں۔

اور یہ قرآن کی اس آیت کے مصداق ہوتا ہے۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۚ

(الاحزاب : ۲۵)

(اللہ تعالیٰ نے کفّار کو ان کے غیظ و غضب کے ساتھ بے نیل و مرام لوٹا دیا۔ اور مومنین کی طرف سے اللہ خود ہی لڑنے کو کافی ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت اور غلبے والا ہے)

۳۔ سفید کپڑوں والے: حاجی چھاؤنی کے امیر سید عمر اور فوجی کمانڈر زموسیٰ خان اور وکیل اخلاص نے ہمیں بتایا کہ افغان فوج میں سے کچھ لوگ فرار ہو کر ہم سے آملے۔ ان میں سے ایک قندھاری نے ہمیں عجیب واقعہ سنایا۔ اس نے کہا کہ ایک بار روسی ٹینک قرار گاہ میں جمع تھے۔ ہم ان کے اندر اور ان کے ارد گرد بکھرے ہوئے تھے کہ ایک بے حد سفید کپڑوں والا آدمی سامنے سے آتا نظر آیا، وہ آر پی جی اٹھائے ہمارے قریب آگیا (یہ ظہر کے بعد ۳ بجے کا واقعہ ہے) اس نے دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے چار ٹینک جلا ڈالے اور پھر پورے اطمینان سے چلتا ہوا غائب ہو گیا۔ ہم ہر طرف سے اس پر گولیاں برسا رہے تھے لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔

قندھاری نے مزید بتایا کہ دو تین گھنٹے بعد سفید کپڑوں والا وہ آدمی پھر نمودار ہوا اور دو ٹینک جلا دیے۔ پھر وہ اس جگہ گھس آیا جہاں ہم جمع تھے۔ اس کے ہاتھ میں چاقو تھا۔ اس نے دو روسیوں کو ذبح کر دیا اور ان کے سروں کو ہاتھ میں پکڑے پورے وقار اور سکون کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے کتنا سچ فرمایا:

بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ٥

(آلِ عمران : ۲۵)

(بلکہ اگر تم صبر کرو اور خدا سے ڈرو تو ان کے تم پر چڑھ آتے ہی تمہارا رب پانچ ہزار طے شدہ فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا)

یہ تو جن ہیں جن :

بدخشاں کے ایک علاقے آبجوئے کے کمانڈر جمال ناصر نے مجھے بتایا کہ ہمارا ایک قافلہ بدخشاں کی طرف رواں دواں تھا۔ رستے میں ہم لغلان کے درہ ولیان سے گزرے تو وہاں ہمیں روسیوں کا سامنا کرنا پڑا، جو گھات میں بیٹھے تھے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ پھر اوپر سے طیاروں نے بمباری شروع کردی۔ ہم نے اپنی گرینوفین نصب کیں اور روسی دستے اور ہوائی جہازوں کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔

یہ معرکہ بارہ روز جاری رہا۔ بارھویں روز ہمارے پاس روسیوں کا ایک ہرکارہ یہ پیغام لے کر آیا کہ اگر آپ ہمارے گرفتار کیے ہوئے ۳۰ ساتھی چھوڑ دیں تو ہم بھی آپ کا راستہ چھوڑ دیں گے۔ ہم نے کہا ہم نے تو کسی کو گرفتار نہیں کیا۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ آسمان سے موسلا دھار بارش ہوئی جس سے وادی میں سیلاب آگیا تھا اور ۳۰ روسیوں کو بہا کر لے گیا تھا۔

ہرکارے نے ہمیں اطلاع دی کہ ۵۰۰ روسی مارے جا چکے ہیں اور دو طیارے گر کر تباہ ہو چکے ہیں اور روسی کہتے ہیں کہ مجاہدین انسان نہیں جن ہیں جن۔ دھاکہ ہوا مگر!

قندھار میں معروف، ارغستان، بولدک اور تنگام کے علاقوں کے امیر غلام محمد غریب نے مجھے بتایا کہ ہم چتری ضلع ارغستان میں ۷۵ مجاہدین جمع تھے کہ رات کے

ساڑھے نو بجے طیاروں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ میں نے حکم دیا سب وہاں سے نکل جائیں اور ہمارے وہاں سے نکلنے کے صرف ۵ منٹ بعد اس کمرے پر بم گرا اور سب کچھ جل گیا۔ وہاں پڑی ہوئی ہر چیز تباہ ہو گئی۔

مجاہدین کا ایک کمانڈر محمد مجبور کسی وجہ سے کمرے کے دروازے پر رک گیا تھا۔ دھماکے سے وہ فضا میں اچھلا اور دور جا کر مٹی میں دھنس گیا، لیکن اسے کوئی زخم تو کیا خراش تک نہ آئی۔ حالانکہ اگلی صبح ہم نے وہاں سے ۳۰۰ زخمی اور مردہ چڑیاں جمع کیں۔ اس بم کا وزن ایک ہزار کیلوگرام تھا۔

اسی موقعے پر دس گیارہ مجاہد درختوں کے ایک جھنڈ کے نیچے جمع تھے۔ میں نے آواز دے کر انھیں بلایا اور جیسے ہی وہ میرے پاس پہنچے ایک بم عین اس جگہ گرا۔ یہ بم اتنا وزنی تھا کہ ارد گرد کے ۵۴ درخت زمین سے اکھڑ گئے اور بعض درخت اکھڑ کر ۵۰۰ میٹر دور جا گرے۔

مجھے بندوق دو میں ان سب کو ختم کر دوں گا!

میاگل کی کہانی آنے والی کئی صدیوں تک بغلان اور کندوز کے عوام کے لیے جہاد کے راستے پر روشنی کا کام دیتی رہے گی۔

میاگل بچپن ہی سے تحریکِ اسلامی سے وابستہ ہو گیا تھا۔ جب تحریکِ اسلامی کے نوجوانوں نے محمد داؤد خان کی حکومت کے خلاف مزاحمت کا آغاز کیا تو میاگل ان میں سب سے آگے تھا۔ پھر تره کئی کا زمانہ آیا تو لوگوں نے اسے اپنا راہبر بنا لیا۔ راہبر و رہنما بننے کے بعد میاگل کی صلاحیتیں خوب نکھر کر سامنے آئیں۔ اس نے اپنے دشمن روس کو ایسی ایسی ضربات پہنچائیں کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ وہ کئی برس تک جارحانہ کارروائیاں کرتا رہا، یہاں تک کہ اس کا آخری وقت قریب آ پہنچا۔

ایک روز وہ اپنے گروپ کے ایک مجاہد سے تعزیت کرنے کے لیے نکلا۔ اس کے باڈی گارڈ اس کے ساتھ تھے۔ ادھر کمیونسٹوں کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے خبر مل گئی اور انھوں نے پوری قوت کے ساتھ اس چھوٹے سے قافلے پر حملہ کیا اور مردانہ وار مقابلہ کرنے کے بعد میاگل نے شہادت کے جام کو نوشِ جان کر لیا۔

اس کی قیادت میں لڑنے والے کمانڈر محمد نعیم نے مجھے بتایا کہ اس کی شہادت سے کمیونسٹ اتنے خوش ہوئے کہ انھوں نے اعلان کیا کہ وہ پل خمری میں اس کی لاش کو گھسیٹیں گے۔ انھوں نے پورے بغلان اور کندوز میں یہ اعلان کروا دیا اور اس کی لاش پر پہرہ بٹھا دیا۔

میاگل جو شہید ہو چکا تھا بار بار چیخ کر کہتا تھا مجھے میری بندوق دو میں ان سب کو قتل کر دوں گا۔ یہ پہرے دار بعد میں مجاہدین کے ساتھ آ ملے اور انھوں نے ہی یہ واقعہ سنایا۔

اس علاقے کا ایک کمیونسٹ اپنا سینہ ٹھنڈا کرنے کے لیے اس کی لاش کے پاس آیا اور اسے ٹھوکر لگانے کی کوشش کی لیکن پاؤں مفلوج ہو گیا۔ یہ واقعات جلد ہی پورے منطقے میں زبان زدِ عام ہو گئے۔ کمیونسٹوں نے اپنی آنکھوں سے میاگل کی کرامات دیکھ لیں۔ اس کے بعد وہ اس کی لاش کے قریب جانے کی بھی جرأت نہ کر سکے۔ وہ کفن لے کر آئے اور انھیں مقامی علماء کو سونپ کر کہا۔ لو! انھیں دفنا دو۔ جب تمھارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں تو تم شکست نہیں کھا سکتے۔

میاگل کو دفن کر دیا گیا تو اس کی قبر سے ایک نور پھوٹ پڑا اور وہاں سے نعرۂ تکبیر کی آوازیں آنے لگیں۔ ان تکبیروں کے جواب میں لوگوں کا ایک غیر مرئی گروہ "اللہ اکبر" کہتا اور یہ آواز گونجتی محسوس ہوتی۔ جواب دینے والوں کی شکلیں نظر نہیں آتی تھیں۔

پشاور میں میاگل کے رشتہ دار سخت افسوس کر رہے تھے اور بڑے غمگین تھے۔ خصوصاً اس کی بیوہ اور بھائی تو بہت حزیں نظر آتے تھے۔ اس کے بھائی نے ایک رات نماز عشا پڑھی اور اللہ سے دعا کی کہ اس کی شہادت قبول ہونے کا کوئی ثبوت دکھا دے اور ان کا غم کم کر دے۔ رات کو جب وہ سویا ہوا تھا پھولوں کا ایک گلدستہ چھت سے زمین پر آ گرا۔ اس گلدستے سے عطر کی سی خوشبو پھوٹتی تھی۔ اس کی خوشبو سے میاگل کا بھائی جاگ اٹھا اس نے اپنی بہنوں کو بھی اٹھا دیا۔ پھر انھوں نے اس کے ہم زلف محمد یاسر کو جگانے کا ارادہ کیا، لیکن پھر سوچا کہ ہم یہ گل دستہ قرآن کریم میں رکھ دیتے ہیں۔ صبح ہم یہ کرامت اسے دکھا دیں گے، لیکن اگلی صبح انھوں نے مصحف کھولا تو وہاں کوئی گلدستہ وغیرہ نہیں تھا۔

یہ قصہ اتحادِ اسلامی کی سیاسی کمیٹی کے سربراہ محمد یاسر نے سنایا۔

میاگل نے اپنی شہادت کے بعد اپنی بیوی کو زندگی سے بیزار کر دیا اور اسے اپنی ملاقات کے شوق میں مبتلا کر دیا۔ اس کے گھر والوں نے جب بھی اس سے کہا کہ "تم شادی کر لو"۔ اس خدا کی بندی نے کہا "میں جنت میں میاگل کی بیوی بننا چاہتی ہوں۔ میں دوسری شادی نہیں کروں گی"۔ ہر ہفتے اسے خواب میں میاگل نظر آتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو ہر رات خواب میں اس کی ملاقات میاگل سے ہوتی ہے۔ آج کل وہ قرآن حفظ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

تم مجھے پتھر کیوں مار رہے ہو:

محمد اکبر نے مجھے بتایا کہ ہوائی گولے کی تیز آواز سن کر میں زمین پر لیٹ گیا جب کہ میرا ساتھی زرجان کھڑا رہا۔ اچانک بم کا پنکھا اس کے کندھے پر آ لگا۔ اور اس کے پیچھے گر گیا۔ لیکن پھٹ نہیں سکا۔ زرجان نے مڑ کر اسے دیکھا اور اپنے دوستوں کو برا بھلا کہنے لگا۔ اس نے کہا تم مجھے پتھر کیوں مار رہے ہو؟ ہم نے اس

کی توجہ بم کی طرف دلائی تو وہ خود بھی حیران رہ گیا کہ کتنا بڑا حادثہ رُونما ہوا اور وہ زندہ رہا۔

جو امان ملی تو کہاں ملی:

طیارے نے ایک بم پھینکا۔ یہ بم پھٹا، لیکن اس کے دھماکے سے امان ایک درخت پہ جا ٹنگا۔ ایک روز بعد ایک عورت وہاں سے گزری۔ اس نے درخت پر ایک آدمی ٹنگا دیکھا تو درخت کو زور سے ہلایا اور امان زمین پر گر گیا اور آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں میں مٹی بھری ہوئی تھی۔

دسترخوان اور لالٹین:

جاوید اور محمد کبیر نے مجھے بتایا کہ ہم مرکز جاجی سے سید خان کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ہمیں یاد آیا کہ کچھ عرب دوستوں نے ہمیں دسترخوان اور ہینڈ لیمپ (لالٹین) لانے کو کہا تھا۔ ہم وہاں رک کر مشورہ کرنے لگے۔ ہم نے سوچا کہ واپس جاتے ہیں اور یہ چیزیں لے کر آتے ہیں تاکہ دوستوں کے سامنے شرمندگی نہ ہو، لیکن دوبارہ واپس آکر یہ چیزیں لے جانا بڑا مشکل کام تھا، چنانچہ ہم اپنے رستے پہ چلتے رہے اور حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ راستے میں ہمیں ایک بالکل نیا دسترخوان مل گیا اور تھوڑی دور اور چلے تو ایک لالٹین بھی مل گئی۔

سبحان اللہ! کتنی پاک ہے رب کی وہ ذات جو دلوں کے بھید جانتی ہے اور خواہشات پوری کرتی ہے۔

کاش میرے پاس ایک روٹی کے پیسے ہوتے:

شیخ سیاف نے مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک غریب طالب علم تھا۔ ان دنوں حفیظ اللہ امین ہمارے مدرسے کا پرنسپل ہوتا تھا۔ اس نے مجھے علاج کے لیے ہسپتال بھیج دیا۔ میں تقریباً دس کیلومیٹر پیدل چل کر ہسپتال پہنچا۔ علاج کے بعد

گھر کی طرف روانہ ہوا تو رستے میں ایک تنور نظر آیا۔ گرم گرم روٹیاں دیکھ کر میرا دل للچا گیا۔ میں نے اپنے رب سے خواہش کی کہ اے رب! کاش میرے پاس روٹی کے پیسے ہوتے۔ میں ابھی دو تین قدم ہی چلا ہوں گا کہ بلدیہ کابل کے ممبر کی گاڑی میرے قریب آکر رکی۔ وہ چیکنگ کے لیے آیا تھا۔ اس نے دیکھا تو روٹی کا وزن کم تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے سزا کے طور پر نانبائی کی سب روٹیاں بازار میں موجود لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیں اور ایک گرم گرم روٹی مجھے بھی دے دی۔ میں نے سوچا ایک اور لے لوں، لیکن مجھے یاد آیا کہ میں نے اپنے رب سے ایک ہی روٹی مانگی تھی اور وہ مجھے مل گئی۔ سبحان اللہ۔

لیکن ہمیں کچھ نہیں ہوا:

پغمان کے شیر علم نے مجھے بتایا کہ روسی طیاروں نے حملہ کر کے ایک مجاہد کو زخمی کر دیا۔ میں اور میرا ایک دوست اس کے علاج اور کھانے پینے کے لیے کچھ لینے قریبی بستی میں گئے۔ ابھی ہم وہاں پہنچے نہیں تھے کہ طیاروں نے ایک بار پھر حملہ کر دیا اور دو بم گرائے جو ہمارے قریب ہی گرے۔ ان میں سے ایک بم تو اسی وقت پھٹ گیا، مگر دوسرا بم نہ پھٹ سکا، تاہم صرف پہلے بم کے دھماکے نے ہمیں ہوا میں اچھال کر دور پھینک دیا۔ ہمارے اوپر گرد و غبار کی ایک تہہ چڑھ چکی تھی، لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ جسمانی طور پر ہمیں کچھ تکلیف نہیں پہنچی تھی۔

شکر ہے گولی پھٹی نہیں:

انند گل جان (چکر دارہ) نے مجھے بتایا کہ مجھے کلاشن کوف کا ایک برسٹ لگا جس سے میرے ہاتھ میں سوراخ ہو گیا۔ پھر گولیاں میری بیلٹی پر لگیں جن سے پانچ گولیوں کا خول اُتر گیا، لیکن ان میں سے کوئی بھی میرے پیٹ پر نہیں پھٹی۔ میں

نے (عبداللہ عزام نے) خود اندگل کے ہاتھ پر گولیوں کے نشانات دیکھے۔

ایک مرغی کے علاوہ:

معلم طور نے مجھے بتایا کہ منطقہ سرخاب، ولایت لوگر میں ایک احاطے میں ہم ۱۱ خاندان بستے تھے۔ ایک روز روسی طیاروں نے بمباری کی۔ ایک بڑا بم اس احاطے پر صحن کے وسط میں گرا اور پھٹ گیا، لیکن اس بڑے بم سے ایک مرغی کے علاوہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

بادل چھا گیا

معلم طور نے ہی بتایا کہ ہم اسلحہ اور گولہ بارود سے لدے ہوئے ایک قافلے کے ساتھ لوگر جا رہے تھے۔ راستے میں ۳ کیلومیٹر کے رقبے پر پھیلی ہوئی ایک چھاؤنی پڑتی تھی۔ ہمارے پاس اس کے پہلو میں سے ہو کر گزرنے بغیر کوئی راستہ نہیں تھا۔ ہم رات کے وقت اس چھاؤنی کے قریب پہنچے۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا اور پورا خطرہ تھا کہ چھاؤنی کے فائر ہمیں گھیر لیں گے، لیکن ہم اللہ پر توکل کرتے ہوئے چھاؤنی کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے جانے کہاں سے بادل کا ایک ٹکڑا بھیج دیا۔ اس نے چاند کو ڈھانپ لیا اور اس طرح اندھیرے میں چلتے ہوئے ہم چھاؤنی کے قریب سے گزر گئے۔ اور جیسے ہی ہم خطرے سے نکلے بادل چھٹ گیا اور چاند نکل آیا۔

میزائیل کہاں گئے:

امیر کپتان محمد افضل نے مجھے بتایا کہ ہم رقیان جاجی میں تھے کہ ہم پر گولہ باری شروع ہو گئی۔ میں نے ۳ مجاہدین کو جو اس وقت میرے کمرے میں موجود تھے حکم دیا کہ کمرے سے نکل جائیں۔ انھوں نے کہا ہم نماز پڑھ لیں تو پھر نکلتے ہیں۔ چنانچہ وہ کمرے میں رہے اور تھوڑی ہی دیر میں ۳ میزائیل کمرے کی چھت پر لگے۔ میں دوڑ

کر کمرے میں پہنچا کہ دیکھوں ان مجاہدین پر کیا گزری جو اندر نماز پڑھ رہے تھے اور یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ میزائیل چھت پھاڑ کر کمرے میں آ گرے تھے لیکن عجیب بات یہ تھی کہ نہ کمرے میں ان کا کوئی نشان ملا نہ وہ کسی اور جگہ نظر آئے۔

گولی دل کے قریب رُک گئی:

شیخ سیاف کے ایک جنرل کمانڈر موسیٰ خان نے مجھے بتایا کہ خالی خان کو ۲۰ میٹر کے فاصلے سے دس سے زیادہ گولیاں ماری گئیں۔ ایک گولی اس کے سینے میں لگی وہ گوشت کو پھاڑتی ہوئی دل تک پہنچ گئی لیکن دل کے عین سامنے رُک گئی خالی خان آج بھی زندہ سلامت موجود ہے۔

کنوئیں میں بئیس دن:

غزنی میں حرکتِ انقلابِ اسلامی کے امیر مولوی عبدالرحمٰن فدائی کے نائب نے مجھے یہ عجیب و غریب قصّہ سنایا جس کی شہرت غزنی میں تواتر کی حد کو پہنچتی ہے۔

نصراللہ منصور بن محمد زاہد کہیں جا رہا تھا کہ اس نے چند ٹینکوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ (نصراللہ منصور کا چچا محمد کریم منطقے کے ایک گروپ کا کمانڈر تھا) نصراللہ یہ سوچ کر پریشان ہو گیا کہ اگر ٹینک والوں نے مجھے زندہ پکڑ لیا تو چچا کا اتہ پتہ بتانے پر مجبور کریں گے۔ چنانچہ وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ اسے بھاگتے دیکھ کر ایک ٹینک نے اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ نصراللہ بھاگتا رہا۔ بھاگتا رہا۔ آخر اس کے رستے میں ایک کنواں آ گیا۔ اس نے فوراً کنوئیں میں چھلانگ لگا دی۔

یہ کنواں ۳۰ میٹر گہرا تھا۔ دنیاوی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو نصراللہ کو سخت ضربات آتیں، لیکن اسے کچھ نہیں ہوا اور جیسے ہی ہوش و حواس درست ہوئے باہر نکلنے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ باہر نکلنے کی تدبیریں اس کے ذہن میں

آئیں۔اس نے ان پر عمل بھی کیا، لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ آخر اس نے صدق دل سے اپنے رب کی طرف دھیان دیا کیونکہ مجبوروں اور بیکسوں کا سب سے مضبوط سہارا وہی ہے اور قرآن کی اس آیت کے مصداق :

فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ (الصافات : ۱۴۳-۱۴۴)

(اگر وہ (حضرت یونس) تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو ابدم قیامت تک اس کے (مچھلی کے) پیٹ میں ہی رہتا)

اور دو روز بعد اس نے کچھ شہداء کو دیکھا۔ اس کے یہ مجاہد ساتھی اسی سال شہید ہوئے تھے۔ یہ شہید اس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لائے۔ یہ سلسلہ کئی دن جاری رہا۔ ایک شہید داء محمد تو ہر روز اس کے لیے چائے بھی لے کر آتا تھا۔

ایک دن اس نے داء محمد شہید سے کہا کہ ایسے کب تک کام چلے گا۔ مجھے کنویں سے نکالو! داء محمد نے ایک لکڑی جو نوکدار تھی اسے دیتے ہوئے کہا۔ "لو! اس سے کنوئیں کی دیوار میں سیڑھیاں بناؤ اور باہر نکل جاؤ۔"

نصراللہ نے کہا: "میں اس لکڑی سے یہ چٹان کیسے کاٹ سکتا ہوں؟"

داء محمد شہید نے کہا "آؤ! میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔" پھر اس نے اس لکڑی سے کنوئیں کی دیوار میں شگاف ڈالنا شروع کیے اور یوں لگا کہ کنویں کی دیوار گویا ریت کی بنی ہوئی ہے۔ سیڑھی آسانی سے بن گئی اور بیس دن بعد نصراللہ کنویں سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

لوگ اسے دیکھتے ہیں اور اس سے یہ ناقابلِ یقین واقعہ حیرت سے سنتے ہیں۔

شہید رو پڑا:

ڈاکٹر ببرک ایک ماہر اور متقی، زاہد، پرہیزگار اور پارسا آدمی تھا جیسا کہ سب لوگ اس کی ان صفات کی گواہی دیتے ہیں۔ وہ اپنے مریضوں کا علاج کرتے ہوئے اسلامی اقدار کا خیال رکھتا تھا۔

ڈاکٹر ببرک نے ساگرن کے میدان کو جہاد کے لیے منتخب کیا اور وہیں شہید ہوا۔ اس کی شہادت کے بعد اس کی تدفین میں بوجوہ دو روز کی تاخیر کر دی گئی۔

اس کے بچے پاس کی تصویر بنے اس کی لاش کے پاس کھڑے تھے اور لوگ غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ منظر بڑا ہی غم انگیز تھا اور شاید اسی کا یہ اثر تھا کہ خود شہید کی آنکھیں بھی محبت اور شفقت کے آنسوؤں سے بھیگ گئیں۔

شیخ سیاف کے ایک کمانڈر اختر محمد نے مجھے بتایا کہ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ شہید کی ماں نے رومال سے اس کے آنسو صاف کیے۔

ملبے کے نیچے سے:

زندانی گل نے مجھے بتایا کہ میں پانی کے ایک کھال کے قریب بیٹھا تھا کہ بمباری ہونے لگی۔ میں نے فوراً اپنے آپ کو کھال میں گرا دیا۔ گھبراہٹ میں بہت سی کیچڑ میرے منہ میں بھر گئی۔ میں نے کیچڑ کو تھوکنا چاہا۔ اسی لمحے پانچ افراد میرے اوپر آگرے اور اس کے فوراً بعد ایک بم لگنے سے قریبی دیوار بھی ہمارے اوپر آگری اور میرے اوپر گرنے والے پانچوں افراد شہید ہو گئے۔ میری عجیب حالت تھی کہ میں دیوار اور شہداء کے درمیان پھنسا ہوا تھا۔ ہاتھ تک نہ ہلا سکتا تھا۔ اور نہ مدد کے لیے کسی کو بلا سکتا تھا۔

میں تقریباً پون گھنٹہ ملبے اور شہداء کے نیچے دبا رہا۔ پھر نہ جانے کہاں سے کچھ لوگ آئے۔ انھوں نے مجھ پر سے شہداء کی لاشیں اور دیوار کا ملبہ ہٹایا اور

یوں ہی زندہ رہا۔

آخری شخص کے نکلتے ہی مکان گر گیا:

داؤد نے مجھے بتایا کہ ہم ہاشم خیل جاجی کے ایک مکان میں بیٹھے تھے کہ ۱۱ میزائیل مکان کو لگے۔ ہم جلدی سے مکان میں سے نکل آئے، لیکن افراتفری میں اپنی بندوقیں نہ اٹھا سکے۔ اس غلطی کا احساس ہوا تو ہم واپس ہوئے اور اپنی اپنی بندوقیں اٹھا کر باہر نکل آئے اور جیسے ہی ہمارا آخری ساتھی باہر نکلا مکان دھڑام سے زمیں بوس ہو گیا۔ اس خوفناک حادثے میں ہم میں سے کسی کو کچھ نہیں ہوا سوائے آخری ساتھی کے، جسے معمولی زخم آئے۔

لباس جل گیا لیکن جسم سلامت رہا:

معلّم عبدالغنی نے مجھے بتایا کہ ہم پغمان میں تھے کہ ۸ طیاروں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ وہ بمباری کر کے چلے گئے تو میں نے ساتھی مجاہدین کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ اس اثنا میں ایک شخص کو دیکھا جس کے بدن کا پورا لباس جل چکا تھا لیکن اس کے جسم کو بالکل نقصان نہ پہنچا تھا۔

ہم نے اسے اٹھایا اور مرکز لے آئے۔ دو گھنٹے بعد اسے ہوش آیا تو ہم نے اس سے پوچھا یہ کیسے ہوا کہ تمھارا لباس جل گیا لیکن تم سلامت رہے؟

اس نے جواب دیا میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ ایک بم میرے قریب گرا اور میرے کپڑے جل گئے، لیکن میری جلد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

وہ پورے میدان میں پھیلے ہوئے تھے:

کرنل عبدالواحد نے مجھے بتایا کہ ۵۸ مجاہد صوبہ میدان سے گزرنے والی کابل قندھار شاہراہ پر گھات میں بیٹھے تھے کہ ایک قافلہ وہاں سے گزرا۔ اس وقت ہمارے پاس صرف ۷ آرپی جی ۷ راکٹ تھے۔ اس کے باوجود ہم نے قافلے میں سے

۱۲ افراد کو گرفتار کر لیا۔ ۶۵ گاڑیاں اور پرسنل کیریئرز تباہ کر دیے۔

قیدیوں میں سے ایک افسر ہماری حراست سے بھاگ نکلا۔ ہم اس کے پیچھے بھاگے اور آخرکار ہم نے اسے پکڑ لیا۔ اس سے پوچھا "تم کیوں بھاگ رہے ہو، حالانکہ تم نے ایک گولی بھی نہیں چلائی؟"

اس نے کہا: "جب میں گاڑی سے اترا میں نے اپنے اردگرد بہت سے لوگ دیکھے جنھوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ وہ پورے میدان اور پہاڑوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ بس ان کی دہشت سے میں بھاگ نکلا اور میں نے ان کے خوف سے کوئی گولی فائر نہیں کی!"

مجھے ذرا بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی:

۱۔ لغمان کے محمد صالح قندھاری نے مجھے بتایا کہ مجھے ۱۴ گولیاں لگیں، لیکن ذرا بھی درد محسوس نہیں ہوا۔ میں نے (عبداللہ عزام نے) خود اس کے ہاتھ پر گولیوں کے نشانات دیکھے۔

صالح نے مزید بتایا کہ انھوں نے مجھے گرفتار کر کے میرے گیارہ ناخن اکھیڑ ڈالے، لیکن مجھے بالکل درد نہ ہوا۔ حفیظ اللہ امین کے دور میں انھوں نے مجھے قید میں ڈال دیا اور بجلی سے اذیتیں دیتے رہے، مگر مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا۔

۲۔ صالح قندھاری نے ہی بتایا کہ ایک گولی گل جان کے منہ میں لگی اور اس کی گردن سے نکل گئی، لیکن اسے کچھ تکلیف نہیں ہوئی۔

ایک اور مجاہد دل آغا کو ایک گولی منہ میں لگی اور گردن سے نکل گئی، مگر اسے کچھ درد محسوس نہیں ہوا۔

۳۔ صالح ہی نے بتایا کہ ایک معرکے میں انار گل کا ہاتھ کٹ گیا۔ اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ اور اپنی بندوق اٹھائی اور مرکز آ گیا۔

۴۔ ایک اور واقعہ لغمان کے داؤ خان کا ہے۔ اس کے پیٹ میں گولی لگی اور پشت سے نکل گئی۔ لیکن اس نے کچھ تکلیف محسوس نہیں کی۔

وہ چاول اور گوشت کھا رہے تھے:

مقام امان صاحب، کندوز کے حاجی محمد گل نے مجھے بتایا کہ طیاروں نے ۷ مجاہدین کے ایک گروپ پر حملہ کیا جس سے ۶ مجاہد شہید ہو گئے۔ صرف جان محمد زندہ بچا۔ جان محمد کہتا ہے کہ میں بمباری سے بچنے کے لیے شہداء کے درمیان لیٹا ہوا تھا۔ جب بھی میں سر اٹھا کر ان کو دیکھتا انھیں چاول اور گوشت کھاتے پایا۔

خان محمد اپنے گھر لوٹا تو اس کے کپڑے خون سے لتھڑے ہوئے تھے۔ اس نے اپنے والد سے کہا:

"میں یہ کپڑے تبدیل نہیں کروں گا۔ میری خواہش ہے انہی کپڑوں میں شہادت کا درجہ حاصل کروں"۔ اور اگلے روز خان محمد کی خواہش پوری ہو گئی وہ شہید ہو کر اپنے شہید ساتھیوں میں جا ملا۔

وہ شہسوار کہاں ہیں:

میر حمید خان نے مجھے بتایا کہ روسیوں کے ۷ ٹینکوں اور گاڑیوں نے ہم ۸ مجاہدین پر حملہ کر دیا۔ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک راکٹ لانچر (آر پی جی ۷) اور گیارہ راکٹ تھے۔ ہم نے ایک راکٹ فائر کیا اور ایک ٹینک جلا دیا۔ دوسرا راکٹ فائر کرنا چاہا تو پتہ چلا کہ ان کے اگنیشنر تو ہیں ہی نہیں، یعنی باقی ۱۰ راکٹ فائر کے قابل ہی نہیں تھے۔ اب ہم پریشان ہوئے، مگر ہم نے دیکھا کہ ٹینک پسپا ہو رہے ہیں، اس معرکے میں پانچ کمیونسٹوں نے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیا۔ اور ہم سے پوچھا: وہ شہسوار کہاں ہیں جو گھوڑوں پر سوار کئی ہزار کی تعداد میں میدان میں پھیلے ہوئے تھے؟ ہم نے ان سے کہا: ہم تو صرف آٹھ آدمی ہی تھے۔ لیکن انھوں نے

ہماری بات کا یقین نہ کیا۔ یہ واقعہ شیخ سیاف کے سامنے بیان کیا گیا۔

یہ کلاشن کوف تمہاری نہیں ہے :

برک (لوگر) میں حزب اسلامی کے کمانڈر ماموربرک نے ہمیں بتایا کہ میر سلام اپنی کلاشن کوف پکڑے پکڑے شہید ہوگیا۔ مجاہدین اس کے پاس آئے۔ انھوں نے کلاشن کوف کو اس سے الگ کرنے کی کوشش کی تو اس میں کامیاب نہ ہوئے۔ پھر ہم اس کے کمانڈر کے پاس آئے۔ کمانڈر نے کہا: اسے شہادت کی مبارکباد دو اور اس سے کہو۔ یہ کلاشن کوف تمہاری نہیں ہے بلکہ مجاہدین کے لیے ہے۔ ہم نے یہ کہا تو میر سلام نے فوراً کلاشنکوف چھوڑ دی۔ شہادت کے وقت اس کی عمر صرف ۱۷ سال تھی۔

یہ واقعہ مجھے برک چھاؤنی میں ۲۹/ جولائی ۱۹۸۶ء بروز منگل سنایا گیا۔ ماموربرک نے اس واقعے کی صحت وصداقت پر قسم کھائی۔ محمد ظاہر، تنظر عبداللہ اور رسول وغیرہ بھی اس موقعے کے گواہ ہیں۔

ان لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، بلکہ انھوں نے ذیل کے واقعے کی بھی گواہی دی۔

شہادت مبارک ہو، لیٹے رہو:

ماموربرک نے اسی روز انہی حضرات کی موجودگی میں بیان کیا کہ ۱۸ سالہ انندگل" کلای شینخک" میں شہید ہوگیا۔ یہ گاؤں ضلع محمد آغا ولایت لوگر کے نواح میں واقع ہے۔ ہم اس کے پاس آکر دائیں طرف کھڑے ہوگئے تو اس نے پورے جسم کے ساتھ بائیں کروٹ لے لی۔ پھر ہم بائیں طرف آئے تو وہ دائیں طرف گھوم گیا۔ پھر ہم اس کے سرہانے جا کھڑے ہوئے تو اس نے اپنا سر اور سینہ اٹھا کر ہمیں دیکھنا چاہا۔

میں نے اسے شہادت کی مبارکباد دی تو وہ اپنی طبعی حالت میں دوبارہ لیٹ گیا۔

اور سردی نے ہمیں بچا لیا:

احسان اللہ نے ہمیں بتایا کہ میں منطقہ منگل، چمکنی اور حاجی وغیرہ کا کمانڈر تھا۔ ہم تقریباً ۲۰۰ مجاہدین تھے۔ ایک اپریشن سے واپسی پر ہم نے ایک گاؤں "درندی" میں چھپنے کی کوشش کی مگر گاؤں والوں نے حکومت کے خوف سے پناہ دینے سے انکار کر دیا۔ ہم میدان کی طرف چل پڑے۔ وہاں سے ہم نے ۲ بچھڑے خریدے اور انھیں بھون کر کھا لیا۔

اس دوران میں حکومت ملیشیا کے ۸۰۰ آدمی ہمارے تعاقب میں بھیج چکی تھی۔ جنھوں نے چپکے چپکے ارد گرد کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ ہمیں اس کا کچھ علم نہ تھا لیکن اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آسمان سے سردی کی ایک لہر بھیج دی۔ ہم نے سردی کی ایسی بڑی اور کثیف لہر پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ سردی سے ہمارے سروں میں ورم آ گیا۔ ہم منطقہ چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح ہمارے اللہ نے ہم سب کو بچا لیا۔ اگر یہ سردی نہ ہوتی تو ہم ضرور ملائشیا سے بھڑ جاتے جس میں بھاری جانی نقصان کا خدشہ تھا۔

۲۔ لوگر میں ابوبکر صدیق گروپ کے کمانڈر مدیر ہدایت اللہ نے ہمیں بتایا کہ ہم جبل تیرہ پر سرنگیں بچھا رہے تھے کہ تقریباً ۵۰ ٹینکوں اور ۵۰۰ گاڑیوں پر مشتمل ایک فوجی قافلہ ہمارے رستے میں آ گیا۔ ہمارے درمیان ڈیڑھ گھنٹے تک جنگ جاری رہی۔ پھر تیرہ گاڑیوں کی تباہی کے بعد دشمن شکست کھا کر پسپا ہو گیا۔ یہ ستمبر ۱۹۸۵ء کی بات ہے۔ اس وقت ہم صرف ۱۱ مجاہد تھے۔

بہانے کیسے؟

حاجی محمد نبی نے ہمیں بتایا کہ یہ ۲۹ ذیقعد ۱۴۰۶ھ کا واقعہ ہے۔ ہم اٹھارہ

مجاہدین ایک جگہ جمع تھے کہ چالیس ٹینکوں اور ۲ طیاروں نے ہمیں آ گھیرا۔ اور زوردار گولہ باری کرنے لگے۔ گولہ باری اتنی شدید تھی کہ فضا دھواں دھواں ہو گئی۔

ہم نے اپنے رب سے دعا کی کہ اگر ہمارا کوئی عمل تجھے پسند آیا ہو تو اس کے صدقے اس مصیبت سے بچا لے۔

تھوڑی دیر بعد جانے کیسے ۴ ٹینک تباہ ہو گئے اور ۵۷ کمیونسٹ مارے گئے۔ ہم میں سے ۲ مجاہد شہید اور ۴ زخمی ہوئے۔ معلوم نہیں یہ فتح ہمیں کس طرح حاصل ہوئی۔

"یہاں آؤ! کمیونسٹ میری لاش لے جانا چاہتے ہیں":

حاجی احسان اللہ نے غلام سخی کے بھائی کے حوالے سے بتایا کہ منطقہ جمکنی میں حزب اسلامی کا کمانڈر رحیم شاہ اور میرا بھائی غلام سخی ایک معرکے میں شہید ہو گئے۔ ہم نے دونوں شہیدوں کو پاس پاس دفنا دیا۔ اسی رات میں نے خواب میں غلام سخی کو دیکھا۔ وہ مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "یہاں آؤ کمیونسٹ میری لاش لے جانا چاہتے ہیں"۔

میں سمجھا کہ یہ میری خام خیالی اور پریشان فکری ہے۔ یہ سوچ کر میں پھر سو گیا۔ وہ پھر میرے خواب میں نمودار ہوا اور مدد کے لیے پکارنے لگا:

"جلد یہاں آؤ! کمیونسٹ میری لاش لے جانا چاہتے ہیں"۔

میں اسی وقت رحیم شاہ کے گھر گیا اور اس کے چند عزیزوں کے ہمراہ قبرستان پہنچا۔ وہاں واقعی دونوں قبروں پہ کمیونسٹ موجود تھے اور قبر کھودنے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ ہم نے ان پر فائر کیا تو وہ بھاگ نکلے۔

یہاں بتانا ضروری ہے کہ کمیونسٹ مجاہد کمانڈروں کی شہادت کے بعد ان کی لاشیں اٹھا لے جانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان کے گرد ناچیں اور خوشی کا

اظہار کر سکیں کہ انھوں نے ایک بڑا کمانڈر ہلاک کر دیا ہے اور اس طرح دوسرے فوجیوں کے دلوں سے مجاہدین کا رعب اور خوف دور کر سکیں۔

مجھے نہیں معلوم وہاں کیسے پہنچا:

برک میں ایک دستے کے ایک مجاہد بابرک نے ۲۹ جولائی ۱۹۸۶ء کو بتایا کہ روس اور ہمارے درمیان ایک معرکے میں دو روسی میرے بے حد قریب پہنچ گئے۔ وہ مجھ سے دو میٹر کے فاصلے پر رہ گئے تھے اور مجھے زندہ گرفتار کرنا چاہتے تھے میں نے ان پر فائر کیے لیکن ان میں سے کوئی بھی انھیں نہ لگا۔ میں خوفزدہ ہو گیا لیکن فوراً ہی خیال آیا یہ خوف میرے کمزور ایمان کی نشانی ہے۔ میں نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا اور پھر دشمن پر فائر کیا اور اس بار دونوں مردہ ہو کر گر پڑے۔

مجھ سے ۳۰ میٹر کے فاصلے پر ۳ اور روسی موجود تھے۔ ان کو ختم کرنے کے بعد میں نے ان پر توجہ دی اور ایک ہی برسٹ میں سب کو واصل جہنم کر دیا۔ اس کے فوراً بعد میں نے دیکھا کہ ایک ٹینک جانے کس وقت چپکے سے میرے بالکل قریب پہنچ چکا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی توپ کی نال میرے چہرے سے چند فٹ رہ گئی۔ میں نے سوچا کہ اب ٹینک سے بچنے کا یہی طریقہ ہے کہ میں چھلانگ لگا کر اس پر سوار ہو جاؤں، لیکن میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ٹینک نے رُخ بدلا اور واپس جانے لگا۔

اس وقت میں نے راکٹ لانچر اٹھا رکھا تھا لیکن میرے پاس راکٹ نہیں تھے۔ اس کے علاوہ میرے پاس ایک کلاشن کوف تھی، لیکن اس سے ٹینک کو ناکارہ نہ کیا جا سکتا تھا۔ میں انہی پہلوؤں پر غور کر رہا تھا کہ نہ جانے کیسے ۲۵ میٹر دور ایک اونچی فصیل کے اوپر پہنچ گیا۔ یہ فصیل اتنی بلند تھی کہ عام حالات میں میرے لیے اس پر چڑھنا ممکن نہیں تھا.... میں آج تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ پلک جھپکتے

میں وہاں کیسے پہنچ گیا۔ بہر حال میں فصیل سے اُتر کر مجاہدین کے پاس گیا اور ہم نے راکٹ فائر کر کے ان کے تین ٹینکوں کو جلا دیا۔

میزائیلوں کی تاریخ کا عجوبہ:

لوگر کے محمد ہاشم نے ۳۱ جولائی ۱۹۸۶ء کو سرخاب میں نماز ظہر کے بعد ہمیں بتایا کہ جاجی میں محمود نامی ایک مجاہد تھا۔ اسے بخار تھا۔ لیکن اوپر سے بی۔ ایم ۴۱ ہم پر مسلسل برس رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ تم یہاں سے ہٹ جاؤ کہیں تمھیں کوئی میزائیل نہ لگ جائے۔ اس نے کہا۔ میں بیمار ہوں۔ میں ہل تک نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر وہ وہیں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک میزائیل اس کی ٹانگ سے نصف میٹر کے فاصلے پر گرا۔ میزائیل اپنی ٹانگوں سے نصف میٹر کے فاصلے پر دیکھ کر محمود دہشت زدہ ہو کر وہاں سے بھاگا اور جب وہ تقریباً ۵۰ میٹر دور ہو گیا تو میزائیل ایک زوردار دھماکے سے پھٹ گیا (فوجی سائنس میں یہ بات طے شدہ ہے کہ میزائیل زمین کو چھوتے ہی پھٹ جاتا ہے) اس وقت اس کا نہ پھٹنا ایک معجزہ ہی تھا۔

یہ ہم میں سے نہیں یہ تم میں سے ہیں:

۳۱ جولائی ۱۹۸۶ء کو ہم سرخاب میں تویانی کی چھاؤنی میں بیٹھے تھے کہ شیر محمد نے ہمیں بتایا غزنی کے محاذ پر کمیونسٹ حکومت کے ۲ سکھ فوجیوں نے ہمارے پاس پناہ لی اور پھر ہماری طرف سے لڑنے لگے۔ ایک معرکے میں وہ دونوں مارے گئے۔ ہم نے کابل میں موجود ان کے اہل و عیال کو خبر بھیجی کہ آ کر ان کی لاشیں لے جائیں۔ سکھوں کے ہاں رواج ہے کہ وہ اپنے مُردوں کو جلا دیتے ہیں۔ ان کے اہل و عیال بھی انھیں جلانے کے لیے ایندھن لائے۔ انھوں نے دونوں کی لاشوں پر لکڑیاں رکھ کر آگ لگا دی، لیکن جب آگ بجھی تو سب نے دیکھا کہ ان کی لاشیں ویسی

کی وسیٰ ہیں۔ آگ نے انھیں بالکل نہیں جلایا۔

یہ دیکھ کر سکھوں نے کہا یہ ہم میں سے نہیں، تم ہیں سے ہیں۔ ہم نے ان کی لاشیں لیں اور انھیں اسلامی طریقے سے دفنا دیا۔

روسی گرفتار نہ کر سکیں گے؟

منطقہ "چہاردہیہ" کے رضا خان نے ہمیں بتایا کہ جول کول درّہ میں ایک معرکہ ہوا جس میں ایک مجاہد عبدالرؤف دریا کے قریب زخمی ہوگیا۔ زخمی ہونے کے ساتھ ہی اس پر غنودگی طاری ہوگئی اور وہ سو گیا۔ خواب میں اس نے اپنے شہید کمانڈر عبدالغنی کو دیکھا جو کہہ رہا تھا روسی تمہیں گرفتار نہ کر سکیں گے۔

عبدالرؤف بتاتا ہے کہ روسی آئے اور میرے پہلو کے قریب سے پانی کے برتن بھرنے لگے۔ برتن پانی سے بھرنے کے بعد وہ خاموشی سے چلے گئے اور مجھے کسی نے کچھ نہیں کہا۔

ہم بچ نکلے:

زرغون شہر کے عبدالجبار نے ہمیں بتایا کہ گذشتہ رمضان ۱۴۰۵ھ میں قطب خیل سے گزرنے والے ایک فوجی قافلے پر ہم ۶ مجاہدین نے حملہ کیا۔ حملے کے وقت ایک خندق میں ہم ۳ مجاہدین بیٹھے تھے۔ ایک میزائیل خندق میں آگرا۔ جس سے انجینئر غلام محمد تو شہید ہوگیا لیکن ہمیں کچھ نہ ہوا۔ حالانکہ بظاہر ہمارے بچ جانے کا کچھ امکان نہ تھا۔

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ:

زرغون شہر میں شیر آغا کے ساتھ چھاپہ مار کارروائیوں میں حصہ لینے والے عبدالجبار نے بتایا کہ یکم جولائی ۱۹۸۶ء کو لغمان میں ہمارا ایک ساتھی محمد آغا کمیونسٹوں کے ایک مرکز پر حملے کے دوران شہید ہوگیا۔ ہم نے اسے سفید کفن میں کفنا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہم

نے دیکھا کہ اس کا خون بہہ بہہ کر کفن پہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

لکھ رہا ہے۔ یہ واقعہ میرے ساتھ کئی مجاہدین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

سبحان تیری قدرت:

قطب خیل وسوالی محمد آغا کا نقیب اللہ بن عبدالسلام اپنے چار دوسرے بھائیوں سمیت محمد آغا میں جہاد کر رہا تھا، اس نے ہمیں بتایا کہ عرفہ ۱۴۰۴ھ کے روز دشمن سے ہمارا سامنا ہوا جس میں ہم نے ۰۰ ٹینک، موٹریں اور بکتر بند گاڑیاں غنیمت میں حاصل کیں۔

اس معرکے میں ہمارا ساتھی محمد نعیم شہید ہوگیا۔ محمد نعیم اس معرکے کا واحد شہید تھا۔ میں نے عرفہ کا پورا دن شہید کی لاش پر پہرہ دیتے گزار دیا اور عید الاضحی کے روز میں نے پتھروں، درختوں اور دریاؤں کو قرآن پڑھتے سنا۔ میں سمجھا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا سو رہا ہوں۔ اور میرا امام قرآن کی تلاوت کر رہا ہے، لیکن میں نے دانتوں سے کاٹ کر یقین کر لیا کہ میں جاگ رہا ہوں اور یہ خیال نہیں حقیقت ہے کہ میرے ارد گرد کی ہر چیز قرآن پڑھ رہی ہے۔

قطب خیل کی کابل گردیز شاہراہ پر معرکہ جاری تھا۔ محمد نعیم میرے پہلو میں شہید پڑا تھا۔ اس وقت مجھے یاد آیا کہ محمد نعیم نے "کولنگ" سے اپنے اہل خانہ کو معرکے سے ایک روز قبل کابل روانہ کرتے ہوئے کہا تھا۔ آپ لوگ عید کی نماز کابل میں پڑھیں گے۔ میں عید کی نماز انشاء اللہ جنت میں پڑھوں گا۔

اس کے شہید ہونے کے بعد اس کے اندر سے ایک خوشبو نکل کر پہاڑوں اور وادیوں میں پھیل گئی۔ یہ خوشبو اتنی تیز اور اتنی زیادہ تھی کہ میں نے محسوس کیا کہ ہر چیز سے خوشبو نکل رہی ہے۔

نور مجھے رستہ دکھا رہا تھا:

سرخاب میں معلم طور کے مرکز میں بیٹھے ہوئے جیران گل نے مجھے بتایا کہ میں تری منگل (پاکستانی سرحد) میں تھا کہ فوجی کانوائے کے محمد آغا (لوگر) پہنچنے کی خبر ملی۔ میں نے فوراً لوگر پہنچنے کا ارادہ کر لیا کہ وہاں اپنے مجاہد بھائیوں کی مدد کروں، چنانچہ میں فوراً تری منگل سے نکلا اور شام تک "دوبندی" پہنچ گیا۔

دوبندی پہنچ کر میں نے ارادہ کیا کہ رات یہیں گزاروں کیونکہ رستہ لمبا اور رات اندھیری ہے۔ پھر میں نے سوچا کہ یہ کیسی بات ہوگی کہ میرے بھائی محاصرے میں بے خواب ہوں اور میں یہاں استراحت کر رہا ہوں، چنانچہ میں نے دوبارہ چلنا شروع کیا تو دیکھا کہ ایک نور میرے رستے پر روشنی بکھیرتا چلا جا رہا ہے۔ میں نے اپنے اردگرد دیکھنے کی کوشش کی کہ یہ نور کہاں سے نکل رہا ہے لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی۔

اس وقت میرے ساتھ ضابط امان اللہ اور دو مجاہد اور بھی تھے۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کیسے اندھیرے میں رستہ پہچان کر تیزی سے چل رہے ہو؟ میں نے جواب میں خاموشی اختیار کیے رکھی۔ انھوں نے پھر پوچھا تو میں نے انھیں ٹالنے کے لیے کہہ دیا مجھے پہلے سے رستے کا پتہ ہے۔

یہ نور راستہ بھر میرے آگے آگے چلتا رہا یہاں تک کہ ہم رات ۲ بجے زرغون شہر کی مسجد میں آ پہنچے۔ میں نے اسی وقت امام صاحب کو جگا کر ان سے فوجی کانوائے کے بارے میں پوچھا: انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے کل عصر کے وقت دشمن کو پسپا کر دیا۔

جیران گل اس واقعے پر قسم کھانے کے لیے تیار ہے۔

ان کی قبروں سے عنبر کی خوشبو پھوٹ رہی تھی:

حاجی سردار محمد، معلم طور اور معلم داؤد نے ہمیں بتایا کہ قطب خیل کے قریب ۴۵ مجاہدین شہید ہو گئے۔ ہم نے وہیں "ٹکی قندھاری" میں انھیں دفن کر دیا۔

اٹھارہ ماہ بعد طیاروں نے اس علاقے پر بمباری کی جس سے تین شہیدوں کی قبریں کھل گئیں۔ ان کے زخموں سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ ان کے ناخن بڑھ گئے تھے۔ ان کی قبروں سے عنبر کی خوشبو پھوٹ رہی تھی۔

اس واقعے کو قطب خیل کے ۳۰۰ سے زیادہ باشندوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

یہ واقعہ ہمیں سرخاب ولایت لوگر میں یکم اگست ۱۹۸۶ء کو جمعہ کے روز معلم طور کے مرکز میں بیٹھے ہوئے بہت سے مجاہدین کے سامنے سنایا گیا۔

لاشوں سے نور

سرخاب کے قاضی زمرے نے ہمیں بتایا کہ کئی سال پہلے "موسئی" میں ایک معرکہ ہوا جو تین روز تک جاری رہا۔ اس معرکے میں ۸۰ مجاہدین شہید ہوئے، جبکہ ایک ہزار آٹھ سو روسی کمانڈوز مارے گئے۔

معرکہ ختم ہوا تو یہ عجیب بات دیکھی گئی کہ شہداء کی لاشوں کی وجہ سے پورے منطقے میں نور پھیل گیا جو بہت سے لوگوں نے دیکھا۔ اس کے علاوہ کئی روز تک سبز کبوتر آ آ کر ان شہداء کی لاشوں کے قریب اترتے رہے اور ایک لاش سے دوسری لاش کی طرف جاتے رہے۔

یہ واقعہ اتنے زیادہ لوگوں نے خود دیکھا ہے کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔

پیاس لگی تو بے موسم کے برف برسنے لگی:

گل محمد نے ہمیں بتایا کہ ایک بار ایک بڑی فوج نے ہم پر حملہ کیا۔ دشمن کی مادی برتری کے پیش نظر مولوی بزرگ بہرام کے ساتھ ہم کوہ سلطان سیف کی طرف پسپا ہونے پر مجبور ہو گئے۔

پہاڑوں میں چلتے چلتے پیاس نے ستایا تو مولوی بزرگ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور بڑی دیر تک گڑگڑا کر دعا کرتے رہے کہ اے رب! ہم تیرے کمزور بندے ہیں، تیرے رستے میں نکلے ہیں اور تیری ہی رضا چاہتے ہیں۔ اب ہمیں پیاس لگی ہے، تو ہمیں پانی پلا۔

اسی وقت آسمان سے بے موسم کے برف گرنے لگی اور ہم نے اسی سے اپنی پیاس بجھائی۔

وہ کیا تھا؟

سرخاب میں معلم طور کے مرکز میں حیران گل نے بتایا کہ ایک دن روسی طیاروں نے ہمارے مرکز پر حملہ کر دیا۔ اس وقت ہمارے پاس اینٹی ایئر کرافٹ میزائل نہیں تھے۔ نہ ہی اینٹی ایئر کرافٹ گنیں تھیں۔

اس رات میں نے دیکھا کہ میزائیل کی شکل کی ایک چیز ہمارے مرکز کے قریب پہاڑ سے نکلی اور کمیونسٹوں کے مرکز پر جا گری۔

اُسے اس باغ میں ڈھونڈو!

محمد آغا، لوگر میں حزب اسلامی کے کمانڈر صفی اللہ کے معاون انجینئر علی نے ہمیں بتایا کہ روسی فوج نے ہم پر حملہ کر دیا۔ ہم نے ملا عبد القدوس اور ملا عبد اللہ کو بھیجا کہ وہ ٹینکوں کے رستے میں سرنگیں بچھا دیں۔

یہ لوگ اپنی مہم پر جا رہے تھے اور ابھی راستے میں ہی تھے کہ دشمن نے انہیں

دیکھ لیا اور انھیں ہوان کے نشانے پر لے کر گولہ داغ دیا۔ اس گولے سے ملّا عبداللہ شہید ہو گیا، لیکن عبدالقدوس کی آنکھوں میں زخم آئے اور اس کی بینائی ختم ہو گئی۔

ہم ملّا عبداللہ کو ڈھونڈنے نکلے تو ایک باغ کے قریب سے گزرتے ہوئے ہمیں عطر کی سی پاکیزہ خوشبو محسوس ہوئی۔ کمانڈر جعفر نے کہا: اُسے اس باغ میں ڈھونڈو، وہ یہیں ملے گا، چنانچہ ہم باغ میں داخل ہوئے اور کمانڈر جعفر کی توقع کے عین مطابق ملا عبداللہ کو وہیں پالیا۔

نہ ختم ہونے والا آٹا:

انجینئر علی نے بتایا کہ میں نے اپنے اہل خانہ کے لیے ۳۵ (افغانی) سیر (۲۴۵ کیلوگرام) آٹا خریدا۔ میرا گھرانہ ۶ افراد پر مشتمل تھا۔ یہ آٹا ہمیں دو ماہ کے لیے کافی تھا کیونکہ ہمارے ہاں ہر روز کچھ نہ کچھ مجاہدین فرد آتے تھے، لیکن [illegible] کے باوجود یہ آٹا ہمارے ہاں ۹ ماہ چلا اور اس وقت تک ختم نہیں ہوا جب تک کہ میرے خاندان نے ہجرت کا پروگرام نہیں بنایا اور لطف کی بات یہ ہے کہ کچھ آٹا اس وقت بھی موجود تھا جو ہم نے اپنے ہمسائے کو دے دیا۔ اس وقت اس کا تہائی حصہ یعنی ۸۴ کیلوگرام باقی تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف مجاہدین کے کھانے میں شمولیت کی برکت تھی۔

فصلِ دوم

عربوں کی کرامات

یحییٰ السینور کی خوشبو

یحییٰ اپنی عمر کے اٹھارھویں سال تک پہنچتے پہنچتے مجسم اخلاق بن چکا تھا۔ وہ اپنے خاندان کا منفرد نوجوان تھا۔ اور ہمیشہ مستغنی نظر آتا تھا۔ اس نے اپنے اہل وعیال چھوڑے، دوست احباب سے رابطہ توڑا اور افغانستان کی زمین پر آبسا اور یہاں جہاد میں شامل ہوگیا۔

جب یحییٰ شہید ہوا تو اس کے پاکیزہ خون سے عجیب وغریب خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ جس نے بھی شہید کی یہ خوشبو سونگھی حیران ہوا۔

ایک مجاہد ابوالحسن نے اس کے بارے میں بتایا ہم نے یحییٰ شہید کی لاش لانے والی ایمبولینس سے ۵۰۰ میٹر پیچھے ایک گاڑی میں اس کی خوشبو سونگھی۔

جنازے میں شمولیت کرنے کے بعد ہم اپنے گھروں کو لوٹے اور گاڑی میں سوار ہوئے تو مشک سے ملتی جلتی خوشبو مشامِ جاں کو معطر کر رہی تھی، بلکہ جب میں گھر میں داخل ہوا تو میری بیوی نے مجھ سے پوچھا۔ کیا آپ نے خود پر یا گاڑی میں عطر چھڑکا ہے؟

میں نے اسے نفی میں جواب دیا اور بتایا کہ گاڑی میں ایک شہید لایا گیا ہے، یہ خوشبو بالیقین اس کے خون کی ہے۔

ابوالحسن المدنی سمیت کئی افراد نے گواہی دی کہ: بدر الفوزان ہسپتال کے جس

کمرے میں یحییٰ کا جسد رکھا گیا تھا وہ تقریباً ایک ہفتے تک خوشبو سے مہکتا رہا۔

عبدالوہاب۔ کا نور:

عبدالوہاب ایک متموّل گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ اور اس کے بھائی اپنے ملک کے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ وہ خود آرامکو کمپنی میں ملازم تھا۔ پھر اس نے دنیا اور اس کی نعمتوں کو خیرباد کہا اور افغانستان کے پہاڑوں اور میدانوں میں بھوک اور مسلسل سفر کی زندگی گزارنے آپہنچا۔

ناز و نعم میں پلنے والا عبدالوہاب یہاں اکثر چائے کے ساتھ سوکھی روٹی کھاتا تھا اور خوش رہتا تھا۔ نیز یہ کہ وہ معرکوں میں شامل ہونے پر بڑا مصر رہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ امتِ مسلمہ کے زوال اور ضیاع کا سبب صرف ترکِ جہاد ہے۔ وہ اپنی اس رائے سے رجوع کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں تھا کہ جہاد فرضِ عین ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ اب والد اور والدہ کی اجازت کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ وہ اللہ کی راہ میں موت کی تلاش میں تھا۔

اپنی شہادت سے ایک رات پہلے اس نے خواب میں یحییٰ کو دیکھا۔ یحییٰ اس وقت شہادت کے خواہشمند ہر نوجوان کے لیے ایک واضح نصب العین بن چکا تھا۔ یحییٰ اسے دیکھ کر کہنے لگا۔ کیا تم سچ مچ عبدالوہاب ہو؟ اگلی صبح عبدالوہاب اٹھا اور اپنے ساتھیوں کو خوشخبری سنانے لگا کہ آج میری شہادت کا دن ہے۔

پھر وہ پوری تیاری کے ساتھ آپریشن پر روانہ ہوا لیکن عملیہ (فوجی کارروائی) سے ایک گھنٹہ پہلے عبدالصمد کے ساتھ جا کر مسجد میں سو گیا۔ عبدالصمد نے خواب میں کیا دیکھا کہ عبدالوہاب ایک خوب صورت اور حسین و جمیل عورت سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ چونک کر نیند سے جاگا تو اس کے چہرے پر بشاشت کھیل رہی تھی۔ اس نے کہا: عبدالوہاب! مبارک ہو! تم شہید ہو! آج میں نے تمہیں ایک حور

کے ساتھ دیکھا ہے۔

چلمن صوبہ ننگرہار میں دونوں کی شہادت اور تدفین کے بعد ایک عرب نوجوان ابوداؤد نے مجھے بتایا کہ میں نے کئی افغانوں کو عبدالوہاب اور سعود البحری کی قبروں سے نور پھوٹتے دیکھنے کی گواہی دیتے سنا تو اپنے پہرے کی باری میں ان کی قبروں پر نظر لگائے بیٹھا رہا۔ آخر ۲ تاریخ کو رات پونے گیارہ بجے میں نے ایک نور ان کی قبروں سے آسمان کی طرف بلند ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ یہ نور بلند ہوتا ہوا آسمان تک پہنچتا اور وہاں سے ایک قوس کی شکل میں ان دونوں قبروں پر واپس لوٹ آتا تھا۔

امام سرخسی نے اپنی کتاب شرح السیر الکبیر جلد اوّل صفحہ ۲۳۵ پر روایت کیا کہ مسلمانوں نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو رومی شہر میں دفنایا تو ایک نور ان کی قبر سے بلند ہو کر آسمان کی طرف اٹھا۔ اس کرامت کو قریب میں آباد مشرکین نے بھی دیکھا۔ انھوں نے اگلے روز اپنے ہرکارے کو بھیج کر پوچھا: یہ مردہ تمھارا کون تھا؟

انھوں نے کہا: یہ ہمارے نبی کا ساتھی تھا! یہ سن کر اہلِ قریہ ایمان لے آئے۔

سعود البحری نے منزلِ مراد پالی:

جہاں تک سعود البحری کا تعلق ہے اب اس کے اخلاص کا ذکر کس طرح کیا جائے۔ ہم اسے بہترین مجاہد سمجھتے ہیں، لیکن اس سمیت کسی شہید کو اللہ کے سامنے بری الذمہ قرار دینے کی جرأت نہیں کرتے۔

وہ سعودیہ ایئر فورس میں مکینک تھا۔ اس نے چھٹی لی اور افغانستان آگیا۔

سعود البحری اطاعتِ امیر کی زبردست مثال تھا۔ میں نے اسے حدیث میں آنے والے اس واقعے کے مصداق پایا:

مِنْ خَيْرِ مَعَاشِ النَّاسِ رَجُلٌ آخِذٌ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ
يُطِيْرُ عَلٰى مَتْنِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ هَيْعَةً اَوْ فَزْعَةً طَارَ اِلَيْهَا
يَبْتَغِي الْمَوْتَ مَظَانَّهٗ (حدیث صحیح)

(لوگوں میں سب سے اچھی زندگی اس شخص کی ہے جو اپنے گھوڑے پر سوار، اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے تیار رہتا ہے اور جب بھی کہیں سے خوف و دہشت انگیز آواز سنتا ہے لپک کر اس طرف ہو لیتا ہے یعنی اپنی تمنا، اپنی موت کے شوق میں)

سعود اپنی موت کی تلاش میں کچھ اس طرح کھویا کہ اس کی بیوی اور تین بچوں کی شکلیں اس کے ذہن سے اتر گئیں۔ ایک دفعہ اس نے مجھ سے کہا۔ میں اپنی بیٹیوں کی شکلیں بھول چکا ہوں۔ ایک رات میں نے اپنی بچی کو خواب میں دیکھا وہ مجھ سے پیاری پیاری باتیں کر رہی ہے۔ میں گھبرا کر نیند سے جاگ اٹھا۔ اسی وقت مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ شیطانی خواب تھا کہ میں جہاد چھوڑ کر واپس لوٹ جاؤں۔

زمین پر اپنی زندگی کی آخری شب اس نے ایک حور کو خواب میں دیکھا اور صبح اٹھتے ہی اپنے ساتھیوں کو خوشخبری سنائی کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا۔ اور پھر وہ اسی روز عبدالوہاب کے ساتھ شہید ہو گیا۔

موت کی وادی سے:

عبداللہ انس کہتا ہے: ایک بار ہم صاف شفاف دن کی روشنی میں ایک گاؤں سے گیارہ گھنٹے کی مسافت پر واقع ایک دوسرے گاؤں جا رہے تھے۔ ابھی ہم نے صرف ۷ گھنٹے کا فاصلہ طے کیا ہو گا کہ برف گرنا شروع ہو گئی اور تھوڑی ہی دیر میں سارے رستے برف میں دفن ہو گئے۔ منزل کی ساری نشانیاں گم ہو گئیں ہم نے ہر طرف دیکھا کہ شاید کہیں سے کوئی روشنی نظر آ جائے یا کوئی کتا بھونک

کہ زندگی کا پتہ دے۔ یا کوئی مال مویشی نظر آ جائے اور انسانی آبادی کا سراغ مل جائے۔ لیکن ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آیا، چنانچہ ہم ایک جگہ بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔

ہم میں سے ایک مجاہد کو ایک ایسا ہی واقعہ پہلے بھی پیش آ چکا تھا جب وہ ایک اور گروپ کے ساتھ رات کو سفر کر رہا تھا اور برف نے سارے رستے چھپا دیے تھے۔ اس کے سب ساتھی مر گئے تھے صرف وہی اکیلا زندہ بچ سکا تھا۔ آج پھر وہی رات لوٹ آئی تھی اور اس مجاہد کا دل اسی ہیبتناک انجام کے تصور سے لرز رہا تھا۔

سب کی نظریں عبداللہ انس پر لگی ہوئی تھیں کہ وہ دعا کے لیے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرے۔

عبداللہ انس کہتا ہے: ہمیں اس وقت ۳ دشمنوں کا سامنا تھا۔ رستے کے گم ہونے کا، خونخوار بھوکے بھیڑیوں کا، جو کبھی کبھی مجاہدین پر ٹوٹ پڑتے تھے اور برف باری کا، جو مسلسل برس رہی تھی اور صبح تک سب کو دفن کر دینے کے لیے کافی تھی۔

عبداللہ کہتا ہے میں نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا دیے اور دعا کرنے لگا۔ اُس وقت انسانی نقطۂ نظر سے نجات کے سارے ذرائع منقطع ہو چکے تھے لیکن دعا کے دس منٹ بعد ہی برفباری رک گئی۔ ٹھنڈی ہوا چلنا بند ہو گئی، جو چہرے چھیلے دے رہی تھی۔ شام سات بجے کے قریب ہم اکڑوں بیٹھے تھے کہ میری آنکھ جھپک گئی اور میں اس وقت تک سوتا رہا جب تک کہ ایک مجاہد کی آواز نے مجھے نہ جگا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا اٹھو بھائی، صبح ہو گئی ہے۔ اٹھو! میں اٹھا تو مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ ظالم، سرد اور طویل رات ایسے بیت چکی ہے جیسے وہ بجلی کا ایک کوندا تھی۔ میں کہتا ہوں ایسی مطمئن اور میٹھی نیند میں زندگی بھر نہیں سویا تھا۔

اور اس رات سے بہتر رات میں نے آج تک نہیں دیکھی۔

اس کے بعد ہم گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تو میرے ساتھی سارے مجاہدین اسے فقط دعا کا کرشمہ قرار دیتے رہے کہ ہمارا گروپ موت کی وادی سے بچ نکلا تھا۔ وہ حیران و ششدر ہو کر بار بار میری طرف دیکھتے تھے۔

عبداللہ غامدی

اس نے عمل تو کم کیا مگر اجر بہت زیادہ کمایا۔ وہ اپنے ایک عزیز سے ملنے اسلام آباد آیا۔ اس نے عبداللہ کو جہاد دیکھنے کے لیے افغانستان بھیج دیا۔ افغانستان میں اسے توپ کا ایک گولہ لگا اور وہ جہاد کے میدان میں ایک ہفتے کی بھی مشقت اٹھائے بغیر اپنے رب سے جا ملا۔ اسے جمکنی میں دفن کیا گیا۔

ابوسیاف نے مجھے بتایا کہ جمکنی کے قائد ثقہ اور صادق و صالح نظر محمد نے مجھے بتایا کہ دو افغان مجاہد عبداللہ غامدی کی قبر پر کھڑے تھے کہ انھوں نے قبر میں سے تسبیح کی آواز بلند ہوتی محسوس کی۔ یہ دونوں مجاہد دہشت زدہ ہو کر نظر محمد کے پاس آئے اور اسے بتایا۔ نظر محمد نے کہا۔ یہ عبداللہ غامدی کی قبر ہے اور تسبیح کی جو آواز اس کی قبر سے بلند ہو رہی ہے۔ وہ یقیناً اسی کی ہے۔

میں (عبداللہ عزام) نے خود نظر محمد اور اس کے گروپ کے مجاہدین سے پوچھا۔ ان سب نے اس بات کی تصدیق کی اور کہا تسبیح کی آواز تو اب بھی آتی ہے۔

ابوالحسن کی نجات:

ابوالحسن المدنی، مجاہدین کی مدد کرنے میں بہت مستعد ہے۔ پاکستانی سرحد کے ساتھ ساتھ جہاں کہیں بڑے معرکے کی خبر سنتا ہے غذا، لباس اور دوسری کمک لے کر وہاں پہنچ جاتا ہے۔

ژاور پر آخری حملے کے موقع پر اپریل ۱۹۸۶ء میں وہ تیزی سے کمک لے کر میرام شاہ پہنچ گیا۔ طیارے فضا میں چھائے ہوئے تھے۔ بموں کی بارش ہو رہی تھی۔ لیکن ابوالحسن راستہ بناتا ہوا ژاور پہنچ گیا۔ وہ بموں کی بارش سے پناہ کے لیے ایک غار میں بیٹھا تھا کہ ایک بم عین غار کے دہانے کے پاس گرا۔ جس سے پہاڑ ہل گیا اور ایک بڑی چٹان لڑھکتی ہوئی غار کے دہانے پر آ گئی۔

غار سے نکلنے کا راستہ بند ہو چکا تھا۔ ابوالحسن کہتا ہے۔ ہم تقریباً پون گھنٹہ غار میں بیٹھے موت کا انتظار کرتے رہے۔ ہماری زبانوں پر کلمۂ شہادت تھا اور نگاہوں میں موت کے سائے۔ پھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ طیارے ایک بار پھر آئے۔ انھوں نے پھر اسی مقام پر بم برسائے اور دوسرا بم غار کے دہانے پر رکھی ہوئی اس چٹان کو آ کر لگا۔ جس سے چٹان پاش پاش ہو گئی۔ اور اس میں اتنا بڑا شگاف ہو گیا کہ ہم باہر نکل سکتے تھے، چنانچہ ہم تیزی سے غار سے نکل گئے۔ گویا کہ ہم عالم آخرت و برزخ سے زندگی اور انسانوں کی دنیا میں آ گئے۔

عبداللہ الکعبی کا زخم:

قطر کا عبداللہ الکعبی امریکہ میں پڑھتا تھا۔ جہاد کی خبر اس کے کان میں پڑی تو اس نے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑی اور جہاد کرنے افغانستان آ پہنچا۔

وہ قندھار گیا اور وہاں تقریباً ۹ ماہ جہاد کرتا رہا۔ اس کے ٹخنے کے نیچے ایک گولی لگی اور دوسرے ٹخنے سے پار نکل گئی، لیکن نہ تو اس کی کوئی ہڈی ٹوٹی اور نہ ہی اسے کوئی تکلیف ہوئی۔

حمزہ کا جن:

جمعہ ۳ رمضان ۱۴۰۶ھ کا ذکر ہے۔ عصر کے وقت میں ایک درخت کے نیچے بیٹھا قرآن کی تلاوت کر رہا تھا کہ ابوالحسن المقدسی کے خیمے سے مختلف آوازیں

آنے لگیں جو مجھے مدد کے لیے پکار رہی تھیں۔ میں تیزی سے اٹھ کر خیمے میں آیا وہاں حمزہ پر جنون کی حالت طاری تھی۔

میں نے جنوں کے ہاتھوں پریشان بعض حضرات کا ذکر کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ انھیں امام احمد بن حنبلؒ اور ابن تیمیہؒ وغیرہ کے پاس لایا گیا اور ان حضرات نے جوتوں اور ڈنڈوں سے ان کو پیٹا جن کے بارے میں بتلایا گیا تھا کہ انھیں جن چمٹ گئے ہیں۔ مار کھانے کے بعد یہ جن نکل گئے۔ ان لوگوں کی حالت ٹھیک ہو گئی۔

میں نے خود بھی ایسے لوگوں کے حالات دیکھ رکھے تھے اور ان کے جنوں کا علاج مجھے خوب یاد تھا۔ میں نے جن کو مخاطب کر کے کہا:

"اے کافر! نکل جا!"

اس نے کہا: "میں مسلمان ہوں۔"

میں نے کہا: نہیں! تو کافر ہے۔"

مجھے اپنے سسر کے حوالے سے جنوں کے کچھ احوال معلوم تھے کیونکہ وہ (میرے سسر رحمہ اللہ) جنوں کے ستائے ہوؤں کا علاج کرتے تھے۔

میں نے کہا: "کافر کے بچے! نکل ورنہ میں تجھے قرآن سے جلا ڈالوں گا۔"

اس نے کہا: قرآن سے تو میرے خشوع و خضوع میں اضافہ ہو گا۔"

وہ شخص چیخ رہا تھا اور چلا رہا تھا۔ میں نے چند نوجوانوں کو حکم دیا کہ وہ سورۂ بقرہ پڑھیں۔ جیسے جیسے تلاوت ہوتی گئی اس کی چیخیں بھی بلند ہوتی گئیں وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا:

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل! حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل!

گفتگو کے دوران اس نے خود ہی کہا:

میں مشرقی آستانے کا جن ہوں، میں نے عیسائیت قبول کر لی ہے۔ ہم نے

۵۰,۰۰۰ افراد کے ساتھ پوپ کو مصر بھیجا ہے تاکہ وہاں فساد مچائیں اور وہاں میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالیں۔

وہاں موجود بعض نوجوانوں نے جن سے پوچھا: "تمھیں معلوم ہے تم سے کون مخاطب ہے؟"

اس نے کہا: "ہاں یہ ایک عالم ہے جو بلا سوچے سمجھے بول دیتا ہے۔ یہ مجھے کافر کہتا ہے حالانکہ میں مسلمان ہوں"۔

پھر میں نے اسے جوتے سے مارنا شروع کر دیا۔ اور سیف اللہ بھی اسے مارنے لگا۔ ادھر چند نوجوان مسلسل سورۂ بقرہ کی تلاوت میں مصروف تھے۔ تقریباً ۵ آیتیں پڑھ چکنے کے بعد سیف اللہ نے حمزہ کے کان میں اذان دی کیونکہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ:

إِذَا أُذِّنَ الْأَذَانَ تَوَلَّى الشَّيْطَانُ وَلَهُ ضِرَاطٌ

(جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان ریاح خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے)۔

چنانچہ اذان سنتے ہی وہ شیطان نکل بھاگا۔ حمزہ بیدار ہو گیا۔ نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد میں نے بعض نوجوانوں سے کہا کہ وہ سورج غروب ہونے تک قرآن پڑھتے رہیں کیونکہ آج جمعہ ہے اور راجح رائے کے مطابق یہ وقت دعا کی قبولیت کا ہے۔ (یعنی دن کا آخری حصہ)

ابوالحسن نے تجویز پیش کی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ بقرہ ہی بار بار پڑھی جائے۔ ہم نے حمزہ کو بلایا۔ وہ ہمارے پاس آ بیٹھا اور ابھی ہم نے چند ہی آیات پڑھی تھیں کہ اس پر پھر جنونی کی کیفیت طاری ہو گئی اور جن چیخنے لگا۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ! حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ!

تاہم جیسے جیسے تلاوت ہوتی جاتی تھی جن کی چیخیں بھی بلند سے بلند تر ہوتی جاتی تھیں۔

پھر میں نے حمزہ کا سینہ پیٹنا شروع کردیا۔ جن سے کہا: "اے کافر کے بچے نکل"!

اس نے کہا: "اچھا نکلتا ہوں! مجھے راستہ دو۔"

میں نے کہا: "نکلو!"

اس نے کہا: میں اس کی ٹانگ میں سے نکلوں گا۔" اور اسی وقت حمزہ جاگ گیا۔

میں نے حمزہ سے پوچھا: "کیا جن نکل گیا؟"

اس نے کہا: "ہاں! وہ میری چھنگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی میں سے نکل گیا ہے۔"

اس وقت وہاں لسعہ کا نشان موجود تھا۔

اس واقعے کے بعد میں گاہے گاہے حمزہ کو چیک کرتا رہا تاکہ دیکھوں جن واقعی نکل گیا ہے یا نہیں۔ اور حمزہ مجھے بتاتا رہا کہ کیسے ایک سرخ انگارا اس میں سمانے کے لیے اس کا تعاقب کرتا رہتا تھا۔ اس نے کہا جمعہ کے بعد سے میں نے یہ انگارہ نہیں دیکھا جو کبھی مجھ سے جدا ہی نہیں ہوتا تھا۔

اس دن کے بعد سے حمزہ نے ہمارے ساتھ نماز اور تراویح پڑھنی شروع کردیں حالانکہ پہلے وہ ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھ پاتا تھا۔

چند روز بعد حمزہ میرے پاس آیا اور کہا: "اب مجھے مکمل آرام ہے۔ اور میں شادی کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔"

حمزہ ہمیشہ مجھے دعائیں دیتا رہا، لیکن میں یہاں یہ بتانا بھول گیا کہ اس کے اندر

سمائے ہوئے جن نے مکالمہ کے دوران میں مجھے بتایا کہ میں حمزہ کے بدن میں ۱۴ سال پہلے سما گیا تھا، جب وہ ابھی صرف چھ سال کا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا سبحان اللہ! قرآنِ عظیم الشان کی تاثیر کتنی زبردست ہے۔ خصوصاً جب اسے مخلصین پڑھ رہے ہوں۔ یہ نوجوان جو اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہیں۔ انھوں نے دنیا کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ ان کی برکت اور اخلاص سے حمزہ کا جن بھاگ گیا ہے اور اللہ نے حمزہ کو بچا لیا ہے۔

ابوالحسن نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری:

۲۵ رمضان ۱۴ھ کو ابوالحسن ایک درخت کے قریب اپنے لیے خندق کھود رہا تھا کہ درخت کا تنا اس کے رستے میں حائل ہو گیا۔ اس نے اسے کاٹ پھینکنے کا ارادہ کیا۔ ایک الجزائری نوجوان سے کلہاڑی لانے کو کہا اور اسے کاٹنا شروع کر دیا۔ وہ یہ کام بہت عجلت سے کر رہا تھا کہ چند لمحوں بعد کلہاڑی کا ایک وار پوری قوت کے ساتھ ابوالحسن کی پنڈلی پر لگا لیکن الحمدللہ ابوالحسن کو کچھ نہیں ہوا۔

عبدالعزیز کا خون پھر بہنے لگا:

عبداللہ السہمی نے مجھے بتایا کہ عبدالعزیز قاسم الصیری (اس کا تعلق کوہ صبر سے تھا) حکمان پہاڑ پر شہید ہو گیا۔ وہاں اسے قبلہ کے رُخ نہ دفنایا جا سکا۔ عبدالولی الشمیری نے اسے دوبارہ صحیح رُخ پر دفنانے کے لیے اس کی قبر کھولی تو اسے ویسے کا ویسا ہی پایا۔ اس کے ہاتھ میں کھجور تھی جب ہم نے اسے نکالا تو اس کے زخموں سے پھر خون بہنے لگا۔

ایسا بن کر دکھاؤ:

دنیا میں عزت اور رتبے کے کئی اسباب ہیں۔ مثلاً کسی کا نام اس کے قبیلے کی وجہ سے بلند ہو جائے یا اس کے قبیلے کی تعداد کی وجہ سے مشہور ہو جائے،

بعض اپنی دولت، اپنے سونے اور اپنے دیناروں کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ کچھ لوگوں کو اللہ کا علم اور ان کے قلم کی سیاہی ابھار کر نمایاں کر دیتی ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو نجیع یا سرخ روشنائی کی وجہ سے شہرت پاتے ہیں۔ وہ سرخ روشنائی خون کی روشنائی ہے جس سے تاریخ رقم کی جاتی ہے، جو عزتیں بناتی ہے اور ممالک کو فتح کرتی ہے۔

جو لوگ رگوں سے بہتے ہوئے خون کی وجہ سے مشہور ہوئے ہیں، انھیں ان کی شہادت نے بلند رتبہ لوگوں میں لا کھڑا کیا ہے جن کی موت ان کی زندگی بن جاتی ہے اور جن کی جدائی ان کی ملاقات بن جاتی ہے اور جن کی غیر حاضری حاضری بن جاتی ہے۔ یہ شہداء ہوتے ہیں۔ شہداء قوموں کی زندگی کے لیے مر مٹنے والے شہداء ہم فلسطین اور افغانستان میں ان کی زیارت کر چکے ہیں۔ ان میں سے ایک ابو عاصم ہے۔

محمد عثمان ابو عاصم ایک عراقی نوجوان تھا۔ وہ اربیل میں ایک ایسے گھرانے میں پیدا ہوا جسے مالی، علمی اور اجتماعی لحاظ سے متوسط ہی کہا جا سکتا ہے۔ وہ بھی عام نوجوانوں کی طرح گلیوں میں کھیل کر جوان ہوا، عام فضا میں اس کی پرورش عام طریقے سے ہی ہوئی۔ نہ اسے کسی شفقت بھرے ہاتھ نے تربیت دی نہ اسے کسی ایسے معلم کی سرپرستی حاصل ہوئی جو اسے روحانی، اخلاقی اور ثقافتی آداب بطور خاص سکھاتا۔

ابو عاصم ان نوجوانوں میں سے تھا جو اپنے پہلو میں دھڑکتا ہوا دردمند دل رکھتا تھا۔ ایسا دل جو اپنی مسلمانیت کے ساتھ ظلم کی وادی سے بھاگ نکلے اور چپکے چپکے ہجرت کی کوشش کرنے لگے۔

نجات کا راستہ ڈھونڈنے کے دوران میں اور ہجرت کی شعوری کوششوں

کے دوران میں اس کا دل اللہ کی طرف مائل ہو گیا۔ اس نے سب سے پہلے قرآن کی طرف توجہ دی اور اس کی میٹھی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے لگا۔ اس نے مختلف قراءات سیکھیں۔ تلاوت کے احکام یاد کیے اور ترتیل کے طریقے سیکھے اور خاص بات یہ کہ اس کے ساتھ ہی اس کی زندگی میں بھی قرآنی آداب کا ظہور شروع ہو گیا۔

اس کے ساتھ کچھ وقت گزارنے والوں نے مجھے بتایا کہ بعض اوقات ہم دنیاوی امور کے بارے میں باتیں کر رہے ہوتے تو ابو عاصم خاموش رہتا اور ہمیں محسوس کرائے بغیر چپکے سے وہاں سے نکل جاتا۔ ہم اسے ڈھونڈھنے نکلتے تو وہ کسی اور کمرے میں اکیلا بیٹھا قرآن کی تلاوت کر رہا ہوتا۔

اسے پیر اور جمعرات کو روزہ رکھنا بہت پسند تھا۔ اس نے کچھ عرصہ ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ وہاں اس نے قرآن حفظ کیا۔ ابھی اس کے دو سیپارے باقی تھے کہ پشاور میں میری اس کی ملاقات ہو گئی اور میری درخواست پر جہاد افغانستان میں شامل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے یہ دو سیپارے پنجشیر میں ہی مکمل کیے۔

یہ ملاقات آج (دسمبر ۱۹۸۶ء) سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے ہوئی تھی۔ میں نے اس کے چہرے کی بشاشت دیکھی، اس کے گھنگھریالے بال دیکھے، مسکراتے ہونٹ، اور چوڑی پیشانی دیکھی۔ جب وہ بولتا تو ضرورت کے مطابق بولتا اور رحیب الجنان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر بولتا۔

اس نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ قراءات کی تعلیم مکمل کر لوں۔"

میں نے کہا: "تمہارے لیے حضرت حفص کی یہ روایت کافی ہے کہ اب مسلمانوں پر وہ وقت آگیا ہے جو انھیں ان کے کاروبار اور ان کی اولادیں بلکہ ان سے ان کا اپنا آپ بھلا دے گا.... اب جہاد کا وقت آگیا ہے۔"

اس نے میرے جواب میں ایک یا دو جملے کہے۔ پھر میں نے کہا: "آج کے نازک دور میں یہی راستہ ہے۔"

رمضان شروع ہوا تو مرکز کے سارے نوجوان تراویح پڑھنے کے لیے اس کے پیچھے جمع ہو گئے۔ کیونکہ وہ قرآن پڑھتا تھا تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا ابھی ابھی نازل ہوا ہے۔

اس دوران میں اس کے اہلِ خانہ برابر اسے واپسی پر اکساتے رہے لیکن اس کا جواب تھا: "میں تمھاری طرف نہیں لوٹوں گا۔"

وہ اس کی منگیتر کو ٹیلی فون پر پکڑ لائے۔ اس نے کہا: "جب تک تم زندہ ہو، میں کسی سے شادی نہیں کروں گی۔"

اس نے جواب دیا: "تم میرے علاوہ کسی اور سے شادی کر لو۔ میں تم لوگوں کی طرف لوٹ کر کبھی نہیں آؤں گا۔ میں یہیں مروں گا اور یہیں جیوں گا۔"

رمضان کے دوران ہی میں پنجشیر جانے والا قافلہ تیار ہو گیا۔ ابو عاصم نے اسی وقت پشاور کو الوداع کہا اور قافلے کے ساتھ چل پڑا۔ پنجشیر میں وہ عظیم کمانڈر شیرِ پنجشیر احمد شاہ مسعود سے ملا۔ مسعود نے اسے دیکھا تو اسے گلے لگا لیا اور اس سے کہا: "تم سفر یا حضر، مشکل یا آسانی میں کبھی میرا ساتھ نہ چھوڑنا۔ تم مجھے قرآن پڑھانا اور عربی سکھانا۔"

ابو عاصم کا مبارک سفر شروع ہوا۔ احمد شاہ مسعود گروپ بنا بنا کر اس کے حوالے کرتا تھا کہ وہ انھیں قرآن کی روحانی تربیت دے۔ وہ اپنے تجربہ کار کمانڈروں اور منتخب مجاہدوں کو اس دورے میں شامل کرواتا۔ ایک سال کے اندر اندر ابو عاصم نے کتاب اللہ کی تلاوت و تجوید جاننے والے ۲۰۰ کمانڈر اور مجاہدین تیار کر دیے۔ اس کے تربیت یافتہ لوگ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے

اور تہجد کے عادی ہو جاتے۔

بدخشان میں معروف جہاد ایک عرب مجاہد عبدالواحد نے بتایا "میں نے ایک افغانی کی قرأت سنی وہ حروف کے صحیح مخارج کے ساتھ قرآن کی ایسی صحیح قرأت کر رہا تھا کہ میں حیران رہ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا "تم عرب کی کس یونیورسٹی سے فارغ ہوئے ہو؟" اس نے کہا: "میں نے ابوعاصم عراقی سے یہ قرأت سیکھی ہے۔"

مجاہدین اس کے بارے میں عجیب عجیب تبصرے کرتے تھے۔ وہ ذرا سی حرکت کرتا تو یہ کہتے قاری صاحب! آ گئے۔ قاری صاحب چلے گئے۔

رجب آیا تو ابوعاصم نے رمضان کے آنے والے دنوں کی تیاری شروع کر دی۔ وہ اپنے ہاتھ ملتا تھا اور کہتا تھا "آہ! کاش مجھے رمضان میں شہادت نصیب ہو!"

پھر رمضان کی ۱۴ تاریخ (۱۴۰۶ھ) آ گئی۔ اندراب (بغلان) میں معرکہ شروع ہو گیا۔ ابوعاصم نے معرکے میں شمولیت اور وہ دروازہ توڑنے کی اجازت لی جس کو توڑنے کے لیے مجاہدین اس پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ اسے اجازت مل گئی۔ مجاہدین کے کمانڈر نے اس کا نام بھی اس فہرست میں لکھ لیا جس میں جہاد میں شرکت کرنے والے مجاہدین کے نام شامل تھے۔ یہ ۱۱۰ مجاہدین تھے۔ ابوعاصم کے نام کے ساتھ شروع ہی میں کمانڈر نے شہید لکھ دیا۔

عبداللہ انس کہتا ہے۔ میں نے ناموں کی فہرست مرتب کرنے والے مجاہد صفی اللہ سے پوچھا "تم عربوں میں ابوعاصم کو شہید کروانے میں بڑی جلد بازی کا مظاہرہ کر رہے ہو، حالانکہ ہم یہاں صرف دو ہیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم میں سے ایک اپنے رب سے جا ملے اور دوسرا پیچھے اکیلا باقی رہ جائے؟"

صفی اللہ نے کہا: "میں قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ اس معرکے سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

عبداللہ نے کہا: "تم اللہ پر گمان کر رہے ہو یا تمھیں غیب کا علم ہے؟"

صفی اللہ نے جواب دیا: "میں غیب نہیں جانتا! لیکن میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ واپس نہیں لوٹے گا۔ تم اس کی آنکھوں کے درمیان شہادت کا نور نہیں دیکھ رہے ہو؟ اس کے چہرے کی طرف دیکھو۔"

پھر اس نے ۳، ۴ دفعہ قسم کھائی کہ ابوعاصم اس معرکے میں شہید ہو جائے گا۔

روانگی سے قبل معرکے میں شرکت کی تیاری کے سلسلے میں تمام مجاہدین نے روزہ افطار کر لیا، لیکن ابوعاصم اور شاہ قلندر نے روزہ افطار نہیں کیا۔ معرکہ شروع ہوا۔ جلد ہی مجاہدین قلعے تک پہنچ گئے اور اس پر فائر کھول دیا۔ اس وقت ابوعاصم چیتے کی طرح نظروں سے بجلیاں بکھیرتا ہوا قلعے کے دروازے تک پہنچ گیا۔ وہاں اس نے بارودی سرنگ بچھائی اور فیوز جوڑ دیا۔ ایک زبردست دھماکہ ہوا اور دروازہ دیوار کے ایک حصے کے ساتھ دھڑام سے زمین پر آ رہا۔ اس دھماکے کے ساتھ کفار کا حوصلہ بھی ٹوٹ گیا۔ مجاہدین اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں سب سے آگے ابوعاصم اور شاہ قلندر تھے۔

دشمن کی طرف سے تاحال فائر آ رہا تھا۔ ابوعاصم اور شاہ قلندر ان فائروں کا نشانہ بنے اور شہید ہو گئے۔ اس اپریشن میں بس یہی دو مجاہد تھے جو روزہ دار بھی تھے اور شہید بھی ہوئے۔ ان کے علاوہ کوئی مجاہد شہید یا زخمی نہیں ہوا۔

ابوعاصم اپنے رب کی طرف لوٹ گیا۔ اس کے مجاہد ساتھیوں کے دلوں پر غم و اندوہ کی بجلی گری۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کا استاد، ان کا امام،

ان کا قاری چلا گیا ہے اور انھیں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔

یہ حادثہ احمد شاہ مسعود کے لیے بڑا کرب انگیز تھا، لیکن سبھی مجاہد ابو عاصم کے غم سے سنبھل نہیں پا رہے تھے۔ ابو عاصم کی خوب صورت یادیں مجاہدین کی محفلوں کا واحد موضوع بن گئیں۔ جیسے وہ کہیں چھپ گیا ہو۔ جیسے ہوا نے اس کا سب کچھ بکھیر کر رکھ دیا ہو۔

پورے کیمپ پر خاموشی چھا گئی۔ پوری قرارگاہ پر حزن و ملال کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اداسی پھیل گئی۔ مجاہدین کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا، وہ حیران ہو کر اپنے آپ سے پوچھتے تھے:

زندگی! ..... استاد کے بغیر زندگی! ..... یہ کیسے ممکن ہے؟

صبح ہوتی۔ نماز کھڑی ہو جاتی، لیکن امامت میں ابو عاصم کی خالی جگہ کون پُر کرے، مجاہدین رونے لگتے۔ وہ نماز کے بعد تلاوت کے لیے حلقۂ قرآنی بنا کر بیٹھ جاتے مگر ابو عاصم کی جگہ کون بیٹھتا۔

ہر طرف آہ و بکا شروع ہو جاتی اور لوگ ایسے ہی اٹھ جاتے۔

کھانا کھا جاتا۔ یہ ابو عاصم کی پلیٹ ہے .... دلوں پر رقت طاری ہو جاتی اور لوگ بے چینی سے پہلو بدلنے لگتے۔ بعض لوگ تو شدتِ غم سے ہذیان بکنے لگے، حالانکہ وہ اس سے پہلے اپنے آباء اور اپنے بھائیوں کی جدائی برداشت کر چکے تھے اور اس سے پہلے ہزاروں شہداء کی میتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے، لیکن ایسا غم انھوں نے کب دیکھا تھا کہ ان کی اپنی جان ان کے جسم سے نکلی جا رہی تھی۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے احمد شاہ مسعود مجاہدین کو ۸ گھنٹے کی مسافت پر واقع ایک مقام پر منتقل کرنے پر تیار ہو گیا تاکہ وہ اپنے امام کی یادیں

بھول جائیں.

اس کے بعد اندراب میں کوئی ایسا معرکہ نہیں ہوا جس میں ہر مجاہد نے اپنی زبان سے یہ نہ کہا ہو کہ اے اللہ! مجھے صالحین میں سے ابوعاصم کے ساتھ ملا دے!

اللہ ابوعاصم پر رحم کرے۔ وہ انشاءاللہ اپنی منزل پر پہنچ چکا ہے اور اپنے آخری ٹھکانے پر پہنچ کر کھڑا ہے۔ اونچے، مضبوط اور بلند پہاڑ کی چوٹی پر۔

احمد شاہ مسعود نے خود اسے اس کی قبر میں اتارا۔ اس کا جنازہ بہت بڑا تھا، لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے جنازے میں شریک ہو کر ابوعاصم کو اس فانی دنیا سے الوداع کہا۔ ابوعاصم لوگوں کے دل لے کر اپنے ابدی سفر پر روانہ ہو گیا۔

ہندوکش کی چوٹیوں پر اس کی قبر آج بھی گواہی دے رہی ہے کہ یہ جہاد، عالمی اور اسلامی جہاد ہے۔ یہ کسی افغانی قوم کی جنگ نہیں ہے۔

ابوعاصم! تمھیں مبارک ہو! ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں فردوسِ اعلیٰ میں تمھارے ساتھ ملا دے۔ بیشک ہمارا رب سننے اور جواب دینے والا قریب ہے۔

ہم کہتے ہیں۔ یہ ابوعاصم ہے۔ اس کا ساتھ کر دکھاؤ اور اس کے طریقے پر چلو!!

بابِ سوم

فلپائن میں کرامات

فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ:

ا۔ شمالی صوبہ "لاناؤ" میں داخلی امور کی انقلابی کمیٹی کے سربراہ کے نائب برادر محمد صوّاف بن علی نے ہمیں بتایا کہ:

ایک روز میں شہر کرمنان "کے ایک کوچے کرامت" میں ایک شہری دوست کے ہاں صبح کی نماز پڑھ رہا تھا۔ اس وقت میرے دو باڈی گارڈ کمانڈر سادات اور کمانڈر ساجی میرے ساتھ تھے۔ اچانک ۴ دستوں پر مشتمل سرکاری فوج نے اس گھر کا محاصرہ کر لیا۔

نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سورۂ یٰسین کی پہلی چند آیتیں پڑھتے ہوئے گھر سے باہر آ گئے اور باہر آ کر میں نے فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ کو کئی بار دُہرایا۔ اس کے بعد ہم فوجیوں کے درمیان سے چلتے ہوئے اپنے رستے لگ گئے اس دوران میں ہمیں کسی نے بھی نہیں دیکھا اور اس طرح اللہ نے ہمیں اس مشکل حالت سے نکال لیا۔

جس شخص نے اس گھر میں ہماری موجودگی کی مخبری کی تھی اسے فوج والوں نے اپنے ایکشن میں ناکامی کے بعد مار ڈالا۔

۲۔ اسی بھائی نے بتایا کہ ایک دن میں اپنے دونوں باڈی گارڈوں کے ہمراہ "کرامت" کے قریب ایک کوچے "کوریہ" میں ایک چھوٹی سی نہر کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک فلپائنی فوج کے ۸ دستے اس طرف آ گئے۔ ہمارے درمیان فائرنگ کا تبادلہ

ہوا، لیکن جلد ہی سرکاری فوج ہمارا محاصرہ کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ انھوں نے ۱۰ گھنٹے تک ہمارا محاصرہ کیے رکھا۔ میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اب یہ جگہ چھوڑنا ضروری ہے کیونکہ ہماری گولیاں ختم ہو چکی ہیں۔ پھر میں نے یہ دعا پڑھی:

سُبْحَانَ اللّٰہِ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ یَا رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ وَارِثُـہٗ وَرَازِقُـہٗ وَرَحِیْمُہٗ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

(اے رب! تو پاک ہے۔ تیرے علاوہ کوئی اِلٰہ نہیں ہے۔ اے رب! تو ہر چیز کا رب ہے، تو ہی ہر چیز کا وارث ہے، تو ہی اس کا رازق ہے، تو ہی اس پر رحم کرنے والا ہے۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہمیں تیری ہی رحمت کا آسرا ہے)

پھر میں نے قرآن کی یہ آیت پڑھی:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ٥ (یٰسٓ: ۹)

(ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار بنا دی (اس طرح) ہم نے انھیں ڈھانک دیا۔ اب وہ دیکھ نہیں سکتے)

اس کے فوراً بعد موسلا دھار بارش شروع ہوگئی اور اس بارش میں بھیگتے ہوئے ہم سرکاری فوج کی نظروں میں آئے بغیر اس کے ایک دستے کے پاس سے ہوتے ہوئے محاصرے سے نکل آئے۔ اور ان کی مصیبت سے نجات پاکر بخیریت اپنے گروپ میں آملے۔ بعد میں ہم نے سنا کہ اس معرکے میں ۹ فلپائنی سپاہی مارے گئے۔

اپنے ہی فوجیوں پر بمباری:

فلپائنی فوجیوں نے ۴ فوجی بدا تیرا اور دو طیاروں کے ساتھ مجاھدین کی

چھاؤنی پر حملہ کیا۔ یہ معرکہ دو ماہ سے زیادہ عرصہ جاری رہا۔ آخری دنوں میں دشمن نے دیکھا کہ قریبی پہاڑ پر کالے رنگ کے گھوڑوں پر سوار ایک بڑا لشکر تیار کھڑا ہے اور اس سے خوفزدہ ہو کر پسپا ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی مجاہدین کے ایک دستے نے دشمن کی پوزیشن پر قبضہ کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد فلپائنی جنگی طیارے اس جگہ بم گرانے آ پہنچے جہاں ان کا خیال تھا کہ مجاہدین ابھی تک موجود ہیں اور ان طیاروں نے پسپا ہونے والے اپنے فوجیوں پر اس جگہ پر بم گرا ہی دیئے جس سے ۴۶ فلپائنی فوجی مارے گئے۔

یا مالک یوم الدین

جنوبی صوبہ لاناؤ کے ایک شہر "کرستان" کے مقام "ابو عمورہ" میں مجاہدین اور فلپائنی بحریہ میں تصادم ہوا۔ اس معرکے میں مجاہدین کا کمانڈر اچانک اٹھا اور اس نے بلند آواز میں کہا:

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○

(فاتحہ : ۳-۴)

(اے آخرت کے دن کے مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)

اسی وقت آسمان پر بجلیاں نمودار ہوئیں اور موسلادھار بارش ہونے لگی۔ دشمن دم دبا کر بھاگا اور خوف زدہ ہو کر منتشر ہو گیا۔

چیونٹیوں نے دشمن پر ہلہ بول دیا:

مجاہد برادر (حارث املو) نے مجھے بتایا کہ صوبہ سلطان قدرات کے شہر خالیمپانگ کے مجاہدین اور فلپائنی فوجوں کے درمیان ایک جھڑپ میں مجاہدین کی تعداد انتہائی کم تھی لیکن دشمن کو زیادہ نظر آتی تھی۔ دوسری مصیبت اس کے

لیے یہ ہوئی کہ چیونٹیوں نے حملہ کر دیا اور یوں وہ میدانِ معرکہ سے پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ (یہ ۱۹۷۲ء کا واقعہ ہے)

دشمن پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا

اسی بھائی نے مزید بتایا کہ فالیمیا ٹنگس میں مجاہدین اور فلپائنی فوجوں کے درمیان خونریز معرکہ برپا تھا۔ یہ معرکہ آٹھ گھنٹے جاری رہا۔ پھر مجاہدین نے رب سبحانہ وتعالیٰ سے دشمن پر غلبہ پانے کے لیے دعا کی اور اچانک موسلا دھار بارش ہونے لگی اور دشمن پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔

یا اللہ! فرشتے کہاں ہیں:

کمانڈر عبد الغنی مانجولا لیوان نے، جو منطقہ داتا لیولیہ شہر حلمان صوبہ راجہ برمایان کا کمانڈر ہے، بتایا کہ ۸ رجون ۱۹۶۹ء کو جمعہ کی صبح دشمن کے ایک دستے نے مجاہدین کی چھاؤنی پر حملہ کیا۔ اس وقت وہاں صرف چار مجاہدین تھے (یعنی میں اور میرے تین ساتھی) ہمارے درمیان گولیوں کا تبادلہ تقریباً ۵ امنٹ تک ہوتا رہا۔

پھر میرے ایک ساتھی کو گولی لگی تو میں سمجھا کہ وہ شہید ہو گیا اور میں نے گڑگڑا کر اپنے عظیم وکریم رب سے دعا کی:

یا اللہ! فرشتے کہاں ہیں؟ مدد کہاں ہے؟

اچانک میں نے اپنے پیچھے سے گولیوں کی آوازیں سنیں۔ ان گولیوں کا رُخ دشمن کی طرف تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ بھی سنائی دی اور تیز ہوا کی آواز بھی آنے لگی۔ جس کے نتیجے میں جلد ہی دشمن پسپا ہو کر لوٹ گیا۔ اس معرکے میں دشمن کے نقصانات یہ رہے:

۷ مقتولین، ۹ زخمی، اس کے علاوہ ہمیں بہت سی گولیاں اور بندوقیں

غنیمت میں حاصل ہوئیں۔

مگرمچھوں نے دشمن پر حملہ کر دیا:

مجاہد برادر کمانڈر شعبان نے مجھے بتایا کہ ایک موقعے پر مجاہدین اور سرکاری فوج کے درمیان خونی معرکہ برپا ہوا۔ یہ معرکہ صوبہ باجی ندان کے شہر دیناج کی ایک نہر تا بیران کے کنارے ۱۹۷۴ء میں برپا ہوا۔ اس موقعے پر مگرمچھوں نے سرکاری فوج کے بعض سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ سپاہیوں نے جواباً ان مگرمچھوں پر گولیاں چلائیں، لیکن اتفاق سے کوئی گولی کسی بھی مگرمچھ کو نہ لگی۔ جس سے دشمن کی صفوں میں ہراس پھیل گیا۔ انھوں نے خوف زدہ ہو کر میدان سے فرار کی راہ پکڑی۔

کھلے سمندر میں ۱۸ دن:

مجاہد بھائی عبدالحق نے بتایا کہ ۱۹۷۳ء میں ۱۳ مجاہد ایک کشتی پر اسلحہ، بارود اور دوائیں وغیرہ لاد رہے تھے۔ واپسی کے وقت سمندری موجوں نے ان کے ساتھ شرارت کی اور ان کی کشتی الٹ گئی اور موجوں کے سہارے ڈبکیاں کھاتی جانے کہاں سے کہاں چلی گئی۔

یہ مجاہد سمندر میں بے سہارا رہ گئے۔ ان کے پاس صرف ایک خالی بر میل تھا۔ وہ اس سے لٹک گئے اور اٹھارہ روز تک کچھ کھائے پیئے بغیر اسی بر میل سے لٹکے رہے۔ بھوک کی شدت نے زور پکڑا تو ان میں سے ایک نے اپنے کپڑے کھانا شروع کر دیے اور ایک کو ایک گیلی نرم لکڑی مل گئی اس نے وہی کھانی شروع کر دی۔

جب یہ لوگ اس زبردست مصیبت کی حالت میں تھے تو کئی گوشت خور مچھلیاں انھیں کھانے کے لیے ان کے گرد جمع ہو گئیں۔ ایسے موقعے پر ہندی بادام

بہتا ہوا ان کے پاس آگیا۔ انھوں نے اسے کھایا۔ تھوڑی دیر بعد موسلا دھار بارش ہونے لگی جس سے انھوں نے اپنی پیاس بجھائی۔

اٹھارہ روز میں ان میں سے ۴ افراد ڈوب چکے تھے۔ برادر مابین نے جو اس دہشتناک موت سے نجات پا سکا تھا یا کہ ایک روز میں نے سمندر میں لٹکے لٹکے شدید ضعف اور کمزوری محسوس کی۔ یہاں تک کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ بس آج میں مر جاؤں گا، چنانچہ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ شاید میں جلد ہی مر جاؤں کیونکہ میں بہت نقاہت محسوس کر رہا ہوں۔ جب میں اس حالت میں تھا تو میں نے ایک نور دیکھا۔ پھر میں نے اپنے والد کی شکل دیکھی جو کافی عرصہ قبل فوت ہو چکے تھے۔ میرے والد کے سر پر عمامہ بندھا ہوا تھا اور وہ مجھے ہاتھ کے اشارے سے بلا رہے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ نور اور یہ صورت میرے ساتھی "لافولاتو" نے بھی دیکھی۔ اس نے مجھے تنبیہ کی کہ خبردار اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہ دینا۔ اگر تم نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھما دیا تو مر جاؤ گے۔

پھر ہم دونوں پر غشی طاری ہونے لگی۔ اب موت سامنے تھی لیکن اچانک ایک کشتی ہمیں بچانے کے لیے آئی اور یوں ہم اللہ کے فضل سے ہلاک ہونے سے بچ گئے۔

آخر میں ہم اپنے رب سے دُعا کرتے ہیں کہ ہمیں حق کو حق دکھائے اور اس کا اتباع کرنے کی توفیق دے اور باطل کو باطل دکھائے اور اس سے بچنے کی توفیق دے اور اپنے جہاد اور مجاہد کی مدد فرمائے اور جہاد کے ثمرات کو نیکوکاروں اور صالح لوگوں کے لیے محفوظ فرمائے اور انھیں گمراہوں، طاغوتوں اور شیطانی مکر و فریب کرنے والوں سے بچائے۔ اور ہمیں صدیقین، نبیین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اٹھائے کہ یہ لوگ بہترین رفیق ہیں۔

وضاحت

یہ کتاب وقت کے سب سے اہم مسئلے کے حسبِ ذیل نازک پہلوؤں پر بحث کرتی ہے:

- فضائل الجہاد، سرحدوں کی نگرانی اور ہجرت کے فضائل۔
- جہاد شروع کرنے کی وجوہات اور اسباب۔
- آج کل افغانستان کی صورتِ حال، مشکلات، مسائل اور ان کا مجوزہ حل۔
- عالمی اور ملکی سازشیں اور دوست اور دشمن ممالک کا کردار۔
- جہادِ افغانستان کے میدان میں پھیلی ہوئی روشن کرامات، عربوں کی کرامات اور فلپائنی جہاد کی کرامات۔

ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب مسلمانوں کی فکری بیداری میں اہم کردار ادا کرے گی۔ ان کے ولولوں کو مہمیز دے گی، اور ان کے دلوں میں جنگ کے اس میدان میں پہنچنے کا شوق جگا دے گی جہاں تاریخیں لکھی جاتی ہیں۔

بہت سارے ساتھیوں نے اس کتاب کے لئے کہا تھا اور الشیخ شہید عبد اللہ عزام رحمہ اللہ کا یہ تصنیف انتہائی زبردست اور مفید تھا تو بندہ ناچیز نے بہت کوشش کیا جگہ بھر جگہ دیکھا لیکن کہیں پر پی ڈی ایف میں نہی ملا زیادہ تفقد کے باوجود ناچیز نے خود اس مبارک کتاب کو پی ڈی ایف میں تبدیل کیا ہے

فقط لا یزال کی رضا کے لئے اللہ ہمارے کاوشوں کو قبول فرمائیں اور جو بھی اہل ذوق حضرات اس کتاب کا مطالعہ کر چکے ہیں یا کر رہیں ہیں تو ان سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ ایک بار سورۃ الفاتحہ اور تین بار سورۃ الاخلاص پڑھ کر اسکا ثواب دین اسلام کے ان سرفروشوں کو بخش دیں جنھوں نے امریکہ کے برجیں زمین میں تھس نس کرکے ٹرمپ جیسے طاغوت کو یہ پیغام دیا کہ شیخ اسامہ کے جانشین موجود ہے اور وہ جنھوں نے اب بھی کفار اور انکے اتحادیوں پر زمین تنگ کیا ہے ۔۔ تقبلهم الله فی جنات النعیم ۔۔

مجاھدین اسلام کو اپنے خصوصی دعاوں میں یاد رکھیں ۔۔۔ اپکا بھائی » سیف العدل ۔۔

الکرارون لا فرارون